جدوجہدوعمل۔۔۔قومی بیداری کیلئے!!!

ماہنامہ

آزاد

بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن (آزاد)

اکتوبر/نومبر 2013　　شمارہ نمبر:15　　جلد نمبر:2

فہرست

پاکستانی آل پارٹیز کانفرنس، زلزلہ اور بلوچ قوم	اداریہ	02
روح عصر!	منظور عزت	03
زلزلہ، بلوچ اور ریاستی سازشیں	علی شیر بلوچ	05
پاکستانی زلزلے میں بلوچستان کے نسلی تضاد کو واضح کردیا	شاہ ریب جیلانی۔۔۔	10
جمہوریت	ڈاکٹر مبارک علی	11
freedom of spleak	جوان بلوچ	18
حصول مقصد کا اصول	برائن ٹریسی	20
ہندوستان کی مقامی فوجیوں اور عوام کی انگریز حکومت کے خلاف بغاوت	بابا بلوچ	21
فلسفہ اور سماجی زندگی	بابُو بلوچ	23
شہید بالاچ مری	واحد بخش بلوچ	26
حقیقی قوم پرست قوم کی نمائندہ ہوتے ہیں،،،،	نواب بلوچ	27
شہید آغا محراب خان بلوچ	مزدک بلوچ	29
پاکستانی عقوبت خانوں سے ایک بلوچ فرزند کی قصہ	مائیکان بلوچ	31
مزاکرات و مصالحت کی ڈھونگ ایک بار پھر	پمفلٹ	32
آئینہ حقائق ستمبر	ادارہ	33
آئینہ حقائق اکتوبر	ادارہ	35
اخباری بیانات ستمبر	ادارہ	37
اخباری بیانات اکتوبر	ادارہ	48

www. sagaar.net　　Blog : azadmagazine.wordpress.com　　E-mail : azadmagazine@gmail.com

اداریہ پاکستانی آل پارٹیز کانفرنس، زلزلہ اور بلوچ قوم

پاکستانی آل پارٹیز کانفرنس کو پاکستانی سیاست دانوں اور میڈیا نے اتنا بڑھا چڑھا کر پیش کیا کہ شاید کچھ سادہ لوح اسے الہ دین کے چراگ کی مانند سمجھ رہے تھے جس میں آل پارٹیز کانفرنس کا جن نکلتے ہی قابض پاکستان کے سارے مسائل حل ہوجائیں گے۔ ویسے قابض پاکستان اپنے اندرونی اور بیرونی مسائل میں اس طرح جھکڑ چکا ہے کہ ان سے چھٹکارہ پانا ایک غیرفطری ریاست کیلئے ناممکن ہوچکا ہے۔ آل پارٹیز کانفرنس میں پاس ہونے والی قراردادیں تو پہلے سے ہی متعین تھیں اور جو قراردادیں پہلے سے طے نہیں تھیں تو وہ کاغذ پر ہی دم توڑ دینگی کیونکہ کم از کم اب دنیا کو اچھی طرح علم ہوگیا ہے کہ پاکستان میں فیصلے ''جی ایچ کیو'' میں ہوتے ہیں نا کہ وزیراعظم ہاؤس میں۔۔۔ ایسے ہی کاغذی قراردادوں میں سے ایک قابل غور قرارداد یہ بھی تھی کہ نام نہاد بلوچستان حکومت اور پاکستان کے نامزد کردہ وزیر اعلی ڈاکٹر مالک کو یہ اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ بلوچستان اور بلوچستان سے باہر موجود بلوچ رہنماؤں سے مذاکرات کرکے انہیں پاکستانی (گماشتگی) سیاست کرنے پر مائل کرے''۔ بلوچستان میں پاکستان کی بنائی ہوئی نمائشی حکومت جو کہ چند ٹھپوں کے نام پر بنی ہے جسکی سربراہی ڈاکٹر مالک کو دیکر بلوچ قومی تحریک کو کاونٹر کرنے کی بہت سے کوششیں کی جارہی ہیں۔ پاکستانی آل پارٹیز کانفرنس میں ڈاکٹر مالک کو بلوچ آزادی پسندوں سے مزاکرات کرنے کے اختیارات دینا بھی کاؤنٹر انسرجنسی کی کوششوں میں سے ہے کیونکہ وزیر اعلی جو کہ صرف ایک ڈمی حکومت کی سربراہی کررہا ہے وہ قومی آزادی کی خاطر جدوجہد کرنے والوں سے کس طرح مذاکرات کرسکتا ہے جبکہ بلوچ آزادی پسند بلوچستان کو ایک مقبوضہ ملک قرار دیتے ہیں جس پر بزور طاقت قبضہ کیا گیا ہے اور آزادی پسند یہ بھی واشگاف الفاظ میں کہہ چکے ہیں کہ آزادی کے ایجنڈے کے علاوہ کسی بھی طرح کی بات چیت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی ڈاکٹر مالک کو مذاکرات کرنے کے اختیارات دینے کی قرارداد دنیا کو گمراہ کرنے کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

ڈاکٹر مالک اپنے زاتی اور گروہی مفادات کی وجہ سے قابض کا گماشتہ بن کر بلوچ سرزمین، ساحل و وسائل کا سودا کررہا ہے تو دوسری طرف بلوچستان نیشنل پارٹی کے صدر اختر جان مینگل بھی پاکستانی آل پارٹیز کانفرنس میں شریک ہوکر بلوچوں کی نمائندگی کا شوشہ کرنے سے باز نہ رہ سکے اور پاکستانی آل پارٹیز کانفرنس میں خود کو بلوچوں کا نمائندہ ظاہر کرتے ہوئے دنیا کو یہ دکھانے کی کوشش کرتے رہے کہ بلوچ اور پاکستان کا رشتہ مقبوضہ اور قابض کا نہیں بلکہ ریاست اور صوبے کا ہے لیکن دنیا اتنی احمق بھی نہیں ہے کیونکہ پاکستانی الیکشن کا مکمل بائیکاٹ کرتے ہوئے بلوچ عوام نے یہ ثابت کردیا کہ یہ چند نام نہاد بلوچ جو پاکستان کی جی حضوری کرنے میں مگن ہیں بلوچ عوام کے نمائندے نہیں ہیں بلکہ بلوچوں کے لبادے میں پاکستانی گماشتے ہیں اور بلوچ عوام میں ان کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہی ہے جبکہ بلوچ عوام نے آزادی پسندوں کی آواز پر لبیک کرتے ہوئے پاکستانی الیکشن اور گماشتوں کا بائیکاٹ کرکے یہ ثابت کردیا کہ وہ آزادی پسندوں کو ہی اپنا رہنما سمجھتے ہیں۔

24 ستمبر 2013 کا دن بلوچ قوم پر کسی قیامت سے کم نہ تھی جب زلزلہ نے آواران اور مشکے کے گھروں کو زمین بھوس کردیا موجودہ اعداد وشمار کے مطابق 46756 مکانات مکمل تباہ ہوگئے ہیں کئی افراد جان بحق اور کئی افراد زخمی ہوگئے۔ پورہ علاقہ تباہی کی علامت بن گیا ہے لیکن قابض اور ظالم ریاست نے اسی موقع کو غنیمت سمجھ کر ریلیف آپریشن کے نام پر فوجی کاروائی شروع کردیا، بے گھر، بے سہارہ اور قدرتی آفت کے شکار بلوچوں کو طبعی امداد کیلئے دوسرے علاقوں میں بھی جانے نہیں دیا گیا اور نہ ہی طبعی امداد اور ریلیف سرگرمیوں کیلئے آنے والی ٹیموں کو متاثرہ علاقوں میں داخل ہونے کی اجازت دی گئی۔ زلزلہ کی تباہ کاریوں کے ساتھ قابض نے بھی تباہی کو دوگنا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ لیکن بلوچ قوم نے اتفاق اور یکجہتی کا عظیم مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے بھائیوں کی مدد و کمک کیلئے خطرات مول لیتے ہوئے کسی نہ کسی حد تک امداد جاری رکھی تو دوسری طرف قابض ریاستی فورسز فوجی آپریشن میں مصروف ہے۔ ہولناک تباہی جس نے سارے علاقے کو ملیامیٹ کرکے رکھ دیا جہاں عوام شدید مشکلات و مصیبتوں کے شکار بے گھر و بے آسرہ زندگی گزارنے پر مجبور ہوگئے ہیں اور جہاں امدادی سرگرمیوں کی اشد ضرورت ہے لیکن عالمی طبعی ماہریں، عالمی اداروں اور اقوام متحدہ کے اداروں کو بھی قابض ریاست نے علاقے میں آنے سے روک دیا جس کی وجہ سے امدادی سرگرمیوں میں حصہ لینے والے ادارے مقبوضہ بلوچستان کے متاثرہ علاقوں میں رسائی حاصل نہ کرسکے۔

روح عصر!

منظور عزت بلوچ

زمانے کی قسم !انسان نقصان میں ہے ،مگر وہ لوگ نہیں ،جو ایماندار ہیں ،جو باعمل ہیں ،جو سچ بولتے ہیں جو حق کی بات کرتے ہیں ،جو مستقل مزاج ہیں ،جو عجلت پسند نہیں ۔ایمان ،عمل ،سچ بولنا ،مستقل مزاج ہونا یہ وہ بنیادی انسانی وصف اور وسیلے ہیں ،جو کسی بھی انسان ،انسانی گروہ یا کسی قوم کی کامیابی کے لیے فطری طور پر واضح کیے گئے ہیں ۔لیکن ساتھ ہی ہمیں اس بات کا بھی اختیار حاصل ہے کہ ہم بے ایمان اور منافق رہیں ،حق کے بجائے باطل کا ساتھ دیں ۔صبر اور مستقل مزاجی کے بجائے اشتاپ اور عجلت پسندی کا مظاہرہ کریں ۔سچ بولنے کے بجائے جھوٹ بولتے رہیں ۔مگر ان دو بالکل ہی متضاد رویوں کے درمیان جو فرق ہے وہ یہ کہ حق کو انسانی تاریخ میں کسی بھی مقام پر ایک لمحے کے لیے بھی شکست اور شرمندگی کا سامنا کرنا نہیں پڑا ہے ۔جب کہ طاقت کو ہر قدم پر شکست اور شرمندگی کا سامنا کرتے ہوئے دیکھا گیا ہے ۔اس لیے فیصلہ انسان کا ہے کہ وہ اپنا قیمتی ووٹ کس کو دیے ۔لیکن جب تک خود اس بات کی تشریح نہ ہو کہ حق کیا اور طاقت کیا ہے ،بطور انسان ہمارا کسی ایک کے ساتھ ،یا کسی ایک کی طرف ہونا بھی نہ ہونا ہے جب ہونا نہ ہونے کے برابر ہو تو یہی منافقت کی سب سے بڑی نشانی ہے جسے میں نہیں مظلوم انسانوں کی کتاب ایک اٹل قانون کے طور پر بیان کرتے ہیں ۔نقصان وہ چیز ہے جسے انسان اور حیوان کوئی پسند نہیں کرتا ۔مگر اس کے باوجود ہر قدم پر نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے ۔وہ چیز جس کی کوئی بھی تمنا نہیں کرتا مگر خواہش کے باوجود نقصان ،شکست اور شرمندگی کا بوجھ اور بار گراں اٹھانا پڑتا ہے ،کیوں ۔؟ اگر اس سوال پر غور کیا جائے کہ دنیا میں اچھے اور سچے انسانوں کی تعداد زیادہ ہے یا برے اور جھوٹے ۔؟ تو جواب یقیناً اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوسکتا کہ برے اور جھوٹے انسانوں کی تعداد بہت ہی کم ہے ،بلکہ آٹے میں نمک کے تناسب سے بھی کم ۔مگر اس کے باوجود عددی تعداد میں کم اس غیر فطری اور جھوٹے لوگوں کی فکر و فلسفہ ایک واضح اکثریت پر اس طرح غالب ہے کہ حق ،ایمان و یقین ،بھروسہ و اعتماد ،سچائی ،مستقل مزاجی ،ہمراہ داری اور وفاداری نا قابل یقین فکری جہت کے طور پر اکثریتی سوچ کے طور پر سماج کی ہر اعضاء میں سرایت کرگئی ہے ۔ایسا کیوں ہے ۔۔؟ اس لیے کہ ہمیں سدھایا گیا ہے کہ جو اکثریت ہے ،وہی راہ راست پر ہے ۔یعنی سچائی وہی ہے جسے تعداد کی کمی بیشی کے بنیاد پر سچ یا جھوٹ مانا جائے ۔وہ جو اقلیت ہے ،جو تعداد میں کم ہے ،کمزور ،اور ناتواں ہے وہ جھوٹا ہے ،باطل ہے ۔مگر فطری طور پر دنیا کے تمام انسانوں میں کمزوری ،بھوک ،نڈھالی ،محکومی اور مظلومی کے اعتبار سے رویہ یکساں ہے ۔ایسا کوئی انسان دنیا میں موجود نہیں جس کی یہ خواہش اور تمنا ہو کہ وہ کمزور اور ناتواں رہے محکوم و مظلوم اور پسماندگی کی زندگی گذارے ،مگر قوموں کے قوم غلامی کے دلدل میں دھنس گئے ہیں ۔کیوں ۔؟ اس لیے کہ کسی چیز کو تسلیم کرنے ،یا قبول کرنے کی انسانی وصف ایک فطری عمل ہے ،جو عقل اور شعور کے تابع ہے ،مگر جب یہ انسانی وصف ایک غیر فطری عمل کے تابع ہو جاتا ہے تو وہ ایک سدھایا ہوا رویے میں تبدیل ہو جاتا ہے ۔مظلوم انسانوں کی کتاب ''قرآن مجید'' مظلوم انسانوں سے اس لیے یوں مخاطب ہے کہ ''بدترین حیوان وہ انسان ہیں جو گھونگے ،بہرے اور اندھے ہیں'' ۔مطلب یہ ہوا کہ غور و فکر ہی اس انقلاب کی آغاز ہے جو کسی بھی انسانی تحریک کو کامیابیوں کی بلندیوں پر پہنچانے کے لازمی ہے ۔کیونکہ جنگ اس بات کی ہے کہ حق پر کون ہے ؟ اور مسئلہ یہ ہے کہ پوری دنیا کے انسانوں میں ایک قدر مشترک یہ ہے کہ کوئی بھی انسان ایسا نہیں جو خود کو ناحق تسلیم کرتا ہو ۔جب دو انسان یا دو قوم آپس میں لڑتے ہیں ،تو دونوں متصادم قوتیں خود کو برحق سمجھتے ہیں ۔مگر فیصلہ کن قوت کون ہے جو اس بات کا تعین کرے کہ دو متصادم قوتوں میں حقیقی طور پر برحق کون ہے ۔۔؟ کیا اقوام متحدہ ،یورپی اور امریکی یونین ۔کیا انسانی حقوق کے عالمی ادارے ؟ کیا بین الاقوامی عدالتیں ۔؟ میں سمجھتا ہوں کہ عمل ہی وہ فیصلہ کن قوت ہے جس کے فیصلہ کو کسی عدالت میں چیلنج نہیں کیا جاسکتا ۔اب سوال عمل کا ہے مگر عمل کے متعلق جو تشریح بیان کی گئی ہے وہ بھی انہی ظالموں کی بیان کردہ تشریح ہے جس میں عمل کی حقیقی روح کو مسخ کرکے پیش کیا گیا ہے ،اس لیے اس تشریح کے مطابق جو غیر عمل ہے وہ عمل ہے اور جو عمل ہے وہ غیر عمل ۔سوچنا ،غور و فکر کرنا ،سمجھنا سمجھانا سب ردعمل ہیں ۔حالانکہ یہی تو حقیقی عمل ہیں اور باقی سب انہی عمل کے ردعمل ہیں ۔یہ ایک سماجی رویہ بن گیا ہے کہ دو منٹ کی خاموشی پر آپ کو اس سوال کا سامنا کرنا پڑتا ہے کہ آپ کیا سوچ رہے ہیں ۔مقامی سطح کی یہ عام سا سوال حقیقت میں ان غیر فطری اور جھوٹے مصنوعی مٹھی بھر لوگوں کی خوف کی عکاسی کرتا ہے کہ معلوم کیا جائے کہ مظلوم کیا سوچ رہا ہے ۔۔؟ اس لیے کہ ظالم کو اس بات کی شعوری ادراک ہے کہ جس دن مظلوم اپنے حقیقی عمل کو دریافت کرنے میں کامیاب رہا وہ دن اس کی غلامی کی آخری اور آزادی کا پہلا دن ہوگا ۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ عمل کیا ہے ۔؟ اس سوال کا جواب مظلوموں کے ساتھی پاؤلو فریرے ،فرانز فین نے یہ بیان کیا ہے کہ آپ تشدد کے بغیر استحصال کی کالی رات سے چھٹکارا نہیں پاسکتے ۔اور یہ کہ مزاحمت اور جنگ

کے علاوہ مظلوموں کے پاس کوئی بھی دوسرا راستہ موجود نہیں جنگ یا مزاحمت کا جوہر تشدد ہے اس لیے جنگ اور مزاحمت میں اعتدال پسندی بے وقوفی ہے۔لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ تشدد، جنگ، یا مزاحمت سے کیا مراد ہے؟۔عام طور پر بیان کیا جاتا ہے کہ تشدد سے مراد کسی انسان کو جسمانی اور ذہنی طور پر اذیت پہنچانا ہے،اور جنگ سے مراد دو انسانوں یا قوموں کے درمیان ایک خونی معرکہ آرائی اور کشت وخون سے ہے۔مزاحمت سے مراد کسی ناانصافی کے خلاف مسلح جدوجہد ہے۔یہ تشریح نہ صرف ظالموں کی خواہشات کے احترام میں قصیدہ گوئی کے طور پر بیان کیے گئے ہیں بلکہ ان کا حقیقی مطلب مظلوموں کو خوف زدہ کرنا ہے۔سمجھنے کی قلت کی وجہ سے انسان ،قوم نقصانات اٹھاتے ہیں،ان کو خسارے کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔اس لیے یہ وہ وقت ہے اور یہ ٹھیک وہی مقام کہ آپ اپنا خود احتسابی کریں۔کہ کیا واقعی سچائی یہی ہے جس کو میں سچ سمجھ رہا ہوں۔میں جب ایک عام آدمی کو یہ کہتے ہوئے سنتا ہوں کہ ’’انسان‘‘ کچھ بھی نہیں جو کچھ ہے بس خدا ہے تو تو وہ دوسرے معنوں میں کہہ رہا ہوتا ہے کہ لیڈر کچھ بھی نہیں، رہبر کچھ بھی نہیں، استاد، امام، کچھ بھی نہیں۔یقین کیجئے کہ میرے لیے یہ برداشت کرنا ناممکن ہوجاتا ہے کہ انسان اس لیے کچھ بھی نہیں کہ وہ کچھ کر نہیں سکتا۔سوال کریں کہ انسان کیا نہیں کرسکتا جواب آتا ہے کہ انسان چاند سورج، ہوا بادل پانی ،زمین آسمان انسان حیوان پھل پھول نہیں بنا سکتا۔۔۔مطلب کہ جب تک انسان خدا نہیں بنتا وہ کچھ بھی نہیں۔وہ کام جو صرف اللہ تعالیٰ کرسکتے ہیں کسی انسان سے بھی یہی توقع رکھنا کیسی مکارانہ سوچ ہے ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ ہم جملوں کے مفہوم تو بخوبی سمجھ لیتے ہیں، مگر الفاظ کے معنی ہمیں یاد نہیں۔ہم اس جملے کو بخوبی سمجھتے ہیں کہ بلوچ قومی تشخص خطرہ میں ہے۔مگر تشخص کیا ہے اس کا مطلب مجھے معلوم نہیں۔بس اتنا کافی ہے کہ تشخص جو بھی ہے اس کو خطرہ لاحق ہے۔خود خطرہ کیا ہے۔؟ اس سے بھی مجھے کوئی سروکار نہیں۔تو تشخص کی حفاظت کرنیکی جو حکمت عملی طے کی جانے چاہیے اور پھر اس حکمت عملی پر عمل پیرا ہونے کے لیے جو فیصلہ لینا چاہیے وہ کس معیار اور مقدار کا ہوگا۔یقیناً ہم فطری قوانین کے برخلاف قدم اٹھا کر یہ جنگ نہیں جیت سکتے۔محبت اگر دماغ سے اور جنگ دل سے کی جائے تو داستانیں جنم ضرور لیں گی۔ ہماری جنگی اور عشقی داستانوں پر غور کیجئے، ہماری قومی یاداشت میں ناکام محبتوں کے داستانوں کو کتنی پذیزائی ملی۔آج بھی سینکڑوں میل کے دشوار گذار راستوں کو طے کر کے محبتوں کے اسیر شیرین فرہاد، سسی پنوں، حانی شے مرید کے مزاروں پہ ننگے پاؤں عزت وعقیدت سے اپنے من کی مرادوں کے بھر آنے کی دعائیں مانگتے ہیں۔حالانکہ ہزاروں کامیاب عشق کے داستان روز جنم لیتے ہیں۔اس لیے کہ یہ وہ زمانہ ہے جس کی روح مسخ ہے۔اب مسخ شدہ چہروں کے جلی ہوئی نقوش کو بغیر کسی ڈی، این اے، رپورٹ کے شناخت کاری کا ہمیں کافی تجربہ ہے۔ہم نے تو ایک تابوت کو نواب اکبر خان بگٹی جیسے ایک قدر آور شخصیت کی جسد خاکی قرار دیکر قومی طور پر ان کا غائبانہ نماز جنازہ بھی ادا کردیا۔اکثریت نے کہا اور ہم نے قبول کرلیا۔ہم نے کیوں تسلیم کرلیا کہ وہ بوسیدہ جسم جس کا سر موجود نہیں وہ شہید غلام محمد جیسے سیاسی مدبر کی جسد خاکی ہے۔اس راہ کے مسافروں کی منشور انکار ہے، جو تیسری دنیا کے تمام مظلوموں کی مشترکہ منشور ہے۔مگر اس مقام پر ہم نے مظلوموں کے منشور پر عمل کرتے ہوئے انکار کے بجائے ظالموں کے منشور پر عمل کرتے ہوئے اقرار کا رویہ اپنا اور ظالموں کو فائدہ ،خود کو نقصان پہنچایا یہاں نقصان سے مراد مالی و جانی نقصان نہیں۔مسخ شدہ چہرہ ایک سوال ہے؟ سوالوں کو دفنانے کا مطلب ہوتا ہے خود کو اپنے ہاتھوں سے لحد میں اترنا۔انقلاب سوال در سوال کے علاوہ اور کیا ہے۔؟اس لیے شعور کا تقاضہ یہ ہے کہ اس قومی بیماری کا سب سے پہلے علاج کیا جائے، یہ بتا جائے کہ ہم وقت کے دائرہ اور کائنات سے باہر کوئی الگ مخلوق نہیں۔جس دنیا میں ہم قومی بقاء کی جنگ لڑ رہے ہیں یہ جنگ دنیا کی پہلی اور آخری جنگ نہیں،اور یہ کہ جو نسل آج اپنی بقاء کے لیے میدان جنگ میں اتر چکی ہے وہ نسل بھی آخری نسل نہیں۔اس لیے آپ سے گذارش ہے کہ مظلوموں کی جنگ ظالموں کے جنگی اصولوں پہ مت لڑیں، روح عصر کو سمجھنے کی کوشش کی جائے، جو ایک کھلی سوال کی مانند آپ سے مخاطب ہے۔جنگ کے لیے کیا کیا حرب وضرب ضروری ہے مجھے نہیں معلوم مگر جنگ میں کیا کیا ضروری ہے اس سوال کا اعادہ قومی بقاء کی جنگ میں ہمارے لیے بہت ہی معاون اور مددگار ثابت سوسکتا ہے۔سوال رفتار کا نہیں اس لیے کہ وقت کے مزاج پر چلنا اور وقت کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہونا دو الگ موضوع ہیں ایک قرار کا رویہ ہے اور دوسرا انکار کا فلسفہ۔مظلوموں کے لیے جنگ کا موسم انکار کے کاشت کی موسم ہے۔اس لیے مظلوموں کو چاہیے کہ وہ اس زمین پر انکار کی بیج بو کر اس موسم کا درست استعمال کریں جیسے بندوق کی ہل چلا کر کاشت کے لیے آمادہ کیا گیا ہے، مگر انکار کا مطلب انکار برائے انکار نہیں، بلکہ یہ کہ آپ جس چیز سے انکاری ہیں اس کے مقابلے ایک متبادل پیش کریں یا پیش کرنے کی کوشش کریں۔یہی وہ روح ہے ہے جسے عصر کے پتلے میں پھونک آپ ایک بنجر سماج کو زرخیزی عطا کرسکتے ہیں۔

زلزلہ، بلوچ اور ریاستی سازشیں

علی شیر بلوچ

24 ستمبر کے شدید زلزلے نے جہاں کئی جیتی جاگتی اور ہنستی بستی گھرانوں کو تخت و تاراج کر کے سینکڑوں بستیوں کو کھنڈرات میں بدل دیا۔ وہیں ہزاروں بلوچوں کی زندگیاں نگل کر لاکھوں کو بے سر و سامانی کی دلدل میں دھکیل دیا۔ مشکے، آواران، کولواہ اور ہوشاب تک کا پورا علاقہ اس آفت کی زد میں رہے۔ زلزلے کا مرکز خضدار سے 120 کلومیٹر جنوب مغرب میں 23 کلومیٹر زیر زمین تھا۔ جس کے جھٹکے پورے بلوچستان اور سندھ کے مختلف علاقوں میں محسوس کیے گے۔ تین سے پندرہ سیکنڈ کے درمیان علاقے کا منظر یکسر تبدیل ہوگیا۔ مٹی سے بنے تمام گھر زمین بوس ہوگئے۔ ہر طرف کو کار وزاری اور آہ و بکار کی صدائیں گوش گزار ہونے لگیں۔ کچے مکانوں کے بھاری بھرکم ملبے تلے لوگ اپنے پیاروں، جگر گوشوں اور پھول جیسے بچوں کی لاشیں ڈھونڈنے لگ گئے۔ اس قیامت خیز منظر میں لاتعداد زخمیاں زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا تھیں۔ خوفناک زلزلے کے نتیجے میں کئی علاقوں سے حرکت قلب بند ہو جانے اور نفسیاتی امراض کے واقعات کی اطلاعات بھی موصول ہو رہی تھیں۔ زرعی سیکٹر بالخصوص کھیتوں میں جہاں طغیانی کا بارانی پانی ذخیرہ کیا جاتا تھا۔ گہرے کریکس کے سبب شدید تباہی سے دوچار ہوگئے۔ کاریز، کنویں اور برساتی نالوں میں دراڑ پڑنے کے ساتھ ساتھ پہاڑوں کے سینے پھٹ گئے۔ 7.8 کے شدید جھٹکوں اور ٹھکراؤ (Collision) کے سبب راستے بند اور چشمے و Reservoirs بے حد متاثر ہوئے ہیں۔ اس المناک صورتحال میں مشکے، تیر تیج اور آواران میں دشمن فورسز کا غیر انسانی انتھک آمیز رویہ پہلے سے کہیں بدتر تھا۔ لوگوں کے ساتھ بدکلامی اور ہسپتال منتقل کئے جانے والے شدید زخمیوں کو چیک پوسٹوں پر روک کر شناختی کارڈ چیکنگ اور تلاشی کے بہانے فوری امداد کی رسائی میں خلل ڈال کر ان کی زخمی سانسوں کا خاموش قاتل بننے کا ارتکاب کرتے۔ مگر (ہمت مرداں مدد خدا) بلوچ عوام پچھلے تلخیوں کی طرح ان آزمائشی مراحل میں بھی دیدہ دلیری اور ہمت و جرات کے فکر تھے۔ انسانی و قومی ہمدردی اور باہمی تعاون و مدد کے انسانی شعور اور عملی جذبے نے انہیں ایک دوسرے کے مزید قریب تر کر دیا۔ آپس میں دکھ درد بانٹ کر صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے رہے۔ میتوں کی تدفین انتہائی عقیدت و احترام اور اپنے اپنے مخصوص مذہبی رسومات کے تحت طے پائے۔ ہر کوئی اپنے گھر میں آفت زدہ ہونے کے باوجود دوسروں کی پُرساں حالی کے ساتھ ساتھ تعاون و کمک لے کر جاتے اور مصائب و مشکلات کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے۔ لکڑیوں کے پلرز (Pillars) پر مخصوص بلوچی چٹانوں کی مدد سے شیلٹر (سایہ) کا انتظام کرتے اور ایک دوسرے کی دُکھ سُکھ میں برابر کے شریک رہتے۔

دوسری طرف کیچ، پنجگور، گوادر، خضدار، کوئٹہ اور کراچی سے بلوچ عوام بکثرت پہنچنا شروع ہوگئی۔ کوئٹہ، کراچی، خضدار اور تربت جیسے شہروں کے ساتھ ساتھ ہر علاقے میں ریلیف کیمپس قائم کیئے گئے اور کسی قسم کی مذہبی، علاقائی و قبائلی تفاوت سے بالاتر ہو کر قومی بنیاد پر محض بلوچ بن کر زلزلہ متاثرین اپنے بھائیوں کیلئے بلوچستان بھر سے قومی امداد کا فوری بندوبست ہونے لگا۔ قومی ہمدردی اور باہمی تعاون کے جذبات اُمڈ آئے اور ایک تحریک کا روپ دھار لیا۔ ان مثبت اور قوم پرستی پر مبنی اقدامات سے پاکستان اور اس کے آلہ کار گروہوں کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ بلوچ قوم کی اس قدر باہمی ہمدردی، قومی جذبات اور آپسی تعاون دشمن کو راس نہیں آئی۔ اسی لیئے انہوں نے مختلف ہتھکنڈوں کا سہارا لیا۔

زلزلہ سے شدید متاثرہ علاقے مشکے، آواران اور کولواہ چونکہ قومی و سیاسی شعور سے لبریز سمجھے جاتے ہیں۔ ان علاقوں میں قومی تحریک آزادی بڑی آب و تاب کے ساتھ منزل مقصود کی جانب رواں دواں ہے۔ حال ہی میں 9 اپریل 2013 کو بلوچ نیشنل موومنٹ کی جانب سے شہدائے مرگاپ کے حوالے مرہ شم میں عظیم الشان جلسہ عام کا اہتمام اور بعدازاں شہدائے اگست کی یاد میں ڈنڈار کے علاقے میں بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن (آزاد) کا منعقدہ تاریخی مرکزی جلسہ عام، جس میں ہزاروں افراد کی خواتین و بچوں سمیت شرکت، پاکستان سے شدید منافرت اور سرزمین بلوچستان سے سچی وابستگی کا کھلا اظہار تھا۔ اسی لئے جہاں ایک طرف مزکورہ علاقوں میں انفراسٹرکچر، جھنڈا اور دیگر ریاستی احساسات ناپید ہونے کے سبب پاکستانی قبضہ گیریت مکمل طور پر رخصت ہو چکا ہے، وہیں دوسری طرف سیاسی گراؤنڈ بلوچ نیشنلزم کے لئے کافی ہموار رہا ہے۔ جس کا خود پاکستان کو بخوبی ادراک تھا۔ اب جبکہ یہاں قدرتی آفت زلزلہ آیا، دشمن قوتوں کی تو گویا چاندی ہوگئی، اور سیاسی فوائد کے حصول کے لئے سب ایک صفحے پر آگئے۔ فوج، نام نہاد فلاحی ادارے و این جی اوز، گماشتہ سیاسی و مذہبی جماعتیں، کھٹ پتلی

سیاستدان، انسانی حقوق کی پاکستانی تنظیمیں، سول سوسائٹی اور ذرائع ابلاغ سب ایک سے بڑھ کر پوائنٹ اسکورنگ میں لگ گئے جس کے لئے کئی ایک حکمت عملی اپنا لئے گئے، جن میں چند ایک درج ذیل ہیں۔

1۔قومی ریلیف پر ڈاکہ:

پہلے پہل قومی ریلیف پر ڈاکہ ڈالا گیا۔ چاروں اطراف سے بلوچ قومی امداد کو آڑے ہاتھوں لیا گیا۔ راشن (اشیائے خوردونوش) اور ضروریات زندگی کی دیگر اشیاء (Commodities) سے لوڈ سینکڑوں ٹرکوں کو اپنی تحویل میں لے کر فوجی کیمپوں میں لاکھڑا کیا گیا۔ لاکھوں ٹن سامان قبضے میں لے کر اپنی فوجی و انتظامی معاشی اخراجات کا حساب برابر کرنے سمیت اب تک برسوں کا راشن ذخیرہ کیا جاچکا ہے۔ جن کی سپلائی میں انہیں عموماً شدید دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ واضح رہے کہ پاکستان نہ صرف غیر قانونی طریقے سے بلوچستان پر قابض ہے بلکہ بلوچ قوم کی قومی وفطری احساسات، معیشت اور بنیادی انسانی حقوق کا روز کھلواڑ کررہا ہے جو کہ ایک سنگین جُرم ہے۔

2۔دودھاری تلوار آرمی براہِ راست مداخلت پر:

یہ الگ بات ہے کہ دنیا میں عام طور پر کہیں بھی آرمی ریلیف سرگرمیوں میں مداخلت نہیں کرتی مگر یہ پاکستان ہے کہ جہاں گنگا ہمیشہ اُلٹا بہتا ہے۔ مقبوضہ بلوچستان میں پاکستانی مشینری کی بے حسی اس وقت مزید خطرناک صورت اختیار کرگئی جب متکبر، مغرور اور سرکش آرمی کو زلزلہ متاثرہ علاقوں میں کھلی چھوٹ دی گئی اور وہ واقعہ کے دوسرے روز آواران میں چڑھ دوڑ آئی۔ فوجی مقاصد کیلئے استعمال ہونے والے آرکولس (C130) جیسے مال بردار طیاروں کے علاوہ آرمی کے کوبرا اور گن شپ ہیلی کاپٹرز کی آبادیوں پر نچلی پروازیں شدید خوف و ہراس پھیلانے کا باعث بن رہے ہیں۔ متاثرہ علاقوں میں امدادی سرگرمیوں کے بہانے اسکولوں اور ہسپتالوں پر قبضہ کرکے انہیں فوجی چھاؤنیوں میں تبدیل کردیا گیا۔ مزدوروں، بزگروں اور راہگیروں کو تنگ کرنے کا ایک نیا سلسلہ شروع ہوا ہے۔ کولواہ کے علاقے ڈنڈارار گیشکور میں آرمی کے اہلکاروں نے متعدد افراد کو گرفتار کرکے نامعلوم مقام پر منتقل کردیا ہے۔ جبکہ امریکی فراہم کردہ جدید دوربین سسٹم کے ذریعے علاقے کی فضائی و زمینی نگرانی میں اضافہ کیا گیا ہے۔ مشکے اور آواران کا مکمل محاصرہ کرکے آبادیوں پر شیلنگ کی جارہی ہے۔ اور فورسز کی بھاری تعداد علاقے میں Deployed کی گئی ہے۔ شیلنگ اور Straight فائرنگ کے نتیجے میں اب تک متعدد بلوچ شہید اور کئی زخمی ہوگئے ہیں۔ گویا ایک طوفان بلا نے سر اٹھالیا ہے جو انہی بے رحمی اور بدنام کرتوتوں پر مبنی تاریخ رکھتی ہے۔ ریلیف آپریشن پر پاکستان آرمی نے علاقے میں جیسے ہی قدم رکھا، لوگوں میں تشویش، بے چینی اور خوف کا عنصر غالب آنا شروع ہوا اور غلامی کی زخموں پر نمک پاشی کرتے ہوئے آرمی کی گاڑیاں جہاں سے گزرتیں یا کیمپ ونا کہ لگا کر بھیٹتے، علاقہ مکین فوری طور پر علاقہ چھوڑ جاتیں۔ ڈنڈار، گیشکور، تیرتیج، آواران اور مشکے میں اب تک کئی خاندان اپنے گھر اور مال مویشی چھوڑ کر نقل مکانی (Displace) کرچکے ہیں۔ پاکستان اور اسکی فوج سے نفرت کا یہ عالم ہے کہ ننھے منھے بچے جب پاکستانی فوجی گاڑیوں اور جہازوں و ہیلی کاپٹروں کو دیکھتے ہیں تو شدید غصے میں اپنے اپنے مخصوص لہجے میں انہیں بُرا بھلا کہہ کر ان پر لعنت بھیجتے ہیں۔ زلزلہ متاثرہ علاقوں میں پاکستانی استعماری فوج نے قلم اور کتاب کی تقدس کو پامال کرتے ہوئے تعلیمی و تدریسی عمل پر مکمل قدغن لگا کر اسکولوں پر قبضہ کرکے چاروں اطراف مورچے قائم کئے ہیں۔ جہاں رات بھر فائرنگ اور گولہ باری کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور دن میں بہلانے اور پھسلانے کی حد تک اپنے مقامی یتیم سیاسی میر ومعتبرین کے زریعے بعض سادہ لوح اور غلامانہ نفسیات کا از حد شکار لوگوں میں دال چنا تقسیم کرکے ہرٹ اینڈ مائنڈ آپریشن (Heart and Mind) کے تحت سیاسی ہمدردی کے حصول کی سعی لاحاصل میں مصروف کار رہتے ہیں۔ مقامی لالچی میر ومعتبرین کے گھر راشن اور China Aid کے ادنیٰ معیاری کمبلوں (Low Quality Blankets) سے بھر دیئے گئے ہیں۔ بعض علاقوں میں یہی جعلی میر ومعتبرین لالچ نفس کا انتہائی درجہ شکار ہوکر آپس میں دست وگریبان ہوگئے ہیں۔ مگر بلوچ عوام نے پاکستانی فوج اور دیگر ریاستی اداروں کی جانب سے تقسیم شدہ امداد کو نہ صرف واضح طور پر مسترد کرکے قبضہ گیریت سے نفرت کا برملا اظہار کیا ہے بلکہ عالمی میڈیا، اقوام عالم اور مہذب دنیا وانسانی حقوق کے علمبردار تنظیموں کو انسانیت کے ناطے براہِ راست مداخلت کی پیش کش کی ہے۔ یاد رہے کہ قدرتی آفت کے پہلے روز ہی بلوچ آزادی پسند تنظیموں نے ذرائع ابلاغ کے بھیجے گئے ایک پیغام میں کھل کر اپنے موقف کا اظہار کیا تھا کہ امدادی سرگرمیوں کی آڑ میں پاکستانی اداروں کو نوآبادیاتی سیاست چمکانے اور منفی عزائم کو عملی جامہ پہنانے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ عالمی اداروں بالخصوص اقوام متحدہ و عالمی میڈیا کو دعوت دیتے ہیں کہ زلزلہ متاثرہ علاقوں کا وزٹ کریں۔ مگر یہ پاکستان ہی ہے جو عالمی اداروں

اور عالمی میڈیا کے نمائندوں کی حقائق تک رسائی کے سامنے ہمیشہ سے مانع رہے ہیں۔

3۔نام نہاد فلاحی ادارے ایک رڈ انقلابی ٹولہ:

فوج کے ساتھ ساتھ پاکستان کے نام نہاد فلاحی ادارے جو براہِ راست آئی ایس آئی کے ریموٹ پر چلتے ہیں اور انہی کے تخلیق کردہ ہیں، کے رضا کار موبائل ٹیموں کو متاثرہ علاقوں میں متحرک کیا گیا ہے۔ عالمی دہشتگرد حافظ سعید کے انتہاء پسند مذہبی تنظیم جماعت الدعوۃ(سابقہ لشکر طیبہ) کے ونگ فلاح انسانیت فاؤنڈیشن (FIF) اور جیسے خفیہ ایجنسیوں اور فوج کے بغل بچہ تنظیمیں بحالی کے نام پر گھر گھر وزٹ کر کے لوگوں کے کوائف، ڈیٹا، شناختی کارڈز، تعداد گھرانہ اور دیگر تفصیلات جمع کر رہے ہیں۔ تاکہ اس موقع سے بھر پور فائدہ اٹھا کر کسی طرح بلوچ عوام کے ذہنوں کو مفلوج کر کے تحریک آزادی کی تپش کو کم کیا جا سکے۔ ایک علاقہ مکین کے مطابق ایمبولینس نُما گاڑی میں سوار ایف آئی ایف کے داڑھی بردار اہلکاروں نے خود ہی انکشاف کیا تھا کہ ''ہم حافظ سعید گروپ سے ہیں، پہلے ہمارے تنظیم کا نام لشکر طیبہ تھا، اب جماعت الدعوۃ رکھا گیا ہے۔ ہم وہی ہیں جو کشمیر کے محاذ پر ہندوستان کے خلاف لڑ رہے ہیں'' پھر وہ مختلف سوالات پوچھنے لگے'' آپ کا قومی ترانہ کونسا ہے؟ ہمیں پتہ ہے، ماچکیں بلوچانی۔۔۔ پاکستان مردہ باد آخر کیوں؟'' پھر اگلی سانس میں خود ہی کہنے لگے'' ہمیں شدت پسندوں (سرمچاروں) سے خطرہ ہے۔ یہ لبریشن والے ہمیں ماریں گے، پاکستانی فوج ہمیں ہاتھ تک نہیں لگاتا، وہ ہمارا اپنا فوج ہے'' اس دوران وہ شدید گھبرائے ہوئے تھے۔ ہرٹ اینڈ مائنڈ آپریشن کے تحت دوائیاں (Medicine) تقسیم کئے۔ علاقے کے حوالے سے تفصیلاً دریافت کیا، پھر فوٹو گرافی، ویڈیو اور ریکارڈنگ اور اپنی تنظیم کا چاکنگ کرتے ہوئے دوسرے گاؤں کی طرف چلے گئے۔ (پاکستان کے نام نہاد فلاحی تنظیموں اور ان کے دوہری کردار کا اگلے کسی کالم میں احاطہ کرنے کی کوشش کروں گا)۔

4۔کھٹ پتلی سیاستدانوں کی سیاسی دکانداری:

زلزلے کے چند ہی روز بعد ریاستی خادم اعلیٰ ڈاکٹر مالک اپنے پولیٹیکل سیکریٹری خیر جان بزنجو، فوج کے آلہ کار خاص حاصل بزنجو اور آئی ایس آئی کے اہم کارندہ قدوس بزنجو سمیت درجنوں پاکستانی حکمرانوں نے آواران کا رُخ کیا۔ سرکاری دفاتر اور ریسٹ ہاؤسز میں قابض ریاستی مشینری اور ملٹری وسول افسران کی بھر مار ہونے لگی۔ آواران ضلعی ہیڈ کوارٹر میں مسخرے کے تماشے، میلے اور محفل کے دربار جمالئے گئے۔ ضمیر فروش میروں کی لائن لگ گئی۔ کاسہ لیسی اور سجدہ ریزی کی ان کی پرانی خواہش نے پھر سے انگڑائی لی۔ حکمرانوں کی پروٹوکول، سلامی اور سیکیورٹی انتظامات میں خاطر خواہ اضافہ کیا گیا۔ شہر کا فضاء مصروف اور ہیلی کاپٹروں کی شور سے گونجتا رہا۔ زلزلہ متاثرین کی بحالی اور امداد کے حوالے کھوکھلے دعوؤں واعلانات کا نہ رُکنے والا سلسلہ شروع ہوا۔ مگر ان کا حقیقت سے دور دور کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ اس حوالے ملاحظہ ہوں آواران کے دورے پر آئے ہوئے بی بی سی اردو سروس کے نامہ نگار صباء اعتزاز، ریاض سہیل اور بی بی سی ورلڈ کے شاہ زیب جیلانی کے ان دنوں خصوصی رپورٹس جن میں ان دعوؤں کی مکمل پول کھل چکی ہے۔

گیشکور کے ایک دوست کا کہنا تھا کہ جس دن ڈاکٹر مالک بہ ہمرائے حاصل بزنجو، قدوس بزنجو، خیر جان بزنجو اور ایک فوجی کرنل بذریعہ ہیلی کاپٹر کولواہ کے فضائی دورے کے موقع پر گیشکور آرمی کیمپ اُترے تو کافی گھبرائے ہوئے تھے۔ حاصل بزنجو ڈر و خوف کے عالم میں کپکپا رہا تھا، قدوس اور خیر جان بڑے سہمے ہوئے تھے۔ مختصر گفتگو کے بعد کسی نے ڈاکٹر مالک کے کان میں کہا کہ جی آپ کا (نیشنل پارٹی کا) ایک پرانا مقامی کارکن زلزلے میں جان بحق ہو چکا ہے، لہٰذا پارٹی تقاضا ہے کہ چلیں ان کے گھر تعزیت کرتے ہیں۔ مگر سینکڑوں آرمی اہلکاروں کی سیکیورٹی کے باوجود ڈاکٹر مالک اور ان کے چیلوں نے عدم تحفظ کا اظہار کر کے ان کے گھر جانے کے بجائے اپنے طور پر آرمی کیمپ میں فاتحہ خوانی پر اکتفاء کیا، حالانکہ ان کے اہلخانہ میں سے کوئی وہاں موجود نہیں تھا۔ ابھی انہیں ہیلی کاپٹر سے اُترے بمشکل پندرہ منٹ ہی گزرے تھے کہ ڈاکٹر مالک لوگوں کے درمیان سے عجلت میں نکل کر اچانک ہیلی کاپٹر میں بیٹھ گئے۔ قدوس اور خیر جان کے بعد فوج کے آلہ کار حاصل بزنجو کو آرمی کی گاڑی پر تیزی سے لاکر ہیلی کاپٹر میں بٹھایا گیا اور ہیلی کاپٹر نے دوبارہ اڑان بھر لی۔ ذرائع ابلاغ کے نمائندوں کے مطابق ڈاکٹر مالک نے سیکیورٹی خدشات کے پیش نظر انہیں تک بتائے بنا علاقے کا مختصر دورہ سمیٹا۔ کیونکہ مکران اور آواران کو وہ اپنے لئے کسی بھی طرح محفوظ تصوّر نہیں کرتا۔

اس سے پہلے وزیر اعلیٰ پنجاب نے بھی یہاں آنے پر یہی روش اپنایا تھا۔

وزیر اعلیٰ پنجاب کی طرح ڈاکٹر مالک اور قدوس بزنجو بھی پاکستانی نمائندے ہیں۔ بلوچ قوم بالخصوص آواران کے عوام نے انہیں منتخب کیا ہے نہ انہیں اپنا سیاسی وقومی نمائندہ تصور کر کے ان سے ہمدردی کا کوئی جذبہ رکھتے ہیں۔ مگر یہ نوآبادیاتی نظام کا

خاصہ ہے کہ سامراجی نمائندے محکوم عوام میں جبراً اپنی جعلی حیثیت منوانے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنے رویے میں موجود موقع پرستی کے رُ جحان سے بھر پور استفادہ کرنے کی سعی میں ہمیشہ سرگردان رہتے ہیں کہ کب کوئی بہتر موقع ہاتھ آجائے اور اس سے تھوڑی بہت سیاسی ہمدردی کا حصول ممکن بنایا جاسکے۔ سامراجی حکمران محکوم عوام کی مجبوریوں اور تنگ دستی کے حالات میں ان کے عزت نفس سے کھیلنے میں شاطرانہ حدتک مہارت رکھتے ہیں جس کے لئے انہیں باقاعدہ تربیتی عمل سے گزاراجاتا ہے کہ بُھو کے، تنگ دست اور آفت زدہ غلاموں کو مشکل حالات میں کیسے بہلا کر اپنا بنایا جاسکتا ہے، لیکن آواران اور کولواہ کے آفت زدہ مگر باشعور بلوچ عوام نے ڈاکٹر مالک کے بھیجے گئے نمائندہ ظہور بلیدی کا زلزلے کے دوسرے روز کولواہ ڈنڈار میں جوحشر کیا اور ایک ویڈیو میں جس طرح خواتین و بچے ان پر پتھر برسارہے ہیں، اس سے عبرت حاصل کر کے نوشتہ دیوار پڑھ لینا چاہیئے۔

5۔ عالمی اداروں کی امداد کی پیشکش کو ٹھکرانا:

عالمی اداروں کی بار بار پیشکش کے باوجود پاکستان انہیں بلوچستان کے زلزلہ زدہ علاقوں کے دورے کی اجازت دینے پر تاحال اجتناب برت رہی ہے۔ اشرافیاء طبقے کے بعض صحافی، تجربہ کار اور آرمی کے ریٹائرڈ جنرل اس ہچکچاہٹ کی وجہ اس خدشے کو سامنے رکھ کر کر رہے ہیں، جس کے تحت عالمی انسانی حقوق کے اداروں کو قابض پاکستان کے خلاف برسرِ پیکار بلوچ قومی تحریک آزادی کی حقیقت، اہمیت اور کامیابی کی ضرورت کو قریب سے دیکھنے، پرکھنے اور سمجھنے میں مدد ملے گی۔ جو کہ ممکنہ طور پر پاکستانی نوآبادیاتی واستحصالی نظام، ناانصافی اور بلوچ قوم پر ڈھائے گئے غیر انسانی مظالم سے متعلق آگاہی حاصل کر کے قومی تحریک آزادی کیلئے عالمی ہمدردی میں اضافے کا باعث بن سکتا ہے۔ حالانکہ ماضی قریب میں کشمیر کے زلزلہ زدگان اور سندھ کے سیلاب متاثرین کی بحالی کے لئے پاکستانی سرکار نے عالمی اداروں سے ازخود مدد کی اپیل کی تھی۔ لیکن انسانیت کے ناطے عالمی اداروں کی بلوچستان کے زلزلہ متاثرین کی امداد اور بحالی Rehabilitation کی سنجیدہ پیشکش کو مسلسل ٹھکرایا جارہا ہے۔ جس سے ایک اور انسانی المیے کے جنم لینے کا اندیشہ ہے۔ تاہم پاکستان آرمی کی جانب China Aid کے ادنیٰ معیاری کمبلوں کی بعض متاثرہ علاقوں میں تقسیم کا عمل جاری ہے جسے ایک سوچی سمجھی سامراجی منصوبہ کا حصہ قرار دیا جاسکتا ہے، کیونکہ چائنا چاہتا ہے کہ گوادر پورٹ، سینڈک پروجیکٹ اور مقبوضہ بلوچستان کے دیگر علاقوں میں جاری چینی استحصالی کمپنیوں کی لوٹ کھسوٹ کے نتیجے میں بلوچ سماج میں جنم لینے والی نفرت کو زائل یا کم کر کے بلوچ عوام سے ہمدردی کا حصول ممکن بنایا جاسکے۔

6۔ مذہبی جماعتوں کے غیر مدلل پروپیگنڈے:

مذہب اسلام کے نام کا غلط استعمال تو گویا پاکستانیوں کا اوڑھنا بچھونا بن چکا ہے۔ مذہب کو سیاسی ڈھال کے طور پر استعمال کر کے، اس کی اصلی اور حقیقی روپ کو بگاڑنا ایسی ہوگئی ہے۔ جیسے کسی جاندار سیل میں Genetic Alteration کی جاتی ہے۔ کبھی کبھار محسوس ہوتا ہے مذہب کوئی خاص عقیدہ نہیں بلکہ ایک ٹولہ کی مانند ہے جسے کوئی بھی گروہ اپنے اپنے مخصوص متعین مفادات کیلئے ایک نئے زاویے سے تشریح کر کے اپنے حق میں بہتر اور با آسانی استعمال کرسکتا ہے۔ جس طرح ہندوستان میں پنڈت، مغرب میں پادری اور پاکستان میں ملا کرتے چلے آرہے ہیں۔ چین پر سامراجی تسلط کے دنوں میں جس طرح مغربی پادری چینی عوام کو مختلف ڈراؤنے اور اندھی تقلید کے حامل ہتھکنڈوں کے تحت خاموش کرانے اور سامراجیت کے سامنے سرتسلیم خم کرنے کی سعی کرتے رہے۔ بالکل اسی طرح آج قابض پاکستان کے سعودی حمایت یافتہ مذہبی جماعتوں (جمیعت، جماعت اسلامی، جماعت الدعوۃ وغیرہ) کے ملا تمام مذہبی و انسانی اور اخلاقی اقدار کی حدوں کو پھلانگ کر بنگالیوں کی طرح مظلوم بلوچ قوم کی لازوال ایثار وقربانیوں کو خاطر میں نہ لا کر ان کی جدوجہدِ آزادی کو سبوتاژ کرنے میں پاکستانی فوج کے شانہ بشانہ ردِ انقلابی کردار ادا کر رہے ہیں، اب ستم ظریفی یہ ہے کہ قدرتی آفت زلزلہ کو لیکر بلوچ قومی شہیدوں کے روح کو تکلیف پہنچا کر تحریک آزادی کے خلاف جس زہریلے حدتک ہرزہ سرائی اور غیر مدلل پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے، اس سے روح انسانیت کانپ اٹھتا ہے لیکن کوئی ان پر کان دھرنے والا نہیں۔

عجیب تضاد ہے کہ یہی زلزلہ جب کشمیر میں آتا ہے، ہزاروں لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے تو اسے بڑے نرم اور دھیمے لہجے میں آزمائش خداوندی کا نام دیا جاتا ہے، لیکن جب یہ بلوچ دھرتی کے ایک ٹکڑے کو اپنی زد میں لیتا ہے تو اسے عذاب اور قہر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ کتنی بڑی منافقت اور سچائی سے انحراف ہے۔ اسی طرح سیلاب کیچ کو بھی ایک زمانے تک اپنے گناہوں کا نتیجہ قرار دیا گیا۔ لیکن جب سندھ میں سیلاب آیا۔ گھر بار، فصلیں، مال مویشیاں، غرض ہر چیز بہا لے گیا۔ تو بھی اس کے لئے خوبصورت اصطلاح ''قدرتی امتحان'' کا انتخاب کیا گیا۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ زلزلہ کثرالارض سے توانائی کے اچانک اخراج کی وجہ سے رونما

ہوتے ہیں جس کی وجہ سے زلزلہ کی لہریں پیدا ہوتی ہیں۔ یہ توانائی اکثر آتش فشانی لاوے کی شکل میں سطح زمین پر نمودار ہوتی ہے۔ (آتش فشانی لاوے) کے قوت اخراج سے کثرالارض کی ساخت مالی تختیوں میں حرکت پزیری پیدا ہوتی ہے۔ لہٰذا اپنے دوران حرکت سے تختیاں آپس میں ٹھکراتی ہیں جس کی وجہ سے سطح زمین کے اوپر جھٹکے اور زلزلے Tremours پیدا ہوتے ہیں۔

اب شنید میں آیا ہے کہ فوج کو کولواہ میں تعینات کرنے کا باقاعدہ فیصلہ کیا جا چکا ہے۔ جس کا قدوس بزنجو اور آرمی کے میجر ثمر یز سالک نے بھی انکشاف کیا تھا۔ آرمی میجر کے مطابق فوج ابھی نھیں جائے گی، بلکہ آواران تا ڈنڈار پکی سڑک اور کیڈٹ کالج آواران تعمیر سمیت بجلی پر بھی کام کرے گی۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ آواران تا ڈنڈار سڑک کی تعمیر کا ٹھیکہ FWO کو دیا جا رہا ہے۔ اگر چہ یہ خیالی پلاؤ سے بڑھ کر اب تک کچھ بھی نہیں کہ پاکستان کی قبضہ گیر فوج نے ڈاکٹر مالک اور قدوس بزنجو کی ایماء پر زلزلہ زدگان کی بحالی کے نام پر بہت ہی سہل جواز تراش کر نوآبادیاتی عزائم کے تحت ڈنڈے کے زور پر انفراسٹرکچر کی تعمیر اور دیگر ریاستی احساسات کا داغ بیل ڈالنے اور فوجی قوت کے زیر سایہ اپنا وجود برقرار رکھنے کا جو فیصلہ کیا ہے، اس کی آڑ میں علاقے میں بے پناہ قتل و غارتگری، نسل کش آپریشن میں تیزی، سرچ اینڈ ڈسٹروائے اور بلوچ عوام کے گرد گھیرا تنگ ڈال کر سیاسی عمل کو دبانے کا تہیہ کیا جا چکا ہے۔ بظاہر عوامی سہولیات دکھنے والے ریاستی انفراسٹرکچر حقیقت میں نوآبادیاتی خصلتوں کا آئینہ دار ہوتے ہیں۔ روڈ، بجلی، فائبر آپٹکس کیبل وغیرہ دشمن ریاست اور اسکی فوج کو Basic Medium فراہم کرتے ہیں جس طرح مٹی میں پانی کی مدد سے پودے کو غذائیت Nutrients مہیا ہوتے ہیں اسی لئے نوآبادیاتی زہریلے درخت کو پھلنے پھولنے سے روکنے کیلئے ضروری ہے کہ اس کی بنیادی غذائی ضروریات کو پوری کرنے والی Infrastructure کو توڑا جائے۔ ہر وہ میڈیم جوان کی نشوونما اور افزائش کے لئے مفید ثابت ہو تباہ و برباد کیا جائے۔ بلوچ عوام کو بخوبی ادراک ہے کہ علاقے میں انفراسٹرکچر کی تعمیر سے فوج، خفیہ اداروں کے اہلکاروں اور ڈیتھ اسکواڈ کے کارندوں کے نقل وحمل میں خاطر خواہ اضافہ ہوگا۔ مقامی غداروں اور بے ضمیر لوگوں کو فوج سے قربت رکھنے میں آسانی ہوگی اور بلوچ فرزندوں کی زندگیوں کو علاقے میں شدید خطرات لاحق ہوں گے۔ قومی تحریک آزادی کو مشکلات کا سامنا ہوگا اور سیاسی قومی عمل متاثر ہوگا۔ اسی لئے بلوچ عوام کبھی نہیں چاہتا کہ قومی تحریک آزادی پر شبخون مار کر تعمیر و ترقی کے پُر فریب نعرے میں پارلیمانی باجگزاروں و خیمہ برداروں کو گندی سیاست چمکانے کا موقع دوبارہ میسر آجائے، نام نہاد علاقائی میر و معتبرین کی مردہ قسمت پھر سے جاگ اٹھے اور فوج انہیں روندتا چلا جائے۔

مطالعہ کیلئے تو پوری زندگی درکار ہے لیکن یہ نظریہ عمل سے وابستہ ہونا چاہیئے کوئی بھی شخص اس بات کا دعوی نہیں کرسکتا کہ اسے علم میں کمال حاصل ہے دنیا ہر لمحہ بدل رہی ہے عوام ترقی کی نئی راہیں تلاش کر رہی ہیں۔ ہمیں بھی مطالعہ جاری رکھنا چاہیئے تاکہ جو کچھ سیکھیں اسے عمل میں لائیں۔ اور عوام کے ساتھ ساتھ چلنے کا یہی ایک لائحہ عمل ہے۔ جو وقت تم کلاس میں صرف کرتے ہو نسبتا کم ہے۔ یہاں پر تمہارے مقصد اتنے عظیم نہیں ہو سکتے۔ یہ تعلیم ایک بیج کے مانند ہے۔ جس کی آبیاری تمہیں کرنی ہے تاکہ یہ تناور درخت بن سکے اور پھل دے سکے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس بیج کی تشریح ان الفاظ میں کی جاسکتی ہے، یونیورسٹی کی سطح پر اعلی تعلیم کا مقصد عوام سے اتحاد اور عظیم مقاصد کی پرداخت ہے۔ مختصر الفاظ میں سائنسی فکر رکھنا اور عوام کی خدمت کرنا یا دوسرے الفاظ میں عوام سے پہلے خود تکلیف برداشت کرنا اور سب سے بعد خوشیاں حاصل کرنا ہے

☆☆((((ہو چی من))))☆☆

پاکستانی زلزلے میں بلوچستان کے نسلی تضاد کو واضح کر دیا

شاہ زیب جیلانی بی بی سی نیوز
بلوچستان/ترجمہ: قائم خان بلوچ

گزشتہ منگل کو کو آنے والے زلزلے نے پاکستان کے جنوب مغربی صوبے بلوچستان میں 400افراد کو موت کی آغوش میں دھکیل دیا اور 3لاکھ سے زیادہ افراد کو متاثر کیا۔زلزلے کی تباہ کاریوں اور پاکستانی حکومت کے ردِعمل نے گہرے نسلی تضادات کو اجاگر کیا ہے جو اس ایٹمی ملک کی استحکام کیلئے خطرہ ہیں۔

خستہ حال سڑک پر آدھے گھنٹے کی مسافت طے کرنے کے بعد آواران ٹاؤن سے باہر تیر تیج آتا ہے۔پچھلے ہفتے آنے والے 7.7 کی شدت کے زلزلے نے اس گاؤں کے 95فیصد کچے مکانات کو منہدم کر دیا تھا۔صرف اس چھوٹے سے گاؤں میں 22لوگ جان بحق ہوئے تھے۔

زندہ بچ جانے والوں میں سے متعدد گہرے صدمے سے دوچار ہیں اور متعدد کے بازو اور پسلیاں ٹوٹ گئی ہیں اور سروں پر گہری چوٹیں آئی ہیں۔آواران کے مرکزی ہسپتال میں کوئی ایکسرے مشین نہیں ہے۔جو استطاعت رکھتے تھے،اپنے زخمی رشتہ داروں کو چھ سات گھنٹوں کی مسافت پر واقع کراچی لے گئے۔لگ بھگ 48 گھنٹوں بعد جب پاکستانی فوجی خیموں اور خوراک سے لدے ایک ٹرک کے ساتھ تیر تیج پہنچے تو گاؤں والوں نے انہیں واپس بھیج دیا۔ایک دیہاتی نے بتایا کہ ہم نے انہیں بتا دیا ہے کہ ہمیں انکا کچھ نہیں چاہیئے۔

بغاوت:

پاکستانی آرمی اور پیراملٹری فورس ایف سی کے خلاف ناپسندیدگی کے جذبات چند دیہاتوں تک محدود نہیں ہیں بلکہ یہ پاکستان کے رقبے کے لحاظ سے سب سے بڑے، معدنی وسائل سے مالا مال مگر اسکے سب سے پسماندہ خطے بلوچستان بھر میں پھیل گئی ہیں۔ہزاروں پاکستانی فوجیوں کو وہاں تعینات کر دیا گیا ہے جنہوں نے صوبے کا کنٹرول سنبھال لیا ہے۔پاکستانی فوج کہتی ہے کہ وہ ملک کی علاقائی سالمیت کیلئے علیحدگی پسند بلوچ باغیوں کے خلاف لڑ رہی ہے جنہیں بیرونی قوتوں خصوصاً بھارت کی پشت پناہی حاصل ہے۔مگر آرمی کو بذات خود وہاں ایک بیرونی فورس تصور کیا جاتا ہے جو پشتونوں اور پنجابیوں پر مشتمل ہے۔فوجی اہلکاروں پر بلوچ قوم پرستوں کی بڑے پیمانے پر جبری گمشدگیوں اور حراستی قتل کے الزامات ہیں جن سے وہ انکار کرتی ہیں۔

بلوچ قوم پرستوں کے ایک گروپ بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن (آزاد) کے 29 سالہ سربراہ بلوچ خان کے مطابق اس علاقے میں ایسا کوئی گاؤں نہیں بچا جس نے پاکستانی فوج کے جبر کا سامنا نہ کیا ہو۔''میرے بہت سے ساتھیوں کو پکڑ کر قتل کیا جا چکا ہے اور کئی ابھی تک لاپتہ ہیں''۔

بلوچ خان کراچی یونیورسٹی میں تاریخ کے طالب علم تھے جنہیں اپنی اعلیٰ تعلیم چھوڑ کر بلوچستان کے پہاڑوں میں پناہ لینی پڑی۔بلوچ قوم پرستوں کے جس دھڑے کی وہ قیادت کرتے ہیں،اسے حکام کی جانب سے پاکستان مخالف مسلح گروہ قرار دیکر کالعدم قرار دیا گیا ہے۔آج اپنے دوسرے ساتھیوں کی طرح بلوچ خان بھی پاکستانی سیکیورٹی ایجنسیوں سے روپوش ہیں۔انکے مطابق ''اگر انہوں نے مجھے تلاش کر لیا تو وہ مجھے مار ڈالیں گے''۔

ہم نے ان سے آواران کے وسط میں ایک خفیہ جگہ پر ملاقات کی۔وہ وہاں گھاس پھوس کی بنی ایک جھونپڑی کے سامنے بیٹھ گئے جسکے اردگرد گارے مٹی سے بنے کچے مکانات تھے۔طاقتور پاکستانی فوج کے مخالف ہونے کی بناء پر وہ حیرت انگیز طور پر پرسکون انداز میں اور آسانی سے اپنے ساتھیوں کے ساتھ نمودار ہوا۔

''یہ میری مادر وطن ہے جس پر پاکستانی فوج نے قبضہ کیا ہوا ہے۔ہم ایک آزاد بلوچستان کیلئے لڑ رہے ہیں''اس نے کہا۔

میں نے پوچھا کہ کیا آپ مسلح ہو؟ کیا آپ اپنی حفاظت کیلئے ہتھیار ساتھ رکھتے ہو؟

اس نے جواب دیا''نہیں میں اپنے ساتھ کتابیں رکھتا ہوں۔میں ہوچی منھ اور چے گویرا جیسے شخصیات کے متعلق مطالعہ کرنا پسند کرتا ہوں''

مگر یہ بے چینی کا لمحہ ہے جب زلزلے سے زندہ بچ جانے والوں کو خیموں،ادویات اور ڈاکٹروں کی ضرورت ہے۔جب میں نے ان سے پوچھا کہ امدادی سرگرمیوں میں خلل کیوں ڈالا جا رہا ہے؟

تو اس نے کہا کہ ہمارے لوگ امداد کیلئے بے چین ہیں مگر ہم ان لوگوں کی مدد کیسے لے سکتے ہیں جنہوں نے ہمارے گھر تباہ کیئے ہیں۔ہمارے لوگوں کو مار ڈالا ہے اور صدیوں سے ہمیں محکوم بنائے ہوئے ہیں؟۔اس نے پوچھا۔

بلوچ قوم پرستوں کو خدشہ ہے کہ فوج آواران کی فضاء کو مزید فوجی نفریوں کی تعیناتی اور مزاحمت کاروں کے خلاف فوجی آپریشن کی تیاریوں کیلئے استعمال کر رہی ہے۔آرمی کے افسران یہ اعتراف کرتے ہیں کہ زلزلے کے بعد آواران میں واقع انکے بیس میں صوبائی دارالحکومت کوئٹہ اور کراچی سے فضائی اور زمینی راستوں سے فوجی نفریوں کی تعیناتیوں میں اضافے کی صورت میں وسعت لائی گئی ہے۔مگر انکا کہنا ہے کہ یہ اضافہ امدادی سرگرمیوں کی دیکھ بھال کیلئے کیا گیا ہے۔

انفینٹری ڈویژن 33 کے کمانڈنگ جنرل آفیسر میجر جنرل سمریز سالک کا کہنا ہے''ہمارے امدادی ٹیموں پر فائرنگ کی گئی ہے اور ہمارے ہیلی کاپٹروں پر حملہ ہوا ہے۔وہ (مزاحمت کار) ہمارے امدادی آپریشن کو متاثر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں مگر ہم ان کو بھرپور جواب دے رہے ہیں۔وہ یہ اعتراف کرتے ہیں کہ متاثرہ دیہاتوں میں سے چند ایسے ہیں جہاں فوج کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا جاتا ہے مگر یہ بھی اصرار کرتے ہیں کہ اب رویوں میں تبدیلی آ رہی ہے۔

''لوگ دیکھ سکتے ہیں کہ ہم ان کی مدد کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔وہ دیکھ سکتے ہیں کہ ہم انکے ساتھ ہیں۔اور جب میں دیہاتوں کا دورہ کرتا ہوں تو مجھے عزت دی جاتی ہے۔اس پر یقین کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ ہمیں ایک قبضہ گیر فوج کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔

نجی طور پر فوج کے دیگر افسران یہ اعتراف کرتے ہیں کہ بعض اوقات فوج کو وہ سب کچھ کرنا پڑتا ہے جو ریاستی عملداری کو قائم رکھنے کیلئے ضروری ہوتا ہے۔ایک افسر نے کہا''اگر انکے لڑکوں میں سے کسی نے میرے بہت سے اہلکاروں کو ہلاک کیا ہے تو آپ مجھ سے اس سے کیا برتاؤ رکھنے کی توقع کرتے ہیں جب ہم اسے پکڑ لیتے ہیں''؟۔

جمہوریت

ڈاکٹر مبارک علی

سیاسی و معاشی اور سماجی ادارے اور روایات زمانہ، وقت اور معاشرے کی ضروریات کے تحت بنتے ہیں ان کی افادیت اس وقت تک رہتی ہے کہ جب تک وہ حالات کے مطابق کام کریں۔لیکن جب وہ بدلتے ہوئے حالات کا ساتھ نہیں دے سکتے ہیں تو ان میں زوال آ جاتا ہے اس مرحلہ پر یا تو ادارے کی اصلاح کی ضرورت ہوتی ہے یا پھر اس کی جگہ کسی اور نئے ادارے کی تنظیم کی۔اس نقطہ نظر سے جب جمہوریت کے ادارے اور اس کے ارتقاء کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمارے سامنے جو چیز واضح ہو کر آتی ہے وہ یہ کہ جمہوریت کا ادرہ ایک حالت اور ایک صورت میں مستقل نہیں رہا بلکہ برابر خود کو بدلتا رہا اور بدلتے حالات و ماحول کے مطابق اپنے اندر تبدیلی کرتا رہا یہی وجہ ہے کہ صدیوں کے اس سفر میں یہ ادارہ آج بھی نئی توانائی کے ساتھ موجود ہے۔

جمہوریت کی بال ابتدائی شکل تقریبا دنیا کے ہر معاشرے میں رہی ہے کہیں یہ پنچائیت کی شکل میں تھی کہیں جگہ یا مجلس مشاورت کی شکل میں جس کی صورت یہ تھی کہ گاؤں، قصبہ یا برادری وقبیلہ کے لوگ مل بیٹھتے تھے اور اہم فیصلے باہمی مشورے سے کرتے تھے۔ان فیصلوں میں ضروری نہیں تھا کہ یہ متفق طور ہوں اسی طرح بوڑھے اور بزرگوں کو فیصلوں میں اہمیت دی جاتی تھی کیونکہ یہ سمجھا جاتا تھا کہ زندگی کے تجربوں کی وجہ سے وہ صحیح طور پر فیصلے کرسکیں گے۔ چونکہ ابتدائی زمانہ میں آبادی کم تھی شہروں کا سائز بھی کم ہوتا تھا اس لئے یہ ممکن تھا کہ لوگ ایک جگہ جمع ہوسکیں بحث مباحثہ کرسکیں اور فیصلوں میں شریک ہوسکیں۔

جمہوریت کے بارے میں نظریاتی طور پر سب سے پہلے بحث کا آغاز یونان سے ہوا۔یونانیوں کا سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ وہ بدامنی، انتشار اور خانہ جنگی سے ڈرتے تھے کیونکہ ان کی وجہ سے ان کی زندگی کا پورا نظام متاثر ہوجاتا تھا اس لئے وہ ایک ایسے سیاسی نظام کے خواہش مند تھے کہ جو معاشرے میں تنظیم کو قائم کرے۔اپنے تجربات کی بنیاد پر انہوں نے تین نظاموں کو ایک چکر میں گردش کرتا ہوا پایا۔مثلاً بادشاہت میں اختیارات کے حصول کے بعد بادشاہ ان اختیارات کو جس طرح چاہتا تھا استعمال کرتا تھا جس کے نتیجے میں تشدد، جبر اور بدعنوانیاں پیدا ہوتی تھیں۔ لہٰذا ایک مرحلہ پر معاشرہ کو یہ احساس ہوا کہ تمام اختیارات کا ایک شخص میں آجانا خرابی کی بنیاد ہے۔لہٰذا اس کے بجائے اولیگارکی (چندسری) نظام کو اختیار کیا۔ اس میں اختیارات کو چندافراد کے ہاتھوں میں تقسیم کردیا گیا تاکہ ایک فرد کی مطلق العنانیت سے نجات پائی جائے۔مگر بہت جلد یہ تجربہ ہوا کہ اختیارات کی اس تقسیم نے رکاوٹیں پیدا کردی ہیں اور کوئی کام ہی نہیں ہورہا ہے چند حکمران افراد کی باہمی نااتفاقی اور شک وحسد نے پورے نظام کو ایک جگہ ٹھہرا دیا ہے۔لہٰذا اس تجربہ کی ناکامی کے بعد ڈیموکریسی (جمہوریت) کا نظام اختیار کیا گیا۔اگرچہ اس وقت جمہوریت کا تصور بڑا مختلف تھا جمہور میں یونانی شہری ریاستوں کے غلام شامل نہیں تھے۔اس نظام میں یہ تجربہ کہ چونکہ عوام اکثریت جاہل، ان پڑھ اور ناتجربہ کار تھی اس لئے انہیں آسانی سے بہکایا جاسکتا تھا۔ چنانچہ چند زہین اور چالاک سیاستدانوں نے اپنے زور خطابت سے ان کو اپنا ہمنوا بنایا اور جمہوریت کی جگہ اپنی آمریت قائم کرلی۔ان تجربات کی بنیاد پر یونان مفکروں کا یہ خیال تھا کہ جمہوریت سب سے زیادہ خراب نظام ہے کیونکہ اس میں لوگوں کی شرکت کی وجہ سے انتشار اور بدامنی پھیلتی ہے۔اور انتشار سے فائدہ اٹھا کر آمریت یا بادشاہت قائم ہوتی ہے جب لوگ اس سے تنگ آتے ہیں تو اولیگارکی آتی ہے اور یوں یہ گردش جاری رہتی ہے۔

یونان میں ایک طرف یہ سیاسی تجربے ہورہے تھے تو دوسری طرف انہی تجربات کی روشنی میں یونانی مفکرین نئے نظریات کی تشکیل کررہے تھے کہ کون سا ایسا نظام ہونا چاہیے کہ جو معاشرہ میں امن و امان قائم کرے اور انتشار سے بچائے۔مثلاً افلاطون نے اپنی کتاب ''ریپبلک'' میں اس کا اظہار کیا معاشرے میں امیر و غریب میں اس قدر فرق نہیں ہونا چاہئے۔اور معاشرے کے استحکام کے لئے عدل کا ہونا ضروری ہے۔ارسطو نے اس بات کی جانب توجہ دی کہ سیاستدانوں کی زہانت اور عوام کی طاقت کو کیسے ملایا جائے؟ اس نے اس پر زور دیا کہ بادشاہت، چندسری اور جمہوریت کو ملایا جائے اور یہ تین صلاحیتوں کو متحد کرے گی۔خاندان، دولت اور لیاقت ان تینوں کا اتحاد سیاسی استحکام کی وجہ بن سکے گا۔ یونان میں 322ق۔م میں ارسطو کی وفات کے ساتھ ہی شہری ریاستوں کا زوال ہوا اور اب عالمی سطح پر رومیوں نے اپنا تسلط قائم کرلیا۔

رومیوں نے جو اپنا سیاسی ڈھانچہ بنایا وہ کسی شہری ریاست کا نہیں تھا بلکہ ایک امپائر کا تھا اس لئے اس میں تین ادارے تھے۔کونسل (جس نے بادشاہت کی شکل

اختیار کی) یہ عہدہ امپائر کا سب سے بڑا عہدہ تھا اس کے بعد سینٹ ہوتی تھی کہ جس میں امراء کی نمائندگی ہوتی تھی اسمبلیوں میں مقبول رائے کا اظہار ہوتا تھا یہ تینوں ادارے چیک اور بیلنس کے ذریعہ کام کرتے تھے۔

رومی زوال کے بعد یورپ میں فیوڈل ازم کا دور آیا کہ جس میں تمام اختیارات فیوڈل لارڈ کے پاس جمع ہو گئے اس عہد میں انگلستان میں جمہوری نظام کی طرف ایک اہم قدم اٹھایا گیا۔ یہ تھا 1215 میں انگلستان میں بادشاہ اور فیوڈل لارڈ یا امراء کے درمیان ایک معاہدہ جو میگنا کارٹا یا بڑا عہد نامہ کہلاتا ہے اس عہد نامہ کے تحت یہ طے ہوا کہ کوئی ٹیکس پارلیمنٹ (جس میں امراء یا فیوڈل لارڈ ہوتے تھے لاطینی لفظ پارلیمنٹریم کے معنی آپس میں بات چیت کرنے کے تھے) کی مرضی کے بغیر نہیں لگایا جائے گا۔ اس اہم شرط کے ساتھ دوسری 62 دفعات تھیں جن میں اہم یہ تھیں کہ قانون کی بالا دستی ہوگی، کسی کو بغیر کسی وجہ کے گرفتار نہیں کیا جائے گا۔ اور جیوری کے ذریعے مقدموں کے فیصلے ہوں گے۔

اس کے بعد سے انگلستان کی تاریخ میں بادشاہ اور پارلیمنٹ کے درمیان اختیارات کی ایک جنگ شروع ہوگئی اور یہ سوال اہم ہو گیا کہ انگلستان پر کس کی حکومت ہونی چاہیے بادشاہ کی یا پارلیمنٹ کی ؟ اسی بنیاد پر سترہویں صدی میں بادشاہ اور پارلیمنٹ کے درمیان خانہ جنگی ہوئی اور جب بادشاہ کو شکست ہوئی تو پارلیمنٹ نے اسے ملک سے غداری پر قتل کی سزا دی۔ اس نے پارلیمنٹ کی طاقت کو بادشاہ کے اختیارات سے زیادہ بڑھا دیا۔

انگلستان کی تاریخ کا دوسرا اہم واقعہ 1688 میں شاندار انقلاب کا ہے کہ جس میں پارلیمنٹ نے ہالینڈ کے بادشاہ ولیم اور اس کی انگریز ملکہ میری کو بلا کر حکومت سونپی۔ اس نے اس اصول کو قائم کر دیا کہ بادشاہ بنانے کا اختیار پارلیمنٹ کو ہے۔ یہ اہم واقعہ تھا کیونکہ اب تک یہ روایت تھی کہ بادشاہ کو تمام اختیارات خدا کی جانب سے ملتے ہیں اس لئے وہ عوام کے سامنے جوابدہ نہیں ہے۔ لیکن اب بادشاہت کا اختیار پارلیمنٹ کے سامنے جوابدہ ہونے لگا۔ انہیں نظریات کو ایک انگریز مفکر ہوبس نے 1650 میں اس طرح سے پیش کیا کہ معاشرے کے افراد ریاست کی تشکیل اس لئے کرتے ہیں تا کہ انہیں تحفظ ملے اس تحفظ کی خاطر وہ اپنے اختیارات ایک فرد یا چند افراد یا اکثریت کے حوالے کر دیتے ہیں۔ چونکہ ریاست انسانوں کی بنائی ہوئی ہے اور الٰہی کی نہیں ہے اس لئے یہ عوام کا حق ہوتا ہے کہ اسے تبدیل کریں۔ اگرچہ ہوبس کے نزدیک بادشاہت سب سے زیادہ مفید نظام حکومت ہے۔

اٹھارویں صدی یورپ کی فکری تاریخ میں بڑی اہم ہے کیونکہ اس زمانہ میں یورپی مفکرین ایک ایسے سیاسی نظام کی تشکیل پر غور کر رہے تھے کہ جو بدلتے ہوئے حالات کے مطابق ہو۔ جغرافیائی راستوں کی دریافت اور تجارتی ترقی کی وجہ یورپ میں تاجروں اور پیشہ وروں کا طبقہ مضبوط ہو رہا تھا۔ یہ متوسط طبقہ تھا کہ جن کے پاس دولت تھی زہانت تھی اور لیاقت تھی اس کئے وہ خاندان کی بنیاد پر جن لوگوں کی اجارہ داری تھی اس کو چیلنج کر رہے تھے اور ایک ایسے نظام کی تشکیل چاہتے تھے کہ جس میں ان کو شریک ہونے کا موقع ملے۔ جان لاک نے اس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ مقنّنہ پر عوامی نمائندوں کا کنٹرول ہونا چاہیئے چاہے بادشاہت کا ادارہ رہے۔ فرانس میں روسو نے کہا کہ اقتدار اعلیٰ عوام کے پاس ہونا چاہیئے۔

اٹھارویں صدی کے خاتمے پر جمہوریت کے ادارے میں تین سطحوں پر مختلف انداز میں ارتقاء ہوا جب امریکہ میں جنگ آزادی شروع ہوئی تو انہوں نے یہ اہم نعرہ لگایا کہ ''بغیر نمائندگی کے کوئی ٹیکس نہیں لگنا چاہیے'' اپنی آزادی کے بعد امریکہ میں جو جمہوری ادارے بنے ان کی خصوصیت یہ تھی کہ انہیں وہاں کسی قدیم نظام اور اس کے ادارے توڑنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ کیونکہ نہ وہاں بادشاہت تھی اور نہ امراء طبقہ جو مراعات یافتہ ہوتا ہے ان کے ہاں ترقی کی علامت خاندان اور خاندان مراعات نہیں تھیں بلکہ محنت، زہانت اور صلاحیت تھی اس لیئے انہیں بنیادوں پر انہوں نے جمہوری اداروں کی تشکیل کی بنیادی اصول یہ تھا کہ اختیارات کسی ایک جگہ جمع نہ ہوں بلکہ یہ بکھرے ہوئے ہیں۔ کیونکہ اختیارات کے جمع ہونے سے آمریت کا خطرہ ہوتا ہے اس وجہ سے مرکز اور ریاستوں کے اختیارات کا تعین ہوا۔ چیک اینڈ بیلنس کے اصول کو اپنایا گیا۔

1789ء میں جب فرانس میں انقلاب آیا تو اس کا نعرہ تھا مساوات، آزادی اور اخوت۔ چنانچہ جب نیشنل اسمبلی نے اسی سال ''ڈیکلریشن رائٹس آف مین'' پاس کیا تو اس میں کہا گیا کہ اقتدار اعلیٰ عوام کے پاس ہے۔ اس مرحلہ سے جمہوریت کے معنی اور مفہوم میں تبدیلی آئی اور ریاست کے اداروں کی تشکیل اس انداز میں ہوئی کہ جس میں عوام کو زیادہ سے زیادہ نمائندگی ملے۔ اگرچہ فرانس کی سیاسی تاریخ اتار چڑھاؤ میں رہی اور یہاں پر نپولین نے پہلے آمریت اور پھر بادشاہت قائم کی مگر 1830 کے انقلاب نے یہاں دستوری بادشاہت کو قائم کیا اور پھر 1848ء کے انقلاب نے جمہوریت کو۔ لیکن نپولین سوم جو پہلے جمہوری طریقے سے صدر ہوا اور بادشاہ بن بیٹھا اسے 1871ء کی جنگ میں جو شکست ہوئی وہ اس لئے اہم

ہے کہ کیونکہ اس کے بعد سے فرانس میں بادشاہت کا خاتمہ ہوگیا۔

یورپ کے دوسرے ملکوں میں جمہوریت پہلے دستوری بادشاہت کے مرحلہ پر آئی اور پھر کہیں بادشاہت کا خاتمہ ہوا اور مکمل طور پر جمہوری نظام قائم ہوا۔ کہیں ابھی بھی بادشاہت ضرور ہے مگر صرف علامتی ہے۔

انگلستان میں جمہوریت کا ارتقاء اصلاحات کے ذریعہ ہوا۔ انقلابی تحریکوں کو روکنے کی غرض سے وہاں پارلیمنٹ نے مرحلہ وار جمہوریت کے دائرہ کو بڑھایا اس سلسلہ میں 1833 کا ریفارم ایکٹ اس لئے اہم ہے کیونکہ اس نے اصلاحات کا دروازہ کھول دیا۔ اور اس کے بعد سے پارلیمنٹ پر امراء کی اجارہ داری ٹوٹنا شروع ہوگئی۔

موجودہ دور میں جمہوریت کئی شکلوں میں ہے کہیں پارلیمانی طرز حکومت ہے تو کہیں صدارتی مگر دونوں صورتوں میں اقتدار اعلیٰ عوام کے پاس ہے اور ان کی نمائندگی ہر ادارے میں لازمی خیال کی جاتی ہے۔ بالغ رائے دہی کے تحت ہر مرد و عورت کو ووٹ کا حق ہے جو وہ انتخابات کے موقع پر استعمال کرتے ہیں جمہوریت کے تجربہ کے بعد یہ نتیجہ نکلا ہے کہ اگر کسی معاشرے میں جمہوری ادارے مضبوط ہوں تو اس صورت میں آمریت کو روکا جاسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر جمہوری معاشرے میں یہ اصول ہے کہ اختیارات کسی ایک فرد اور ادارے میں جمع نہ ہوں بلکہ یہ بکھرے ہوئے اور علیحدہ رہیں اور ایک دوسرے پر نظر رکھ سکیں کہ ان کا ناجائز استعمال تو نہیں ہو رہا ہے۔

عوامی مزاحمت کے طریقے

اگر حکومتیں اپنے اداروں کی وجہ سے طاقت ور اور مضبوط رہی ہیں تو عوام نے بھی اپنے مطالبات اور حقوق کے لئے مختلف مزاحمتی طریقوں کو موثر طریقہ سے استعمال کیا ہے۔ ہندوستان میں عوامی مزاحمت کا جو ایک طریقہ استعمال کیا جاتا تھا وہ ''دھرنا'' کہلاتا تھا۔ خاص طور سے یہ طریقہ مزاحمت فوج میں استعمال ہوتا تھا کیونکہ انگریزوں کی حکومت سے پہلے فوجیوں کو باقاعدہ تنخواہ دینے کا کوئی رواج نہیں تھا اس لیئے جب بھی فوجی تنگ آجاتے تھے اور ان کے سامنے اور کوئی دوسرا راستہ نہیں رہتا تھا تو وہ اپنے سپہ سالار یا کمانڈر کے خیمہ کے سامنے ''دھرنا'' دے بیٹھتے تھے۔ اس طریقہ کار میں نہ تو کسی کو خیمہ میں جانے دیا جاتا تھا اور نہ باہر آنے دیا جاتا تھا کہ وہ مجبور ہو کر ان کو تنخواہ کا کچھ حصہ دینے پر رضامند ہو جاتا تھا۔

''دھرنا'' کا یہ طریقہ موجودہ سیاست میں ''گھیراؤ'' کی شکل میں آیا خاص طور سے سابقہ مشرقی پاکستان کی سیاست میں مولانا بھاشانی نے اس طریقہ کو کامیابی سے استعمال کرتے ہوئے وزیروں اور انتظامیہ کے افسروں کا گھیراؤ کیا۔ اب یہ لفظ ہماری موجودہ سیاسی زبان کا ایک حصہ بن گیا ہے اور جب بھی کوئی سیاسی جماعت حکومت کے خلاف تحریک چلاتی ہے تو اسلام آباد پارلیمنٹ کا گھیراؤ کرنے کی دھمکی دیتی ہے۔

انگریزی زبان میں کسی سے تمام رشتوں کو منقطع کر دیا جائے تو اس کے لئے اب ''بائیکاٹ'' کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اس کی تاریخ بھی دلچسپ ہے جب انیسویں صدی میں آئیرلینڈ کے کسان انگریز زمینداروں کے خلاف لڑ رہے تھے تو یہ زمیندار باغی کسانوں یا مزارعوں کو جب چاہتے تے اپنی زمینوں سے نکال دیتے تھے۔ لہٰذا ان کے اس رویہ کے خلاف اہل آئیرلینڈ نے ''لینڈ لیگ'' نامی ایک جماعت بنائی جس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ اگر کوئی زمیندار اپنے مزارعوں کو زمین سے نکالے تو اس کے ہاں پھر کوئی کام نہ کرے۔ اس فیصلہ کے بعد پہلا انگریز زمیندار جس نے اپنے مزارعوں کو بے دخل کیا اس کا نام ''کیپٹین بائیکاٹ'' تھا چونکہ اس کا بائیکاٹ کیا گیا اس نے اس کا نام اب ان معنوں میں استعمال ہونے لگا۔

احتجاج کا ایک اور طریقہ ایک اور قدیم طریقہ ہڑتال کا ہے یہ ایک پرامن طریقہ تھا کہ جب بھی لوگ حکمرانوں کے ظلم سے تنگ آجاتے تھے تو اس کے اظہار کا ایک طریقہ یہ تھا کہ تمام کاروبار بند کر دیا جاتا تھا۔ دوکانوں کو تالے لگا دیئے جاتے تھے اور لوگ خاموشی سے گھروں میں بیٹھ جاتے تھے کاروبار کے بند ہونے سے معاشرہ کا ہر فرد متاثر ہوتا تھا۔ اس لئے حکومت کی کوشش ہوتی تھی کہ کسی طرح سے ہڑتال کو ختم کرایا جائے تاکہ کاروبار زندگی معمول کے مطابق چل سکیں۔ اس سلسلہ میں یہ بات قابل زکر ہے کہ انگریزوں کی آمد سے پہلے ہڑتال کو سندھ میں ہندو تاجر طبقہ اپنے مطالبات منوانے کے لئے استعمال کرتا تھا۔ ان کی یہ ہڑتال اس وجہ سے کامیاب ہوتی تھی کیونکہ تمام کاروبار ان کے پاس تھا اس لئے یہ جب بھی ہڑتال کرتے تو شہر اور گاؤں کی ہر دوکان بند ہو جاتی تھی جس کی وجہ سے حکومت اور انتظامیہ اس بات پر مجبور ہوتی تھی کہ وہ ان سے گفت وشنید کرکے ان کے مطالبات کو سنے اور ان سے کوئی نہ کوئی معاہدہ کرے۔

موجودہ دور میں ہڑتال کو ہر اس موقع پر استعمال کیا جاتا ہے کہ جہاں حکومت پر دباؤ ڈالنا مقصود ہوتا ہے۔ کیونکہ اب کاروبار کے بند ہونے سے عام زندگی ہی متاثر نہیں ہوتی ہے بلکہ اس سے حکومت کو مالی طور پر نقصان ہوتا ہے اس لئے سیاسی

جماعتیں ہڑتال کے طاقت کو استعمال کرکے حکومت کو کمزور کرتی ہیں۔

مزاحمت کا ایک اور طریقہ اسٹرائک ہے اس کا استعمال اول اول ٹریڈ یونین نے کیا کیونکہ سرمایہ داری میں سب سے زیادہ استحصال مزدور کا ہوتا ہے۔اس لئے انہوں نے جب اپنی یونین بنائی اور اس کے زریعہ اپنے حقوق کی حفاظت کی تو انہوں نے اسٹرائک کو بھی استعمال کیا تاکہ فیکٹری میں کام بند کرکے مالک کو نقصان پہنچایا جائے جس کی وجہ سے وہ مجبور ہو کر ان کے مطالبات تسلیم کرے۔ابتداء میں مزدوروں کی اسٹرائک کو غیر قانونی سمجھا گیا اور اس کے خلاف صنعت کاروں اور سرمایہ داروں نے سخت ردعمل کا اظہار کیا۔لیکن جیسے جیسے ٹریڈ یونین مضبوط ہوتی چلی گئی ان کے اسٹرائک کے حق کو تسلیم کرلیا گیا۔اس سلسلہ میں مزدور یونینوں نے کئی طریقوں کو استعمال کیا۔مثلاً یورپ کے ایک سیاسی کارکن اور مفکر ''سوریل'' کا کہنا تھا کہ اگر کسی ایک فیکٹری میں اسٹرائک ہو تو دوسری فیکٹری کے مزدوروں کو بھی اسٹرائک کردینا چاہیئے کیونکہ اس طریقہ سے سرمایہ داری نظام کمزور ہوگا اور مزدوروں کی طاقت بڑھے گی اس نے ''جنرل اسٹرائک'' کا طریقہ کار پیدا ہوا اسے ہمدردانہ اسٹرائک بھی کہا جاتا ہے۔

اب اسٹرائک صرف مزدوروں تک ہی محدود نہیں رہی ہے بلکہ دوسرے پروفیشنل گروپس بھی اس حربہ کو استعمال کرتے ہیں۔طالب علم اس حربہ کو تعلیمی اداروں میں استعمال کرتے ہیں۔خصوصیت 1920ء کی دہائی میں امریکہ اور یورپ میں طالب علموں نے جو اسٹرائکیں کیں ان کی وجہ سے وہاں تعلیمی اداروں میں ان کا اثر ورسوخ بڑھا اور انہوں نے تعلیمی نصاب کو تبدیل کردیا۔فرانس میں تو طالب علموں کی اس اسٹرائک کو دوسرا فرانسیسی انقلاب کہا گیا۔

جمہوریت اور عوامی مظاہرے

بادشاہت یا شخصی حکومتوں میں کہ جہاں اختیارات ایک فرد یا چند افراد کے پاس ہوتے تھے وہاں عوام کے سامنے اپنے مطالبات پیش کرنے اور اپنے مسائل کو بیان کرنے کے لئے مواقع بہت کم ملتے تھے۔اکثر بادشاہ اس غرض کے لئے دربار عام منعقد کرتے تھے تاکہ عام لوگوں کی ان تک رسائی ہوسکے۔جو حکمران عوام کی باتیں سنتے تھے اور ان کے دکھ درد کو دور کرنے کی کوشش کرتے تھے وہ تاریخ میں ''عادل'' اور عوام دوست مشہور ہوجاتے تھے لیکن اکثر ایسا ہوتا نہیں تھا عوام اور حکمرانوں میں بہت فاصلے ہوا کرتے تھے اور ان کے لئے یہ انتہائی مشکل تھا کہ وہ حکمرانوں تک اپنے مسائل پہنچا سکیں۔اس لئے تنگ آکر یہ لوگ بغاوت کر بیٹھتے تھے بادشاہوں کے لئے بغاوت ریاست کا سب سے بڑا جرم تھا جس کی سزا سب سے سخت ہوا کرتی تھی۔

عوام کے غم وغصہ کے اظہار کا ایک اور زریعہ ''مظاہرے'' رہے یہ مظاہرے بھی حکمرانوں اور آمروں کے خلاف ہوتے رہے ہیں۔لیکن مظاہرے اکثر شہروں میں ہوتے تھے کہ جہاں زیادہ آبادی ہوا کرتی تھی اور لوگ جمع ہوسکتے تھے مظاہرے اکثر بغیر کسی منصوبہ یا پلان کے ہوا کرتے تھے اور جب عوام کا غم وغصہ ختم ہوجاتا تھا تو مظاہرے بھی ختم ہوجاتے تھے۔

عوامی مظاہروں کی اہمیت دراصل 1789ء کے فرانسیسی انقلاب سے شروع ہوتی ہے کہ جس میں پیرس کے عوام نے پہلی مرتبہ ریاست وحکمراں کے خلاف اپنی طاقت کا مظاہرہ کیا۔14 جولائی 1789ء کو جب عوام نے متحد ہو کر بیسٹل کے مشہور قلعہ پر حملہ کیا اور اسے زمین بوس کردیا تو بادشاہ نے یہ سن کر کہا کہ ''یہ بغاوت ہے'' اس پر کسی امیر نے کہا ''بغاوت نہیں یہ انقلاب ہے'' جس کے بعد سے پیرس کے عوام کو پنی طاقت وقوت اور توانائی کا احساس ہوا اور انہوں نے اس کے سہارے فرانس میں انقلاب کو کامیاب بنایا۔

فرانس کی تاریخ کا وہ دن بڑا یادگار تھا کہ جب پیرس سے عوامی مظاہرہ فرانس کے کیپٹل ورسائی گیا اور وہاں سے بادشاہ ملکہ اور اس کے بیٹے کو گاڑی میں سوار کرکے اپنے ساتھ پیرس لائے۔جب فرانس میں نیشنل اسمبلی بنی تو عوام گیلری میں بیٹھ کر سیاستدانوں کی بحث سنتے تھے کہ کوئی کیا کہہ رہا ہے؟ کون عوام دوست ہے اور کون دشمن؟

1789ء کے انقلاب نے پیرس کے عوام کو مظاہروں میں اس قدر مشتاق بنادیا تھا کہ جب بھی کوئی سیاسی بحران آتا وہ شہر کی گلیوں پر قابض ہوجاتے تھے اور جگہ جگہ رکاوٹیں کھڑی کرکے فوج کی نقل وحرکت کو نا کام بنادیتے تھے،اسی لئے 1830ء اور 1848ء کے عوامی مظاہروں نے پورے یورپ میں کھلبلی مچادی۔یہاں تک کہ ان مظاہروں کی وجہ سے یا تو بادشاہتیں ختم ہوئیں یا ان کو دستور کے تابع کردیا گیا۔

جب عوامی مظاہرے بڑھے تو اس کے ساتھ حکومتوں نے ان سے نمٹنے کے ہئے نئ نئ تدابیر اور اصلاحات کیں۔1829ء میں انگلستان میں پولیس کا محکمہ قائم ہوا تاکہ عوامی مظاہروں کو روکا جائے۔اس سے پہلے یورپ کے شہروں میں تنگ گلیاں ہوتی تھیں جن کی وجہ سے مظاہریں کو ان گلیوں میں چھپنے کے مواقع مل

جاتے تھے۔ لہذا اب ویانا، برلن، پیرس اور دوسرے شہروں میں چوڑی اور وسیع سڑکیں بنائی گئیں تاکہ عوامی مظاہروں کو دبانے میں آسانی ہو۔

لیکن جہاں ایک طرف حکومت عوامی مظاہروں کو کنٹرول کرنے کی اسکیمیں بنا رہی تھی وہاں جمہوری اداروں کے ساتھ ساتھ عوام کو اپنی قوت کا احساس ہو رہا تھا۔ چنانچہ عوامی مظاہروں کو سیاسی طور پر نوآبادیات کے خلاف استعمال کیا گیا۔ مثلاً ہندوستان میں گاندھی جی نے ان عوامی مظاہروں کو اس وقت ایک نیا رخ دیا کہ جب عدم تشدد کے فلسفہ پر عمل کرتے ہوئے مظاہرین سے کہا گیا کہ وہ پولیس سے مقابلہ نہیں کریں اگر وہ لاٹھیاں مارتے ہیں اور جیل میں بند کرتے ہیں تو اس کے لئے تیار رہیں اس نے مظاہرین کو ایک نئی اخلاقی قوت دی کہ جس کے سہارے انہوں نے برطانوی سامراج کا مقابلہ کیا۔

عوامی مظاہروں اور عوامی طاقت کا استعمال کرنے کے لئے سیاستدانوں کے لئے ہوشیار اور دوررس ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ اگر عوام کی ''اسٹریٹ پاور'' کو بے جا استعمال کیا جاتا ہے تو یہ بغیر کسی نتیجہ کے ضائع ہو جاتی ہے لیکن اگر عوام کی توانائی کو احتیاط سے استعمال کیا جائے تو اس کی بھرپور نتائج نکلتے ہیں۔ اس لئے ایک سیاستدان کے لئے ضروری ہے کہ وہ یہ اندازہ لگائے کہ عوام کتنے دن تک مظاہرہ کر سکتے ہیں اور کب ان کی معاشی ضروریات انہیں مجبور کر دیتی ہیں کہ وہ تھک ہار کر بیٹھ جائیں۔ ہندوستان کی تاریخ میں یہاں کے سیاستدانوں نے انہیں حربوں سے عوامی مظاہروں کو استعمال کر کے اپنے مقاصد حاصل کئے اور برطانوی سامراج کو شکست دی۔

موجودہ جمہوری دور میں عوامی مظاہرے جمہوری حق بن چکے ہیں اور سیاسی جماعتیں ان کو حکومت پر دباؤ کے لئے استعمال کرتی ہیں۔ اسی وجہ سے کوئی بھی حکومت ہو ان مظاہرں کو پسند نہیں کرتی اور کوشش کرتی ہے کہ عوام ایک جگہ جمع نہ ہوں۔ اب ان مظاہروں کو ختم کرنے کیلئے آنسو گیس سے لیکر دوسرے پرتشدد زرائع کو استعمال کیا جاتا ہے۔ لیکن جب بھی مظاہروں کو سختی سے کچلا جاتا ہے اس سے حکومت کی کمزوری سامنے آتی ہے اور اس کے ردعمل میں مظاہرے بھی پرتشدد ہوتے چلے جاتے ہیں۔

موجودہ زمانے میں عوامی مظاہروں اور ان کی طاقت کو اس وقت دیکھنے کا موقع ملا جب ایران کے شاہ کے خلاف یہ مظاہرے شروع ہوئے اور دیکھتے ہی دیکھتے شاہ کی حکومت کے وہ تمام ادارے جو اپنی طاقت و قوت اور تشدد کے لئے مشہور تھے وہ ایک ایک کر کے دم توڑتے گئے یہاں تک کہ شاہ نے خود کو بے یار و مددگار پایا اور مجبور ہو کر ملک چھوڑ دیا۔

ان عوامی مظاہروں کی طاقت کا دوسرا دور تاریخ نے اس وقت دیکھا جب روس اور مشرقی یورپ سے آمرانہ حکومتیں ختم ہوئیں اور لوگوں نے دیوار برلن کو اس طرح سے زمین بوس کیا کہ جیسے 1791ء میں بیسٹل قلعہ کو کیا گیا تھا۔

آج وہ ملک جہاں جمہوری ادارے مستحکم ہیں وہاں عوامی مظاہرے پرامن ہوتے ہیں اور حکومت پر دباؤ ڈال کر اپنے مطالبات جمہوری طریقوں سے تسلیم کراتے ہیں مگر وہ ملک جہاں جمہوری ادارے کمزور ہیں وہاں یہ مظاہرے پرتشدد ہوتے ہیں۔ اسی لئے تیسری دنیا کے حکمران عوامی مظاہروں سے ڈرے اور سہمے ہوتے رہتے ہیں۔

پمفلٹ اور سیاسی شعور کی مہم

چھاپہ خانہ کی ایجاد نے انسانی تاریخ کا ایک اہم واقعہ ہے کیونکہ اس نے علم کو چند لوگوں کی اجارہ داری سے نکال کر عام کر دیا۔ چھاپہ خانے کی وجہ سے جب کتابیں، اخبار اور پمفلٹ چھپنا شروع ہوئے تو انہوں نے لوگوں میں سیاسی شعور پیدا کیا اس کی مثال ہمیں امریکہ اور انگلستان کی تاریخ سے بخوبی ملتی ہے۔ کیونکہ وہاں جو تاریخ لکھی جا رہی ہے اس میں عوامی پہلوؤں پر زیادہ زور دیا جا رہا ہے اور اس کی نشاندہی کی جا رہی ہے کہ لوگوں میں سیاسی و سماجی آگہی کن کن مرحلوں پر اور کن کن زرائع سے ہوئی۔

جب امریکہ کی نوآبادیات میں اٹھارویں صدی کے دوران برطانیہ کے خلاف آزادی کی تحریک چلی تو تحریک کو اس وقت تقویت ملی اور لوگوں کو ذہنی طور پر آزادی کے لئے اس وقت آمادہ کیا گیا کہ جب وہاں پر ''خط و کتابت کی سوسائیٹز'' بنیں۔ ان کا کام یہ تھا کہ یہ سیاسی معاملات اور امور پر پمفلٹ لکھتے تھے اور پھر انہیں لوگوں میں تقسیم کرتے تھے یا بذریعہ ڈاک ان تک پہنچاتے تھے ان پمفلٹوں کی وجہ سے لوگوں میں ایک نیا سیاسی شعور آیا اور نوآبادیاتی دور میں برطانوی حکومت اور اس کی پالیسیوں کو سمجھنے کا موقع ملا۔

فرانسیسی انقلاب کے دوران انگلستان میں بھی ایک موچی کہ جس کا نام ٹامس ہارڈی تھا اس نے ''خط و کتابت کی سوسائٹی'' قائم کی اس میں سب سے زیادہ اس بات پر زور دیا گیا تھا کہ اس سوسائٹی کے اراکین کی کوئی محدود تعداد نہیں ہوگی بلکہ ہر ایک کو اس کا رکن بننے کا حق ہوگا۔ انگلستان کے ایک مورخ ای۔ پی ٹامسن نے

اس نکتہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کی اہمیت یہ تھی کہ رکن بننے کے لئے کسی شرط کو نہیں رکھا گیا تھا جب کہ اس وقت انگلستان کے معاشرے میں خاندان اور جائیداد کی شرائط ہر قسم کی مراعات کے لئے ضروری ہوتی تھیں۔ لہذا رکنیت کو ہر شرط سے آزاد کرنے سے اس سوسائٹی نے جمہوریت کے لئے راہ ہموار کیا۔

یہی وجہ تھی کہ حکومت اس سے خوف زدہ ہوگئی اور ایک دن 12 مئی 1794ء کو ہارڈی کے گھر پر چھاپہ مار کر اس کے ہاں تمام پمفلٹوں اور تحریری مواد کو پولیس نے قبضہ میں لے لیا۔ ٹامس ہارڈی پر ملک سے غداری کا الزام لگا کر اسے گرفتار کرلیا گیا۔ بعد میں اسے عدالت نے رہا کردیا اور لندن کے عوام نے اس کا بطور ہیرو خیر مقدم کیا۔

اس کے بعد سے جیسے جیسے جمہوری ادارے مضبوط ہوتے چلے گئے اس طرح سے لکھنے اور بولنے کی آزادی کو بنیادی حق تسلیم کرلیا گیا۔ اس لئے جمہوری معاشروں میں ان حقوق کی روشنی میں دوادارے مستحکم ہوئے۔ پمفلٹ، کتابچہ اور لیف لٹ کے زریعہ سیاسی جماعتوں اور سیاسی گروہوں نے اپنے سیاسی خیالات ونظریات کو لوگوں تک پہنچانا شروع کیا تحریری پروپیگنڈے کو اس وجہ سے کامیابی ہوئی کیونکہ ایک تو لوگوں میں تعلیم کے بڑھنے سے پڑھے لکھے لوگوں میں اضافہ ہوا اس لئے اس تحریری مواد نے ان میں سیاسی وسماجی شعور پیدا کیا۔

دوسری اہم وجہ جس سے یہ پمفلٹ اور تحریری مواد لوگوں تک آسانی سے پہنچا وہ محکمہ ڈاک کا قیام تھا۔ اس کی وجہ سے یہ تحریری مواد بڑی تیزی سے ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچ جاتا تھا اگر چہ بعد میں جب حکومتوں کو احساس ہوا کہ اس سے ان کی مخالفت میں اضافہ ہوتا ہے اور لوگوں میں مزاحمت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں تو اس نے سنسر شپ کی پالیسی کو اختیار کرتے ہوئے باغیانہ مواد کو تقسیم ہونے سے روک دیا۔

مثلاً جب امریکہ میں غلامی کے ادارے کے خلاف پمفلٹوں کی مہم شروع ہوئی تو جنوب کی ریاستیں کہ جہاں غلامی کا رواج تھا اور جہاں کی اکثریت غلامی کے حق میں تھی وہاں کے محکمہ ڈاک نے یہ فیصلہ کرلیا کہ وہ ایسے مواد کو تقسیم نہیں کریں گے جو غلامی کے خلاف ہوگا۔ اس قسم کی پالیسی برطانوی حکومت نے بھی ہندوستان میں اختیار کی اور باغیانہ مواد کو سنسر کر کے ضائع کر دیا جاتا تھا۔ ایک عرصہ تک پاکستان کی حکومت بھی اشترا کی لٹریچر کو تقسیم نہیں ہونے دیتی تھی۔ لیکن ان تمام پابندیوں کے باوجود جب بھی حکومت غیر مقبول رہی اس کے خلاف پمفلٹ تقسیم ہوئے تو یہ خفیہ چوری چھپے ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے رہے۔

پمفلٹوں کے علاوہ ایک اور طریقہ اشتہار کا بھی ہے۔ جو چیز پمفلٹ میں تفصیل سے لکھی جاتی ہے اشتہار میں وہ نعروں کی شکل میں ہوتی ہے۔ اگر سیاسی آزادی ہوتی ہے تو یہ اشتہار بغیر کسی پابندی کے لگا دیئے جاتے ہیں۔ لیکن اگر پابندیاں ہوں تو اس کے لئے خفیہ طریقوں کو استعمال کیا جاتا ہے۔ اشتہاروں کے علاوہ دیواروں پر نعرے اور مطالبات لکھنے کا بھی رواج ہے کیونکہ اشتہاروں کو اتار کر ضائع کردیا جاتا ہے۔ مگر دیواروں پر لکھی تحریر کو مٹانا مشکل ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ دوسرا طریقہ کہ جس کے زریعہ سیاسی شعور کو پیدا کیا جاتا ہے وہ ''ڈیبیٹنگ سوسائٹی'' یا بحث ومباحثہ کی انجمن ہوتی ہے۔ یہاں سیاسی کارکن یا دلچسپی رکھنے والے لوگ ملک و معاشرے کے اہم سیاسی مسائل پر بحث ومباحثہ کرتے ہیں۔ لیکن اس کا دائرہ محدود ہوتا ہے کیونکہ جو لوگ اس میں شریک ہوتے ہیں وہی اس سے مستفید ہوتے ہیں۔

دستخطی مہم

بادشاہت کے زمانہ میں جب کبھی عوام کو اپنے مطالبات پیش کرنے ہوتے تھے تو وہ بادشاہ کی خدمت میں اپیل یا درخواست پیش کرے تھے۔ اگر بادشاہ ان کی درخواست کو منظور کرلیتا تھا تو یہ اس کی عنایت ومہربانی ہوا کرتی تھی جس کیلئے رعایا ممنون واحسان مند ہوتی تھی۔ یہ صورت حال اس وقت بدلی جب یا تو بادشاہت کا ادارہ ختم ہوا یا اس کے اختیارات ختم ہوگئے۔ جمہوریت کے ارتقاء نے قانون سازی کا اختیار اسمبلی یا پارلیمنٹ کو دے دیا۔ اس لئے اب عوام نے اپنے مطالبات کیلئے اس ادارے سے رجوع کرنا شروع کردیا۔ چونکہ اس کے اراکین کے نمائندے ہوتے ہیں اور انہیں اپنے انتخاب کے لئے عوام کے پاس آنا ہوتا ہے۔ اس لئے وہ عوام کے دباؤ کو قبول کرتے ہیں اور ان کے مطالبات کو غور سے سنتے ہیں۔

عوامی دباؤ کے کئی طریقے ہوتے ہیں ان ہی میں سے ایک طریقہ دستخطی مہم کا ہے سیاسی جماعتوں اور سیاسی گروپس حکومت اور اسمبلی پر دباؤ ڈالنے کے دو طریقے استعمال کرے ہیں ایک مزاحمت اور تشدد کا راستہ ہوتا ہے۔ دوسرا پرامن، جلسے و جلوس، گھیراؤ، دھرنا، اسٹرائک وغیرہ وہ سیاسی طریقے ہیں کہ جن میں اکثر توڑ پھوڑ اور تشدد آجاتا ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ پرامن طریقے سے حکومت تک اپنی آواز

پہنچائی جائے اس میں دستخطی مہم ایک پراثر اور موثر زریعہ یہی ہے اس میں مطالبات کو تحریری شکل میں لایا جاتا ہے اور لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ جو اس کے حامی ہیں وہ اس پر دستخط کر کے اپنی رضامندی اور حمایت کا اظہار کریں۔

چنانچہ اکثر اس قسم کی مہم بازاروں، مندیوں، تعلیمی اداروں، فیکٹریوں اور ایسی جگہوں پر چلائی جاتی ہے کہ جہاں لوگوں کا بڑی تعداد میں آنا جانا ہو۔ اکثر مطالبات کو واضح الفاظ میں لکھ کر آویزاں کر دیا جاتا ہے اور لوگوں سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ اس پر دستخط کریں جتنے زیادہ لگ حمایت میں دستخط کرتے ہیں اسی قدر اس کی اہمیت بڑھتی جاتی ہے اس کے بعد اس اپیل کو حکومت یا اسمبلی کے سامنے پیش کیا جاتا ہے تاکہ انہیں لوگوں کی رائے کے بارے میں پتہ چلے اور آئندہ جب وہ فیصلہ کریں تو اس میں عوامی رائے کا احترام شامل ہو۔

یہ بھی ہوتا ہے کہ دستخطی مہم میں زیادہ لوگوں سے دستخط کرانے کے بجائے چیدہ چیدہ اور مشہور لوگوں سے دستخط کرا کے اسے اخباروں میں شائع کرا دیا جاتا ہے تاکہ حکومت و عوام کو آگاہی ہو کہ کسی مسئلہ پر ملک کے مشہور رہنماؤں اور دانشوروں کی کیا رائے ہے۔

انگلستان کی تاریخ دستخطی مہم کی ایک مثال انیسویں صدی کی مزدوروں کی تحریک جو کہ چارٹسٹ (chartist) کی تحریک کہلاتی ہے اس میں انہوں نے اپنے مطالبات کو اپیل کی شکل میں تین مرتبہ برطانوی پارلیمنٹ کو پیش کیا۔ پہلی دستخطی مہم پر جو اپیل پارلیمنٹ کو پیش کی گئی (1939ء) اس پر سوا ملین لوگوں نے دستخط کئے تھے اس اپیل کو پارلیمنٹ تک ایک گاڑی میں پہنچایا گیا کہ جسے اس موقع پر سجایا گیا تھا۔ لیکن اس وقت پارلیمنٹ میں اکثریت فیوڈلز کی تھی جو کہ مزدوروں کے ووٹوں سے منتخب ہو کر نہیں آئے تھے بلکہ اپنے اثر و رسوخ کی بنا پر الیکشن جیتتے تھے اس لئے انہوں نے اس اپیل کو فورا رد کر دیا۔

1846ء میں چارٹسٹ تحریک کے رہنماؤں نے دوسری دستخطی مہم شروع کی اس بار اس پر سوا تین ملین لوگوں نے دستخط کئے اور اسے پارلیمنٹ تک ایک بڑے مجمع کی ہمراہی میں لے جایا گیا۔ اس موقع کو دلچسپ و رنگین بنانے کے لئے بینڈ باجے کا بھی انتظام تھا لیکن اس اپیل کا بھی پہلے والا حشر ہوا۔ کیونکہ جاگیرداروں کی پارلیمنٹ مزدوروں کو کسی قسم کی سہولت یا سیاسی رعایت دینے پر تیار نہیں تھی۔

1848ء میں تیسری دستخطی مہم شروع کی کہا جاتا ہے کہ اس مرتبہ اس پر 6 ملین لوگوں کے دستخط تھے۔ فیصلہ ہوا کہ اس اپیل کو بڑے جلوس کے ساتھ لے کر پارلیمنٹ میں پیش کیا جائے گا۔ مگر اس مرتبہ حکومت نے پہلے سے زیادہ انتظامات کئے جلسہ جلوس کو ممنوع قرار دے دیا صرف چند رہنماؤں کو اس بات کی اجازت دی گئی کہ وہ پارلیمنٹ تک آئیں تو اپیل پیش کریں۔ یہ اپیل اس قدر طویل تھی کہ اسے تین گاڑیوں میں رکھ کر لے جایا گیا۔ مگر اس کے باوجود پارلیمنٹ نے اسے فورا نامنظور کر دیا۔ بعد میں پارلیمنٹ کی جانب سے یہ اعلان کیا گیا کہ اس اپیل میں بہت سارے دستخط جعلی تھے مثلا اس پر ملکہ وکٹوریہ، ولنگٹن، رابرٹ پیل اور کئی دوسرے لوگوں کے جعلی دستخط تھے اس کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو یہ باور کرایا جائے کہ اس دستخطی مہم کے پیچھے مضبوط رائے عامہ نہیں تھی۔

اگرچہ دستخطی مہم کوئی زیادہ موثر تو ثابت نہیں ہوتی مگر اس سے لوگوں کو سیاسی معاملات کے بارے میں آگہی ضرور ہوتی ہے اور حکومت کو بھی رائے عامہ کے ایک سیکشن کے جذبات و مطالبات کو سمجھنے کا موقع ملتا ہے۔ اگر اسمبلی یا پارلیمنٹ میں لوگوں کے مقبول نمائندے ہوتے ہیں تو وہ اس کا احترام کرتے ہیں۔ چونکہ ہمارے ہاں اب تک الیکشن لوگ اپنی زات کے اثر و رسوخ سے جیتتے ہیں اس لئے وہ ان مطالبات پر زیادہ توجہ نہیں دیتے بلکہ اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔

یہ بات ظالموں کے مفادات کو تقویت پہنچاتی ہے کہ مظلوموں کو مزید کمزور کیا جائے، ان کے درمیان جگھڑے کی خلیج کو وسیع اور گہرا بنایا جائے۔ اس کے لئے مختلف طریقہ کار اختیار کئے جاتے ہیں جن میں حکومتی نوکر شاہی کے متشددانہ طریقہ کار سے لے کر ثقافتی تشدد شامل ہیں۔ ثقافتی تشدد کی مدد سے وہ عوام کو ان کی مدد کا تاثر دیتے ہوئے انہیں سازشی طریقوں سے قابو میں لانے کی کوشش کرتے ہیں۔

☆☆☆(((پالو فرائرے)))☆☆☆

Freedom of speak

تحریر و ترجمہ: جوان بلوچ

ڈاکٹر کوامے انکرومہ: Dr kwame Nkrumah.

ڈاکٹر کوامے انکرومہ، افریقی نیشنلزم یا متحدہ افریقہ کے حامی اہم رہنماؤں میں سے ایک تھے۔ 1949ء میں آپ نے کنونشن پیپلز پارٹی (Peoples Convention Party) نامی اک سیاسی جماعت کی بنیاد ڈالی کہ جس نے سلسلہ وار ہڑتالوں و بائیکاٹ مہموں سے شہرت پاتے لوگوں کو گانا (Ghana) کی آزادی کیلئے جدوجہد کرنے اور حق حاکمیت کی خواہش کو لوگوں کے دل و دماغ میں مضبوط کیا۔ پارٹی کی بہترین حکمت عملی کے تحت ہونے والے انتخابات میں آپکو 1952ء میں وزیر اعظم بنایا گیا اور کوئی 8 سے دس سالوں کی مسلسل جدوجہد کے بعد آپکی رہنمائی میں گانا کو برطانیہ سے مکمل آزادی ملی اور آپ نے ملک کے پہلے صدر بنتے آزادی کا اعلان کیا۔

کوامے انکرومے پہ تنقید کرتے یوں تو ایک طویل بحث کی ابتداء کی جاسکتی ہے کہ جس میں آپ کی آمرانہ طرز سیاست کا انداز بھی شامل ہے کہ جسکے تحت آپ نے ملک کے سربراہ (صدر) ہونے کے باوجود بھی بیک وقت پارٹی کے چیئرمین ہونے کا منصب بھی اپنے پاس رکھا اور ساتھ میں فوج پر اپنا غلبہ قائم کرتے خود سے اختلاف رکھنے والی سیاسی جماعتوں کو بھی کالعدم قرار دیا اور انہی وجوہات کی بنا پر ہی آپ کے بیجنگ (چین) دورے کے بعد آپکو صدارت سے ہٹایا گیا۔ مگر ان تمام تنقیدوں کے باوجود بھی آپ نہ صرف گانا بلکہ پورے افریقہ کی اہم شخصیت مانے جاتے ہیں اور خصوصاً افریقی ریاستوں کے اتحاد کے آپکے تخلیق کردہ فلسفے کو تسلیم کرتے آج بھی دنیا آپکو افریقہ اتحاد تنظیم کی حقیقی بانی تسلیم کرتی ہے۔

افریقی ریاستوں کے اتحاد پہ آپکے بیان کردہ فلسفے کے چند نکات پہ مبنی آپکی مشہور زمانہ تقریر Freedom of Speak کا ترجمہ ذیل میں آپ قارئین کی نظر ہے۔

تقریر:

صدیوں سے یورپیوں کا براعظم افریقہ پہ قبضہ رہا ہے۔ گوروں کو متکبرانہ طور پر یہ گماں تھا کہ وہ کالوں پر حکومت کریں اور سیاہ فام لوگ اُن کی تابیداری کرتے اطاعت گزار بنیں رہیں۔ اُن کا مقصد یا شاید یہ اُن کا دعویٰ تھا کہ وہ افریقہ کو "مہذب" بنانا چاہتے ہیں اور خود مہذب بنے رہنے کے اس لبادے میں یہ یورپی براعظم افریقہ کی دولت کو لوٹتے رہے اور یہاں کی لٹی ہوئی عوام کو مزید کنگال کرتے یہ لوگ اُن کی یہ قابل تصور تباہ حالی کی ذمہ داری بھی اُنہی پہ عائد کرتے رہے۔

قبضہ گیریت و استحصال کا یہ قصہ یوں تو کافی ناگوار ہے مگر ہمیں اب ان غمزدہ و ناگوار یادوں کو دفن کرتے مستقبل کیطرف دیکھنا ہوگا۔ ہمیں ان استعماری طاقتوں کو یہ کہہ دینا چاہیے کہ آپ کم از کم اپنی ساکھ و عزت کی خاطر ہی اپنی غلطیوں و ناانصافیوں کا مداوا کرتے، اپنے پورے تعاون سے براعظم افریقہ کی تمام کالونیوں کو آزاد کردیں۔

یہ بالکل واضح رہے کہ ہمیں اپنے مسائل کیلئے کسی افریقی قسم کا حل تلاشنا ہوگا اور اس کا حل پورے افریقہ کے ممالک کا اتحاد بنانے سے ممکن ہے۔ منقسم ہوتے ہم نہایت کمزور ہیں جبکہ "متحدہ افریقہ" پوری دنیا میں ایک عالمی طاقت کے طور پر اُبھرتے دنیا بھر کیلئے سودمند ثابت ہوگا۔

حالانکہ افریقہ کے زیادہ تر ممالک غریب ہیں جبکہ ہماری افریقی سرزمین انتہائی مالدار رہے کہ جسے بیرونی سرمایہ کار اپنے سرمائے سے لوٹتے باقاعدہ اُٹھاتے غیر ملکیوں کو اور بھی مالدار بنائے جا رہے ہیں۔ ان معدنی ذخائر کی پوری ایک طویل فہرست ہے کہ جس میں سونے اور ہیرے سے لیکر یورینیم و خام پیٹرول شامل ہیں۔ ہمارے جنگلات کہ جن سے دنیا کی سب سے بہترین لکڑی مہیا ہوتی ہے، ہماری نقد فصلیں کہ جن میں کوکو (جس بیج سے چاکلیٹ بنتا ہے)، کافی، ربر، تمباکو اور کپاس وغیرہ شامل ہیں۔ جہاں تک بات توانائی کی ہے، جو کہ صنعتی ترقی کیلئے سب سے اہم ہے تو میں یہ بھی بتاتا چلوں کہ دنیا کی کل آبائی ذخائر کا 40 فیصد افریقہ میں موجود ہے جبکہ یہ تناسب یورپ میں محض 10 فیصد جبکہ شمالی امریکہ میں 13 فیصد ہے۔ مزید برآں افریقہ کی اس 40 فیصد آبائی ذخائر میں اسے اب تک محض 1 فیصد ذخائر سے ہی استفادہ کیا جا رہا ہے۔ اور یہی ہمارے بیچ اس ابہام کو پختہ کرنے کی اہم وجہ ہے کہ افریقہ وسائل کی فراوانی کے باوجود غربت سے جھوج رہا ہے، وافر دستیابی کے باوجود قلت.....!

اس سے پہلے کبھی بھی ہمارے اختیار میں یہ نہ تھا یا شاید کوئی سمجھ ہی نہیں پایا کہ افریقہ کے ممالک میں اس قدر بہتر مواقع ہیں۔ ان میں کچھ ممالک تو کافی امیر ہیں اور چند غریب، اگر وہ اپنی عوام کیلئے کچھ کریں اور باہمی تعاون کے تحت اگر ہم ایکدوسرے کا ہاتھ بٹائیں تو کافی کچھ حاصل کیا جاسکتا ہے۔ لیکن اس مد میں یہ ضروری ہے کہ اقتصادی ترقی کیلئے اس خطے کا ایک متفقہ منصوبہ ترتیب دیتے اُسے ایکدوسرے کے تعاون کیساتھ چلایا جائے۔ ایک کمزور وفاق جو خطے کی معاشی ترقی کیلئے منصوبہ بنائے وہ اپنی بنیادی اہداف کبھی بھی پورا نہیں کرپائے گی۔ جبکہ ایک مضبوط سیاسی اتحاد ہی ہمارے وسائل کو صحیح و موثر استعمال کرتے ہمارے لوگوں کو فائدہ پہنچانے کے عمل کو یقینی بنا سکتا ہے۔

افریقہ کی موجودہ سیاسی صورتحال کافی حوصلہ افزاء اور ساتھ میں کافی مضطرب کن بھی

ہے۔ ہمت افزاء اس طرح کہ افریقہ بے شمار ممالک اپنے نئے پرچموں کے ساتھ شاداں ہیں جبکہ مایوس کن اس اعتبار سے کہ افریقہ کے بے شمار ممالک اپنے بدلتے جغرافیہ و ترقی کی سطح کی نسبت کافی کمزور و چند معاملات میں تو بے بس دکھائی دیتے ہیں۔ اگر متفرق و تقسیم کر دینے والی یہ صورتحال جاری رہی تو یہ ہم سب کیلئے تباہ کن ثابت ہوگی۔ موجودہ وقتوں کی کوئی 28 ریاستیں ہیں۔ یونین آف ساؤتھ افریقہ کو چھوڑ کر اور اُن ممالک کو جواب تک آزاد نہیں ہوئی۔ ان میں کم از کم 9 ریاستوں کی آبادی 3 ملین سے کم نہیں ہوگی۔ کیا آپ سنجیدگی کیساتھ یہ سوچ بھی سکتے ہیں کہ استعماری طاقتیں اُنہیں بھی علیحدہ کرتے ایک مکمل آزاد و خود مختار ریاستیں بنانے پہ باضد ہیں؟ اس سے ہی اُن کی نیت عیاں ہوتی ہے۔ ہمیں جنوبی امریکہ کی مثال ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ جہاں شمالی امریکہ سے زائد وسائل ہیں مگر وہ اب تک کمزور و دست نگر ہیں کیونکہ اُنہیں بیرونی قوتوں کے مفادات کے تحفظ کی خاطر تقسیم در تقسیم کیا گیا۔ ان تمام چیزوں کا مطالعہ ہر افریقی کو کرنا چاہیے کیونکہ آج ہم بھی تاریخ کے ایسے مماثل دور سے دوچار ہیں۔

افریقی اتحاد پہ نکتہ چینی کرتے یہاں پائے جانے والی ثقافتوں، زبان و خیالات کے فرق کو عموماً عیب جوئی کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ ہم میں کچھ چیزیں مماثل نہیں مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ ہم سب بالآخر افریقی ہیں۔ ثقافت، زبان اور سیاسی نظاموں کے فرق ناقابل عبور مشکلات ہر گز نہیں۔ اگر سیاسی ہم آہنگی کے تحت افریقی ممالک کا اتحاد ہم سب کی خواہشات کے مماثل بنتا ہے تو ہم اُسے چلا سکتے ہیں۔ جیسے کہ کہا جاتا ہے کہ اگر قوت ارادی ہو تو راستے خود بخود نکل آتے ہیں۔

افریقہ کے متعدد رہنماؤں نے اس مد میں پہلے سے ہی قابل ذکر انداز میں اپنی رضامندی ظاہر کرتے آپسی مشاورت کرنا شروع کر دی ہے اور افریقیوں کو چاہیے بھی کہ وہ اب اپنی سوچوں کو محدود کرنے کے بجائے پورے خطے کے تناظر میں سوچیں۔ اُنہیں یہ احساس کرنا ہوگا کہ اُن میں کافی چیزیں مشترک ہیں۔ اُن کی تاریخ، اُن کے موجودہ مسائل اور اُن کے مستقبل کی اُمیدیں۔ جو اپنا خیال ظاہر کرتے یہ تجویز دیتا ہو کہ افریقہ ایک ایسے سیاسی اتحاد کیلئے ابھی تیار نہیں تو میرے نزدیک اُسے افریقہ کے متعلق حقائق کا علم ہی نہیں یا وہ جان بوجھ کر افریقہ کی موجودہ سچائی کو نظر انداز کر رہا ہے۔

افریقہ عالمی امن کی خاطر وہ کردار ادا کر سکتا ہے کہ جس سے عدم اتحاد کے سبب پیدا ہونے والی تمام فطری خطرات و تفرقات کا سد باب کیا جانا ممکن ہو۔ اس طرز کے سیاسی اتحاد بنانے کی کامیابی موجودہ تقسیم شدہ ہماری دنیا کیلئے بہترین مثال کے طور پر پیش کی جاسکے گی۔ افریقی ریاستوں کا یہ اتحاد حقیقی معنوں میں ''افریقی شخصیت'' کو نکھار بخشتے دنیا کے سامنے متعارف کرائے گا جسکے سبب ہماری یہ دنیا کہ جسے اب تک بڑے ممالک نے اپنی اثر پذیری کے باعث چلایا، بڑے تعظیم و تکریم اور بالحاظ عزت و قدر کے چلائی جائے گی۔

سہارا (Sahara۔ افریقی ریگستانی علاقہ) میں ہونے والے فرانسیسی ایٹمی بم کے تجربات پر افریقی احتجاج کو اہمیت ہی نہیں دی گئی اور حیرت انگیز طور پر اقوام متحدہ کے سخت قوانین بھی بے اثر ہوتے خود ایک تماشے کی صورت اس ادارے کیلئے موجب ذلت بنے جبکہ کانگو میں اقوام متحدہ کی آئینی حیلہ سازی و ٹال مٹول کے باعث ہی یہ ریاست لاقانونیت کی طرف مائل ہوتے زوال پذیر ہوئی۔ جو افریقی ممالک کی آزادی کیلئے عالمی طاقتوں کی بے حسی و بے اعتنائی کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔

ہمیں یہ ثابت کرنا ہوگا کہ عظمت کا پیمانہ ایٹمی ہتھیاروں کا بڑھتا ذخیرہ نہیں اور نہ ہی یہ کہ آپ کے پاس کتنے ایٹم بم ہیں۔ میں خلوص دل و بڑی پختگی کے ساتھ یہ ایمان رکھتا ہوں کہ دانائی و وقار کی گہری جڑیں انسانی زندگی کی قدر و اس سے پیار کرنے کی انسانی جبلت میں پنہاں ہیں اور انسانیت سے شدید پیار ہی ہماری وراثت ہے۔ ہم افریقی ایک وفاق کے زیر سایہ متحد رہتے ہر گز ایسی طاقت و گروہ کی صورت نہ اُبھریں گے کہ جس نے اپنی قوت و سرمایے کی خود نمائی کرنا ہو بلکہ ہم وہ عظیم قوت بنیں گے کہ جسکی عظمت غیر تخریبی ہوتے لافانی ہو، کہ جس نے خوف، حسد، بدگمانی اور بنا کسی کے وسائل کی لوٹ مار کرتے اُمید، اعتماد، بھروسہ، دوستی اور بنی نوع انسان کی فلاح کیلئے کوشاں رہنا ہو۔

اس جنگ زدہ دنیا میں ایسی طاقتور اور مستحکم قوت کا ظہور دنیا کو اپنی طرف کسی غیر واضح و تصوراتی نظریے کی جانب متوجہ نہیں کرے گا۔ بلکہ ایک قابل عمل تجویز کے طور پر ہی دنیا اسے دیکھے گی اور اس خواب کو افریقہ کی عوام ہی دنیا بھر کے انسانوں کو سچ کرتے دکھائے گی۔ جس طرح سمندر کے مد و جزر میں اک طوفانی لہر کے باعث طغیانی پیدا ہوتی ہے اسی طرح کچھ سیاسی فیصلوں کے باعث انسانوں کی مکمل کاروبار زندگی کو بھی بدل دیا جانا ممکن ہے اور تاریخ میں ایسے لمحات آئے ہیں۔ ہم ریاست ہائے متحدہ امریکہ کو ہی دیکھ لیں کہ اُن کے بانی رہنماؤں نے جدا جدا ریاستوں کی چھوٹی چھوٹی تکراروں کے باعث ہونے والے جنگی نقصانات سے چھٹکارا پانے کیلئے خود کو متحد کرتے ایک اتحاد تشکیل دیا۔ اب یہ موقع ہمیں نصیب ہوا ہے، ہمیں ابھی سے فعال ہوتے اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہیے کیونکہ کل شاید بہت دیر ہو چکی ہو اور یہ موقع ہمارے ہاتھوں سے نکل چکا ہو، یہ موقع کہ جس سے آزاد افریقہ کے بقاء کی اُمید وابستہ ہے۔

حصول مقصد کا اصول

برائن ٹریسی

جب آپ کا مقصد واضح ہو تو پھر پوری توانائی سے فیصلہ کن کوشش کی جائے تو مقصد حاصل ہو جائے گا۔

جنگ کرنے کا مقصد بھی کچھ مقاصد کا حصول ہوتا ہے۔ بڑا ترین مقصد دشمن کو شکست دینا ہے جبکہ اس کے ساتھ کئی معاشی مقاصد بھی ہوتے ہیں۔ ایسی جنگ میں تھوڑا بہت نقصان بھی برداشت کرنا پڑتا ہے۔

یہ اصول ہر قسم کے مقاصد کے حصول کیلئے لاگو ہوتا ہے۔ جب آپ کوئی ہدف مقرر کر کے اسے حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو ناکامی کو شکست دے کر ہدف حاصل کرنے کی فتح حاصل کرتے ہیں۔

مقصد واضح اور سادہ ہونا چاہیے

جب جرنل آئزن آرکو ہاور کو جرنل جارج سی مارشل نے دوسری جنگ عظیم میں فوجوں کی کمان سنبھالنے کیلئے لندن بھیجا، تو اس وقت اس کی مقاصد بہت واضح تھے اس لئے اس نے جاتے ہی یورپ میں جرمنی کو شکست دے دی۔ جب جرنل نارمن کو عراق میں اتحادی فوجوں کی کمان کرنے کیلئے بھیجا گیا تو اس کا مقصد بھی بہت واضح تھا کہ عراقی فوج کو کویت سے نکالنا ہے اور اس نے ایسے واضح احکام جاری کیئے کہ عراقی فوج کو کویت سے نکال باہر کیا۔ عراقی ایئر فورس اس قدر خوف زدہ تھی کہ وہ سمجھتے تھے کہ ان کے طیارے اڈان بھرتے ہی مار گرائے جائیں گے اس لیے کوئی زیادہ مدافعت نہ ہوئی۔

اسی طرح زندگی کے ہر شعبہ میں جنگی اصولوں کے مطابق فتح حاصل کی جاسکتی ہے لیکن اس کیلئے پانچ خصوصیات کا ہونا ضروری ہے۔

1۔ مقصد کا واضح ہونا۔

آپ جو مقصد حاصل کرنا چاہتے ہیں اس کو بہت ہی واضح ہونا چاہیے۔ ہر حاصل کرنے والے مقصد کو خاص سمجھ کر اس پر کام شروع کریں۔ حصول مقصد میں جو بنیادی ذمہ داریاں ہیں ان کو ہر صورت قبول کرنا چاہیے۔ مقصد کے بارے میں معلوم ہونا چاہیے کہ اس کو کن ذرائع سے حاصل کرنا ہے۔

2۔۔ مقصد ایسا ہو جس کو حاصل کرنا ممکن ہو۔

مقصد کو حقیقی ہونا چاہیے۔ اور ممکن ہونا چاہیے۔ حقیقی مقصد ایسا نہیں ہوتا کہ انسان اس کے لیے کوئی غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک اور وہی اسکو حاصل کر سکے۔ بلکہ انسانی حوالے سے تمام انسان ایک جیسی جسمانی خصوصیات کے حامل ہوتے ہیں اور وہ انسان جو زیادہ تعلیم یافتہ اور ہنر مند ہیں دوسروں کی نسبت آسانی سے مقصد کو حاصل کر سکتے ہیں اور کم تعلیم یافتہ تھوڑی مشکل سے حاصل کر لیں گے۔

3۔ مقصد کا شاندار ہونا بھی ضروری ہیں۔

مقصد جس کے حصول کیلئے کوشش کی جائے شاندار ہوتا کہ اس سے فوائد کے ساتھ ساتھ لوگوں سے داد تحسین بھی حاصل کی جاسکے۔

ایسے مقاصد کے حصول سے دوسروں کی زندگی کو کوئی خطرات لاحق نہ ہوں۔

4۔۔ مقصد کا خاص ہونا ضروری ہے

مقصد کے خاص ہونے کا مطلب ہے کہ منصوبہ بندی میں اس کو خاص اہمیت حاصل ہو۔ اس کو بیان کرنے میں کوئی مشکل نہ ہو۔ اگر اس کے بارے میں کوئی تیسرا شخص رائے دے تو اس کی رائے کا احترام کیا جائے اور مقصد کو خاص بنانے پر خاص توجہ دی جائے۔

5 وقت مخصوص کرنا

مقصد کو حاصل کرنے کیلئے اس کی افادیت کے حوالے سے وقت مخصوص کرنا چاہیے۔ یہ نہ ہو کہ مقصد سے فوائد کم ہوں اور اس پر وقت زیادہ صرف ہو جائے۔ جبکہ اس وقت میں اس سے بھی زیادہ سود مند کام لیا جاسکتا ہو۔

اس لیے مقصد کے حصول کیلئے وقت مخصوص کرنا ضروری ہے اس سے ایک اور فائدہ یہ ہوتا ہے کہ مقصد کو بر وقت حاصل کرنے میں آسانی رہتی ہے۔

ہر مقصد کے بارے میں آپ کے پاس مکمل تفصیلات ہونا ضروری ہیں اور تمام حقائق اور منصوبہ کے بارے میں آپ کو اچھی طرح معلوم ہونا چاہیے۔

غیر واضح اور غیر مفید مقاصد سے وقت ضائع ہوتا ہے اور ان کا حصول بھی مشکل ہوتا ہے۔ اس طرح ناکامی آپ کے حوصلے کو کم کر دیتی ہے۔۔۔

ہندوستان کی مقامی فوجیوں اورعوام کی انگریز حکومت کے خلاف بغاوت

پٹ ءُپول: بابابلوچ

''پھوٹ ڈالواور حکومت کرو''..... روم کا وہ بنیادی اصول تھا جس کی مدد سے برطانیہ عظمیٰ تقریباً ڈیڑھ سوسال سے سلطنت ہند پر اپنے قبضے کو برقرار رکھ سکا ہے۔جن مختلف نسلوں، قبیلوں، ذاتوں اور ریاستوں کا مجموعہ اس جغرافیائی اتحاد کی تشکیل کرتا ہے، جسے ہندوستان کہا جاتا ہے۔ان کے درمیان مخاصمت ہمیشہ برطانوی تسلط کا اہم اصول رہی ہے۔لیکن تھوڑے عرصے میں اس تسلط کی شرائط بدل گئیں ۔ سندھ اور پنجاب کی فتح سے برطانوی ہندوستانی سلطنت نہ صرف اپنی قدرتی سرحدوں تک پھیل گئی بلکہ اس نے خودمختار ہندوستانی ریاستوں کے آخری نشانات بھی مٹادیئے۔تمام جنگجو دیسی قبائل کو ماتحت بنالیا، تمام سنگین اندرونی جھگڑے ختم ہو گئے اور تھوڑا عرصہ ہوا اودھ کے الحاق نے صاف دکھا دیا کہ نام نہاد خودمختار ہندوستانی رجواڑوں کا محض اس حدتک وجود ہے جتنا ان کو ابھی تک برداشت کیا جارہا ہے۔اس سے ایسٹ انڈیا کمپنی کی پوزیشن میں بڑی تبدیلی ہوئی اب وہ ہندوستان کے ایک حصے پر دوسرے حصے کی مدد سے حملے نہیں کررہی تھی بلکہ ملک پر مسلط تھی اور پورا ہندوستان اس کے قدموں میں تھا اب وہ فتوحات نہیں کررہی تھی بلکہ ہندوستان کی واحد فاتح بن چکی تھی۔اس کی فوجوں کا فریضہ اب مقبوضات کی توسیع نہیں بلکہ ان کو برقرار رکھنا تھا۔وہ فوجیوں سے پولیس والوں میں تبدیل ہو گئے تھے 20 کروڑ دیسی باشندوں کو دولاکھ دیسی لوگوں کی فوج کے ماتحت بنائے ہوئے تھے جس کے افسر انگریز تھے اور اس دیسی فوج کو، اپنی باری میں ،صرف 40 ہزار انگریزی فوج نے لگام دے رکھی تھی پہلی ہی نظر میں یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ ہندوستانی عوام کی فرمانبرداری کا انحصار دیسی فوج کی وفاداری پر ہے۔جس کی تخلیق کے ساتھ ہی برطانوی حکومت نے مزاحمت کے پہلے مشترکہ مرکز تنظیم کی جو ہندوستانی عوام اس سے پہلے کبھی نہیں رکھتے تھے۔ اس ہندوستانی فوج پر کتنا بھروسہ کیا جاسکتا ہے اس کا اظہار اس کی حالیہ بغاوتوں سے ہوتا ہے جو ایران جنگ کی وجہ سے بنگال ریذیڈنسی کے یورپی سپاہیوں سے تقریباً بالکل خالی ہوتے ہی فوراً پھوٹ پڑیں۔ ہندوستانی فوج میں بغاوتیں پہلے بھی ہوتی رہی ہیں لیکن موجودہ بغاوت اپنے مخصوص اور ہلاکت آمیز خدوخال کے لحاظ سے امتیازی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ پہلا واقعہ ہے جب ہندوستانی سپاہیوں کی رجمنٹوں نے اپنے یورپی افسروں کو قتل کردیا، جب مسلمان اور ہندو اپنی باہمی مخالفت کو ترک کر کے اپنے مشترکہ آقاؤں کے خلاف ہو گئے، جب''ہندوؤں میں شروع ہونے والے ہنگامے کا انجام دہلی کے تخت پر مسلمان شہنشاہ کو بٹھانے پر ہوا'' جب بغاوت اور انگریز آقاؤں کے خلاف عظیم ایشیائی قوموں کی عام ناراضگی کا اظہار بیک وقت ہوئے کیونکہ بنگالی فوج کی بغاوت بلاشبہ ایران اور چین کی جنگوں سے قریبی تعلق رکھتی ہے۔

بنگالی فوج میں ناراضگی کا سبب، جو چار مہینے پہلے سے پھیلنے لگی تھی، یہ بیان کیا جاتا ہے کہ دیسی لوگوں کو خطرہ تھا کہ حکومت ان کے مذہبی عقائد میں خلل اندازی کرنے والی ہے۔مقامی ہنگاموں کی وجہ یہ تھی کہ فوج کو ایسے کارتوس دیے گئے جن کے کاغذ پر گائے اور سور کی چربی لگی ہوئی تھی اور ان کو استعمال کرنے کے لئے لازمی طور پر دانت سے کاٹنا پڑتا تھا۔دیسی لوگوں نے اسے اپنے مذہبی عقائد پر حملہ خیال کیا۔کلکتہ کے قریب ہی 22 جنوری کو چھاؤنیوں کو آگ لگادی گئی 20 فروری کو'19 دیسی رجمنٹ' نے بہرام پور میں غدر شروع کردیا، جو کارتوس انہیں دیئے گئے تھے ان کے خلاف یہ جوانوں کا احتجاج تھا۔ 31 مارچ کو یہ رجمنٹ توڑدی گئی۔مارچ کے آخر میں 34 سپاہی رجمنٹ نے جو بہرام پور میں مقیم تھی اپنے ایک آدمی کو اجازت دے دی کہ وہ پریڈ کے میدان میں قطار کے سامنے بھری ہوئی بندوق لے کر آگے بڑھے اور اپنے رفیقوں سے بغاوت کی اپیل کرنے کے بعد اپنی رجمنٹ کے ایڈیکنگ اور سارجنٹ میجر پر حملہ کر کے زخمی کردے۔اس کے بعد جو دست بدست لڑائی شروع ہوئی اس میں سینکڑوں سپاہی مجہولیت سے دیکھتے رہے

لیکن دوسروں نے جدوجہد میں حصہ لیا اور اپنی بندوقوں کے کندوں سے افسروں پر حملہ کیا چنانچہ اس رجمنٹ کو بھی توڑ دیا گیا اپریل کا مہینہ الہٰ آباد، آگرہ، انبالہ میں بنگالی فوج کی کئی چھاؤنیوں کو آگ لگانے، میرٹھ میں سوار فوجوں کی تیسری رجمنٹ کی بغاوت اور بمبئی اور مدراس کی فوجوں میں بے چینی کے ایسے ہی مظاہروں کے لئے نمایاں ہے۔ مئی کے آغاز میں اودھ کے دارالحکومت لکھنؤ میں بغاوت کی تیاری ہورہی تھی جس کا سرلارنس کی بھرتی کی وجہ سے تدارک کر دیا گیا۔ 9 مئی کو میرٹھ کی تیسری سوار رجمنٹ کے غدر کرنے والوں کو جو مختلف میعاد کی سزائیں دی گئی تھیں انہیں کاٹنے کے لئے جیل بھیج دیا گیا۔ اگلے دن شام کو تیسری سوار رجمنٹ کے جوانوں نے دو دیسی رجمنٹوں، 11 ویں اور 20 ویں کے ساتھ مل کر پریڈ کے میدان میں اجتماع کیا جن افسروں نے ان کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی انہیں مار ڈالا، چھاؤنیوں میں آگ لگادی اور جہاں بھی انگریز نظر آیا اسے قتل کر دیا۔ اگرچہ بریگیڈ کا برطانوی حصہ پیدل فوج کی ایک رجمنٹ سوار فوج کی ایک رجمنٹ اور بہت سے توپ خانے پر مشتمل تھا لیکن وہ رات کے اندھیرے تک نقل و حرکت نہیں کر سکے۔ انہوں نے باغیوں کو کم نقصان پہنچایا اور موقع دے دیا کہ وہ کھلے میدان میں چلے جائیں اور دہلی میں گھس پڑیں جو میرٹھ سے چالیس میل کے فاصلے پر ہے۔ وہاں دیسی محافظ فوج بھی ان کے ساتھ مل گئی جو پیدل فوج کی 38 ویں، 45 ویں اور 74 ویں رجمنٹوں اور دیسی توپ خانے کی ایک کمپنی پر مشتمل تھی، انگریز افسروں پر حملہ کیا گیا اور ان تمام انگریزوں کو قتل کر دیا گیا جو باغیوں کے ہاتھ لگے۔ اور دہلی کے آخری مغل بادشاہ (اکبر ثانی) کے وارث (بہادر شاہ ثانی) کے ہندوستان کا بادشاہ ہونے کا اعلان کیا گیا۔ جو فوج میرٹھ کو بچانے کیلئے بھیجی گئی تھی، جہاں امن وامان پھر قائم ہو گیا تھا، اس میں سے مقامی انجینئروں اور سرنگ بچھانے والوں کی 6 دیسی کمپنیوں نے، جو 10 مئی کو پہنچی تھیں اپنے کمانڈر میجر فریزر کو قتل کر دیا اور فوراً کھلے میدان کی طرف چلی گئیں۔ ان کا تعاقب سوار توپ خانے کے فوجیوں اور چھٹی رسالہ رجمنٹ کے کئی جوانوں نے کیا۔ پچاس یا ساٹھ باغی گولی کا نشانہ بنے لیکن باقی دہلی فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ پنجاب کے فیروز پور میں دیسی پیدل فوج کی 57 ویں اور 45 ویں رجمنٹوں نے بغاوت کر دی لیکن بزور قوت اسے دبا دیا گیا۔ لاہور سے نجی خط بتاتے ہیں کہ سارے دیسی فوجی کھلم کھلا بغاوت کی حالت میں ہیں 19 مئی کو کلکتہ میں متعین دیسی فوج نے فورٹ ولیم پر قبضہ کرنے کی ناکام کوشش کی بوشہر سے جو تین رجمنٹیں بمبئی آئی تھیں انہیں فوراً کلکتہ روانہ کر دیا گیا ان واقعات کا جائزہ لیتے وقت میرٹھ میں برطانوی کمانڈر (جنرل ہیویٹ) کے رویے پر حیرت ہوتی ہے جس ڈھیلے پن سے اس نے باغیوں کا پیچھا کیا اس سے بھی زیادہ ناقابل فہم میدان جنگ میں اس کا دیر سے اترنا ہے چونکہ دہلی جمنا کے دائیں کنارے پر واقع ہے اور میرٹھ بائیں پر دہلی میں ایک پل دونوں کناروں کو ملاتا ہے۔ اسی لئے بھاگنے والوں کی پسپائی کو روکنا انتہائی آسان کام تھا۔ اتنے میں تمام علاقوں میں جہاں ناراضگی پھیل گئی تھی مارشل لاء کا اعلان کر دیا گیا۔ شمال، مشرق اور جنوب سے فوجیں دہلی کی طرف بڑھ رہی ہیں جو زیادہ تر دیسی لوگوں پر مشتمل ہیں کہا جاتا ہے کہ آس پاس کے رجواڑوں نے انگریزوں کا ساتھ دینے کا اعلان کیا ہے۔ لنکا کو خط بھیجے گئے تھے کہ لارڈ ایلگن اور جنرل ایش برنم کے دستوں کو ٹھہرالیا جائے جو چین جارہے ہیں اور آخر میں دو ہفتوں میں انگلستان سے 14 ہزار برطانوی سپاہی ہندوستان بھیجے جائیں گے انگریز فوج کی نقل وحرکت کے لئے سال کے اس زمانے میں موسم اور ٹرانسپورٹ کی قطعی غیر موجودگی کی چاہے جتنی رکاوٹیں کیوں نہ ہوں، بہر حال اس کا بہت امکان ہے کہ دہلی میں باغی کسی طویل مزاحمت کے بغیر مغلوب ہو جائیں گے اس صورت میں بھی یہ صرف اس انتہائی خوفناک المیے کی ابتدا ہوگی جو بعد کو پیش آئے گا۔

> **”فتح اس کو ملتی ہے جو فتح کا حق دار ہوتا ہے“**
>
> ☆☆☆(((نپولین بوناپارٹ)))☆☆☆

فلسفہ اور سماجی زندگی

پٹ ءُ پول: بابُو بلوچ

فلسفہ ہزاروں رشتوں سے سماجی زندگی کے انتہائی گوناگوں مظہروں سے منسلک ہے۔ فلسفے کے نمودار ہونے، اس کے دور جحانات میں جدوجہد، ادراکی سرگرمی اور دنیا میں سارے تغیرات کے سرچشمے کے مختلف زاویہ نظر___ ان سب کے سماجی اسباب ہیں۔ اپنی طرف سے فلسفہ بھی سیاسی جدوجہد اور سائنس کی ترقی پر، مذہبی تحریکوں اور فنکارانہ تخلیقی عمل پر، الگ الگ انسان پر اور پورے ادوار پر اثر انداز ہوتا ہے۔

فلسفہ اور سماج کے عمل باہم کو سمجھنے کے لئے فلسفے کے سماجی کارمنصبی کی، سماج میں اس کے رول کی توضیح کرنا، فلسفیانہ شعور میں سماجی سرگرمی کی عکاسی کے خواص کی وضاحت کرنے کی، فلسفیانہ مسائل کے ارتقا اور سماج کے ارتقا کے مخصوص مرحلوں کے تعلق کو دکھانے کی ضرورت ہے۔

فلسفے کو سائنسی کس طرح ہونا چاہئے؟ سب سے پہلے تو اسے ماضی اور حال کی صحیح وضاحت کرنی چاہئے۔ اسی وضاحت کو ماضی کے فلسفی کا واحد کارمنصبی سمجھتے تھے۔ ہیگل نے لکھا کہ فلسفی وہ سمجھ سکتا ہے جو گزر چکا ہے، جس کا تعلق ماضی سے ہے۔ فلسفہ اپنی تدریسوں کے ساتھ ہمیشہ اس وقت وارد ہوتا ہے جب واقعہ ہو چکا ہے۔

دور حاضر کے بورژوا فلسفیوں کے لئے فلسفے کے امکان اور اہمیت کی ایسی محدود سمجھ بھی نا قابل قبول لگتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جو موجود ہے اسے صحیح طور سے سمجھنے کے معنی ہوتے ہیں ان غیر حل شدہ تضادات کو دکھانا جو سرمایہ داری کی دنیا کو اندر سے گھن کی طرح کھائے جا رہے ہیں۔ چنانچہ سائنسی ہونے کے لئے فلسفے سے انتہائی اہم مطالبہ بورژوا نظریہ سازوں کے طبقاتی مفادات کے ساتھ متصادم ہوتا ہے۔

لیکن کسی بھی سائنسی نظریے کو نہ صرف اس کی وضاحت کرنی چاہئے جو گزر چکا ہے بلکہ اس میں مستقبل کی صحیح پیشین گوئی کی صلاحیت بھی ہونی چاہئے۔ اور اسی طرح صحیح معنوں میں سائنسی فلسفے کو بھی اس صلاحیت کا مالک ہونا چاہئے۔ ہیگل کے ایک شاگرد نے فلسفے کی اہمیت کے بارے میں اس کے تصور کا تکمیل کرتے ہوئے لکھا کہ ''فلسفہ دنیا کے نئے شباب کا اعلان کرنے والی مرغے کی بانگ ہے''۔ چونکہ نئی دنیا، مستقبل کے سماج کا ظہور صرف پرانی دنیا کے کھنڈروں پر ہو سکتا ہے اس لئے صرف آگے بڑھا ہوا طبقہ ہی سماج کے سائنسی فلسفیانہ نظریے کی تشکیل سے دلچسپی رکھتا ہے۔

چنانچہ صحیح معنوں میں سائنسی فلسفے میں ماضی کی صحیح وضاحت کا اور مستقبل کی پیشین گوئی کا امکان متحد ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ہی وہ سماج کی آگے بڑھتی ہوئی ترقی پسند قوتوں کے اور سب سے پہلے مزدور طبقے کے مفادات کی عکاسی بھی کرتا ہے۔

مارکسزم اپنی طبقاتی فطرت کو چھپاتا نہیں ہے، ''وہ یوں کہنا چاہئے کہ جانبداری کا حامل ہوتا ہے اور واقعات کے بارے میں کوئی بھی رائے قائم کرنے میں مخصوص سماجی جماعتوں کے نقطۂ نظر پر براہ راست اور علانیہ قائم رہنے کی تلقین کرتا ہے۔ پرولتاریہ کو فلسفے میں اپنا نظری ''ہتھیار'' مل جاتا ہے۔ اسی بنا پر فلسفہ سماج کی از سر نو تشکیل کی نظری بنیاد بن جاتا ہے۔ اسی طرح کا فلسفہ مارکسزم لینن ازم___ جدلیاتی اور تاریخی مادیت ہے۔ لینن نے لکھا کہ ''مارکس کا فلسفہ مختتم فلسفیانہ مادیت ہے جس نے نوع انسانی کو اور مزدور طبقے کو خاص طور سے استدراک کا عظیم ہتھیار دیا ہے''۔

مارکسزم کا ظہور فلسفہ اور سماجی زندگی کے گہرے تعلق کی مثال ہے۔ وہ عالمی تہذیب کے ارتقاء کی شاہراہ سے الگ ہٹ کر نہیں نمودار ہوا۔ اس کے ظہور کی تیاری سماج کے سارے سابق ارتقا نے کر دی تھی۔ سب سے پہلے مارکسزم کے ظہور کی سماجی معاشی، سیاسی، فلسفیانہ نظری اور سائنسی شرائط اولین کو الگ اور نمایاں کرنا ضروری ہے۔ نئے اور سب سے آگے بڑھے ہوئے فلسفے کی تشکیل میں اس کے خالقوں کارل مارکس اور فریڈریک اینگلس کی ذاتی صفات نے کم اہم رول نہیں ادا کیا۔

وہ کیسا زمانہ تھا جب مارکسزم کا فلسفہ عالم وجود میں آیا۔ مارکسزم 19 ویں صدی کی پانچویں دہائی کے وسط میں نمودار ہوا۔ یہ یورپ میں سرمایہ داری کے قیام کا زمانہ تھا۔ نیدرلینڈ، انگلستان، فرانس میں بورژوا انقلاب ہو چکے تھے۔ ان میں مزدور طبقے نے اہم رول ادا کیا تھا لیکن وہ ابھی تک آزاد سیاسی قوت کی طرح

عمل نہیں کر سکا تھا۔ وہ اپنے دشمن، بورژوازی کے ساتھ اس کے دشمن جاگیرداری کے خلاف لڑا تھا۔ ان انقلابوں کے ثمروں سے فائدہ بورژوازی نے اٹھایا۔ جاگیرداری کے خاتمے کے بعد جس حد تک سرمایہ داری محکم ہوئی، محنت کی پیداواری صلاحیت بڑھی اتنی ہی زیادہ بورژوا ترقی کے فطری تضادات نمایاں ہوگئے ایک سرے پر دولت کا ارتکاز اور دوسرے سرے پر مفلسی۔ اگرچہ اس دور میں سرمایہ داری کا ارتقا ہو رہا تھا لیکن بیش از حد پیداوار کے بحران نمودار ہونے لگے تھے اور بے روزگاری بڑھ رہی تھی۔ چھوٹے پیمانے کی پیداوار کرنے والوں کی بربادی کا عمل شروع ہوا اور وہ مزدور طبقے کی صفوں کو بڑھانے لگے۔ مزدور اور اس کے خاندان کے افراد یہاں تک کہ بچوں کے استحصال کو بھی محدود کرنے کے لئے کسی طرح کا قانون سازی کا ایکٹ نہیں تھا۔ لیکن پرولتاریہ صرف دکھ جھیلنے والا طبقہ ہی نہیں بلکہ جدوجہد کرنے والوں کا طبقہ بھی ہے۔ ''... پرولتاریہ جس شرمناک معاشی حالت میں مبتلا ہے وہی اسے ناقابل مزاحمت طور پر آگے کو دھکیلتی ہے اور اس کی آخری فتح کے لئے اسے لڑنے پر مجبور کرتی ہے۔

جاگیرداری کے خلاف جدوجہد میں بورژوازی اپنے مفاد کے لئے جدوجہد کرنے کے واسطے پرولتاریہ کو اپنے ساتھ ملانے پر مجبور ہوتی ہے لیکن سیاسی تحریکوں میں اس شرکت کا یہ تجربہ پرولتاریہ کے لئے مفید ہوتا ہے۔

مارکسزم جرمنی میں اتفاقی طور پر وجود پذیر نہیں ہوا۔ کارل مارکس اور فریڈرک اینگلس کے آبائی وطن جرمنی میں طبقاتی تضادات خاص شدت اختیار کر گئے تھے۔ وہاں بورژوا انقلاب ہونے ہی والا تھا۔ اس وقت تک جرمنی میں پرولتاریہ کی کافی بڑی تعداد ہو چکی تھی۔ جو اپنے طبقاتی مفادات کا اعلان کر رہا تھا۔ اس ملک میں خود بورژوا انقلاب کی روش میں پرولتاریہ کی طبقاتی جدوجہد کے شدید و تیز رفتار ہونے کی شرطیں جمع ہو رہی تھیں۔ اس سے پہلے کے بورژوا انقلابوں کے دور میں ایسے حالات نہیں تھے۔ جرمنی کے ارتقا کی اس خصوصیت نے اس بات کا بھی تعین کر دیا کہ وہ مارکسزم کی مرز بوم بن گیا۔ تاریخی اعتبار سے مارکسزم کے ظہور کے لئے سارے یورپی ملکوں میں سرمایہ داری اور طبقاتی جدوجہد کے ارتقا نے زمین ہموار کر دی تھی۔

جیسا کہ ہم دیکھ رہے ہیں، انقلابی جدوجہد میں مزدور طبقہ صرف ایک ملک میں نہیں بلکہ ان سارے ملکوں میں کود پڑا جہاں سرمایہ داری قائم ہوئی تھی۔ لیکن پرولتاریہ کے پاس جدوجہد کا کوئی واضح پروگرام نہیں تھا۔ یہ پرولتاریہ کی شکستوں کا انتہائی اہم سبب تھا۔ اس طرح کے پروگرام کی عدم موجودگی مزدوروں کی تنظیم کو کمزور کر دیتی تھی اور جدوجہد میں حصہ لینے والوں کے درمیان اصولی طور پر اختلاف رائے کا موجب بنتی تھی۔ ایک انقلابی نظریے کی ضرورت پوری شدت کے ساتھ محسوس کی جا رہی تھی۔ مارکسزم کا فلسفہ پرولتاریہ کی انقلابی تحریک کے پیش کردہ سوالات کا جواب بن گیا۔ اسی زمانے میں سماجی علوم میں بھی اساسی تبدیلیاں ہوئیں۔ ترقی پسند بورژوا نظریہ دانوں کی توجہ کے مرکز میں وہ مادی عمل تھے جو سماج میں ہو رہے تھے، سماج کی طبقاتی تقسیم کے اور طبقاتی جدوجہد کے اور خود بورژوا تشکیل کی تنقید کے مسائل تھے۔ چنانچہ انگریز سیاسی معیشت داں ایڈم اسمتھ اور ڈیوڈ ریکارڈو کی تحقیقوں نے محنت کے نظریہ قدر کا اصول تجویز کیا۔ مارکسزم کے فلسفے کی تشکیل میں بہت بڑا رول یوٹوپیائی سوشلسٹوں سیں سیمون، فوریئے اور اوین نے ادا کیا۔ حالانکہ ان لوگوں کو مستقبل کے سماج کی طرف لے جانے والا حقیقی راستہ نظر نہیں آیا اور انہوں نے انقلابی تغیر کے راستے کو رد کر دیا پھر بھی سرمایہ داری کی شدید تنقید اور مستقبل کے سماج کے بارے میں ان قیاسات کو مارکسزم کے بانیوں نے بڑی اہمیت دی۔

مارکسزم کے فلسفے کی اہم ترین نظری شرط اولین جرمن کلاسیکی فلسفہ ثابت ہوا جو اس زمانے میں فلسفیانہ فکر کا بلند ترین حاصل تھا۔ ان میں سب سے اہم ہیگل کی جدلیات او فائرباخ کی مادیت پسندی تھی۔ لیکن ہیگل نے جدلیات کو عینیت پرستانہ بنیاد پر واضح کیا تھا۔ ہیگل نے خیال کی جدلیات میں چیزوں کی جدلیات کو ثابت نہیں کیا بلکہ صرف اس کا ''قیاس بڑی عالی دماغی سے کیا''۔ استدراک کا جدلیاتی منہاج لازمی طور پر ہیگل کے عینیت پرستانہ نظام کے متضاد ہو جاتا تھا اور یہ عینیت پرستی ہی اس کے فلسفے کی محدودیت کا ثبوت بن گئی۔ فائرباخ نے مادیت پسندی کے موقف سے ہیگل کے فلسفے کی بہت ہی بلیغ تنقید کی پھر بھی وہ جدلیات اور مادیت کو ایک کل میں متحدہ نہ کر سکا اور اس نے سماجی مظہروں کی توضیح پر اپنی مادیت کا اطلاق کرنے کی ہمت نہیں کی۔

اس طرح سے مارکسزم کے فلسفے کے لئے انسانی ادراک کے سارے سابق ارتقاء نے پیش بندی کی۔ لیکن نئے فلسفیانہ نظریے کی تشکیل کے لئے صرف مکمل

علمی عبور اور اتحاد و امتزاج نہیں بلکہ اس وقت تک کی ساری تخلیق شدہ انسانی فکر کا از سرِ نو تنقیدی جائزہ درکار تھا۔ لینن نے لکھا ہے کہ ''مارکس کی ساری عالی دماغی یہ ہے کہ انہوں نے ان سوالوں کے جوابات دیے جو نوع انسانی کی ترقی یافتہ فکر نے پیش کیے''۔

مارکسزم کے خالق، کارل مارکس (1818ء تا 1883ء) اور فریڈرک اینگلس (1820ء تا 1895ء) کے نام تاریخ کے صفحات پر ہمیشہ ساتھ ساتھ درج ہوں گے۔ اپنی سماجی اصل کے اعتبار سے وہ پرولتاری نہیں تھے لیکن کیسے ہوا کہ یہی لوگ، جو جرمن سماج کی مراعات یافتہ قوتوں سے آئے تھے (مارکس کے والد ممتاز ایڈووکیٹ تھے اینگلس کے والد ٹیکسٹائل کارخانے کے مالک)، مزدو طبقے کے مفادات کا اظہار کرنے والے بن گئے؟ جس دور میں طبقاتی جدوجہد شدید ہوتی ہے اس میں بورژوا سماج کا اندرونی انتشار ایسے طوفانی کردار کا حامل ہو جاتا ہے کہ مالک طبقے کا ایک خاص حصہ، جو زیادہ بڑا نہیں ہوتا ہے۔ اس سے بیزار ہو جاتا ہے اور انقلابی طبقے کی طرف مائل ہوتا ہے جس کے ہاتھوں میں مستقبل ہوتا ہے۔ لیکن یہ عبور اپنے آپ نہیں ہو جاتا بلکہ بہت ہی پیچیدہ اور مشکل ہوتا ہے اور ہر شخص میں یہ عبور کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ زبردست قوت ارادی، ہمت، جس طبقے سے پیدائش کے دن سے آدمی وابستہ رہا ہے اس کی جہاں بینی پر غالب آنے کی صلاحیت درکار ہوتی ہے۔

مارکسزم کے فلسفے کی تشکیل میں دو بنیادی مرحلے ہیں۔ پہلا تو مارکس اور اینگلس کے فلسفیانہ زاویہ نظر کا قائم ہونا، اور عینیت پرستی و انقلابی جمہوریت پسندی کے موقف سے عبور کر کے جدلیاتی و تاریخی مادیت اور سائنسی کمیونزم کے موقف پرا ن کا آنا۔ یہ مرحلہ 1844ء میں پورا ہو گیا۔ دوسرے مرحلے میں جدلیاتی و تاریخی مادیت کے بنیادی بادلیل دعووں کو واضح کیا گیا۔ یہ دور بالغ مارکسزم کا دور کہا جاتا ہے۔

ایک ایسے نظریے کی تشکیل کرنا مارکس اور اینگلس کے لئے آسان نہیں تھا جو فلسفے میں ایک موڑ بن گیا۔ شروع ہی سے انہوں نے انقلابی جمہوریت پسندوں کی طرح عمل کیا تھا اور عوام الناس کے مفادات کی مدافعت کی تھی۔ نوجوانی میں دونوں کلاسیکی جرمن فلسفے کی طرف مائل ہو گئے تھے۔ ان کے لئے ہیگل کی معروضی عینیت پرستی کے فلسفے کی کشش خاص طور سے زیادہ تھی۔ مارکس اور اینگلس ہیگل کے فلسفے کے بائیں بازو والے پیروؤں (نوجوان ہیگلیوں) میں شامل ہو گئے جو اس کے فلسفے سے انقلابی اور الحادی نتائج اخذ کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ لیکن جلد ہی ان پر واضح ہو گیا کہ فلسفیانہ فکر کا انقلابی اور الحادی رجحان عینیت پرستی کے ساتھ میل نہیں کھاتا۔ اس کے بعد فائرباخ کے مادیت پسندانہ فلسفے کی طرف میلان کا دور شروع ہوا۔ لیکن 46-1845 ہی میں مارکس اور اینگلس نے اپنی مشترکہ تصنیف ''جرمن نظریہ'' میں صرف ہیگل کی عینیت پرستی ہی کی نہیں بلکہ فائرباخ کی علم الانسان پرمبنی تفکرانہ مادیت کی بھی تنقید کی۔

فلسفہ، ''لفظ کے پرانے مفہوم'' میں، خود کو دوسرے سائنسوں، عملی سرگرمی اور انقلابی جدوجہد کا مدمقابل سمجھنے والے کی حیثیت سے اپنے دن پورے کر چکا۔ جیسا کہ ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں، مارکس اور اینگلس کے پیش رو فلسفیوں میں سے ایک بھی سماجی زندگی کے ساتھ فلسفے کے تعلق کے لئے آخر تک استواری کے ساتھ سائنسی اساس فراہم نہ کر سکا تھا، اس کے ظہور اور اس کے سماجی کار منصبی کی سماجی شرطوں کو عیاں نہ کر سکا تھا۔ پہلے کا سارا فلسفہ غور و فکر اور دھیان کا کردار رکھتا تھا۔ باروچ اسپنوزا کی رائے میں فلسفی کو ہنسنا اور رونا نہ چاہئے بلکہ ساری موجودات کو صرف سمجھنے یعنی ان کی توضیح کرنے کے لائق ہونا چاہئے۔ مارکسزم کا فلسفہ بھی موجودات کی توضیح کرتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی پرانے سے نئے کے آنکھوں نکلتے ہوئے دیکھنا سکھاتا ہے، ارتقا کے بنیادی رجحان کو دیکھنا اور اسی بنا پر اس کو بدلنے کے امکان پر غور کرنا سکھاتا ہے۔ ''فلسفیوں نے مختلف طریقوں سے صرف دنیا کی توضیح کی ہے لیکن اصل بات تو ہے اس کو بدلنا۔ سیاسی بنا پر فلسفے نے اپنی مشروطیت کو اور اپنی سماجی اہمیت کو علانیہ تسلیم کیا۔ ''تنقید کا ہتھیار'' جو کہ فلسفہ ہے، ہتھیار کی تنقید کے لئے یعنی سماج کی انقلابی از سرِ نو تشکیل کے لئے لازمی شرط اولین ہے۔

"ایک ایسے شخص کو دیکھا جا سکتا ہے جس کا جسم زخموں سے چھلنی کر دیا گیا ہو لیکن ایسے شخص کو برداشت نہیں کیا جا سکتا جس نے ہمت ہار دی ہو اور جس نے اپنا ضمیر بیچ دیا ہو۔"

☆☆☆(((جولئیس فیوچک)))☆☆☆

شہید بالاچ مری

واحد بخش بلوچ

شہید بالاچ مری نے 17 جنوری 1966 کو سردار خیر بخش مری کے گھر کوہلو کاہان میں جنم لیا، وہ سردار خیر بخش مری کے چھ بیٹوں میں سے تیسرے نمبر پر تھا انہوں نے ابتدائی تعلیم کوئٹہ کی ایک گرائمر سکول سے حاصل کی اعلی تعلیم کے لیے روس کے دارلحکومت ماسکو چلے گے جہاں پر بلوچ قوم کے بہادر سپوت نے ماسٹرز انجینیر نگ اور صحافت کی ڈگری حاصل کی بالاچ مری بچپن ہی میں لنین ، ماوزتنگ ،اور چے گویرا کی جنگ آزادی کی راہ میں کاربند رہنے والے سردار خیر بخش مری کے شاگرد تھے سردار خیر بخش مری نے ایک موقع پر کہا تھا کہ انہوں نے بالاچ مری کا نام بالاچ گورگیج سے منصوب کی کیونکہ سردار خیر بخش مری بالاچ گورگیج کی دشمنوں کے خلاف جنگ میں پھرتی اور پہل کاری کے انسپائر تھے اس وجہ سے انہوں نے ہمیشہ شہید بالاچ مری کی تربیت ایک گوریلا کی بنیاد پر کی اپنے والد کی نقش قدم پر چل کر شہید انقلاب بالاچ مری نے انقلابی اصولوں کے عین مطابق سنگلاخ پہاڑوں کو اپنا مسکن بنا کر دشمن کے خلاف علم بغاوت بلند کی ، بالاچ مری نے نہ صرف بلوچ سرمچاروں کو دشمن کے فوجیوں کے خلاف حملے کرنے کی تلقید کی بلکہ ریاست کو دیوالیا بنانے اس کے وسائل ، آمدورفت ، ریاست کی تمام مشینری کو ایندھن فراہم کرنے والے ہر زرات کو ختم کرنے کی تلقین کرتے تھے شہید بالاچ مری کی جہد اور انکا نام دشمن کیلئے بالاچ کا ہمیشہ خوف کا باعث بنا رہا ، اس لئے مختلف اوقات میں بالاچ مری کی شہادت کے ڈرامے رچاتے رہے ۔ جو بعد میں غلط ثابت ہوتے رہے ۔

20 نومبر 2007 کو بالاچ مری کی شہادت کی اطلاع موصول ہوئی ، جن کی بعد بلوچ قومی فوج بی ایل اے اور نوابزادہ گزین مری نے تصدیق کی اخباری اطلاعات کے مطابق شہید بالاچ مری افغانستان اور بلوچستان کے سرحدی علاقے سرلٹھ کے مقام پر دشمن پاکستانی فورسز کے ساتھ ایک حملے میں زخمی ہوئے تو انہیں انکے ساتھیوں نے زخمی حالت میں افغانستان کے صوبہ ہلمند کے اٹلی کی ایک ہسپتال میں داخل کیا جہاں بالاچ مری نے زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے جام شہادت نوش کر کے ہم سے جسمانی طور پر جدا ہو گے بالاچ کا فکر اور فلسفہ پوری بلوچ قوم میں زندہ تابندہ ہے ۔

دنیا بھر کی انقلابی تحریکوں کا جائزہ لیا جائے تو انہوں نے ایسے اشخاص کو جنم دیا ہے جنکی تعارف سے کہیں کتابیں لکھی گئی اور کہی کے بارے میں لکھی جا رہی ہے لیکن تعارف مکمل نہیں ہوتا ڈاکٹر چے گویرا ، ہو چی منہ ، بھگت سنگھ ، لنین ، و دیگر کی جہد آزادی سے متاثر کوہستان مری کی پہاڑوں پر موجود بلوچی (دستار) پگڑی باندھے ، ہاتھ میں بندوق لئے ، کندھے پر پانی کا ڈبہ اور ایک گوریلا کی ضرورت کا تمام سامان اپنے ساتھ لئے پیروں میں بلوچ جوتے پہنے بڑی بڑی اور لال انکھوں والی بلوچ گلزمین کے قبضہ گیر کی انکھوں میں انہیں ڈال کر ظلم کا جوان مردی سے مقابلہ کرنے والا شہید بالاچ مری کا نام اور چہرہ جبر سے نجات کی علامت بن گی بالاچ کی زندگی تحریک اور انکے نظریات ساری دنیا کے آزادی پسندوں خصوصا بلوچ تحریک آزادی کے متحرک نوجوانوں کی رگوں میں لہو کی طرح دوڑ رہا ہے۔

شہید بالاچ مری کی انقلابی صلاحیتوں اور جذبہ حریت کی وجہ سے آج پوری بلوچ قوم دشمن سے آزادی کی جنگ کیلئے ہر جگہ نبرد آزما ہیں شہید نے دل ہی دل میں یہ عزم کر رکھا تھا کہ سرزمین بلوچستان کی آزادی میں خواہ کتنی ہی خون بہنے ہوں ہم اپنی دھرتی ماں کیلئے خون بہادے گے ، یہ جنگ کتنی طویل ہو بلوچستان کو پاکستانی قبضہ سے نجات دلا کر ایک خوشحال آزاد وطن کی بحالی تک اس جنگ جاری رکھیں گے ۔ بلوچ قومی آزادی کی جنگ انسانی ، اخلاقی اور اقوام متحدہ کے آئینی تقاضوں کے عین مطابق ہے دشمن نے اس جنگ میں بلوچ قوم کے شعور ، تعلیم ، تہذیب اور زبان کو ہمیشہ نقصان پہنچایا اور اسکے خلاف بلوچ قوم کے نوجوانوں نے اس جنگ آزادی میں بے شمار جانی و مالی قربانیاں دی ہیں بلوچ قوم کی یہ قربانیاں بھی تسلسل سے جاری ہیں ، مادر وطن کی آزادی تک اس جنگ کو جاری رکھیں گے جس طرح شہید انقلاب بالاچ مری نے کہا تھا کہ ،، ہم اُس وقت تک جنگ بند نہیں کریں گے جب تک مادر وطن بلوچستان کی آزاد حیثیت دنیا کو قبول نہ ہو اُس وقت تک بلوچ چین کی نیند نہیں سوئے گے ۔

شہید بالاچ نے ایک دفعہ اپنے ایک انٹرویو میں کہا تھا کہ ہمیں اپنی دانش مندانہ ذہنیت کو صرف تنقید برائے تنقید تک محدود نہیں رکھنا چاہیے ہمیں غلامانہ اور شکست خوردہ ذہنیت سے بالاتر ہو کر آزاد ذہنیت کے تحت سیاسی اور دانشورانہ فیصلے کرنے کی ضرورت ہے ۔ تاریخ گواہ ہے کہ جب قومیں موت کو راہ نجات مان کر غلامی کے خلاف کمربستہ ہوتے ہیں تو وہ اپنی تقدیر بدل کر سرخرو اور آزاد قوم بن جاتے ہیں غلام قوم کبھی بھی آزادی حاصل کر لیتی ہے مگر غلام ذہین تو آزادی کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا ۔

حقیقی قوم پرست قوم کی نمائندہ ہوتے ہیں،،،

نواب بلوچ

ہم میں اورعام لوگوں میں فرق ہے یہ ایک حقیقت ہے،تو آئیں اپنے جینے کا انداز بھی عا م لوگوں سے مختلف کریں تا کہ ہم حقیقی انقلابی کہلائیں۔

بقول شہید کریم بلوچ ۔

اوراگر ہم پالوفرائے کے الفاظ کا جو اپنی کتاب ..تعلیم اور مظلوم عوام ..میں نوشتہ کی ہیں کہ --

انسان آزادی کے آدرش سے وابستہ انقلابی تیقن کے کسی ایسے دائرے کا قیدی نہیں جس کے اندر وہ حقیقت کو بھی مقید کرے۔اس کے برعکس وہ جس قدر انقلابی ہے اسی قدر وہ حقیقت کا حصہ بنتا ہے۔کیونکہ حقیقت کو بہتر طور پر سمجھتے ۔یعنی کہ وہ عام لوگوں سے ذرا ہٹ کے جینے کا گرُ سیکتا ہے اوراپنے عمل اور انقلابی تبدیلیاں رونما کرسکتا ہے۔۔۔مزید وہ لکھتا ہے کہ ''انقلابی نہ کسی کا سامنا کرنے سے گھبراتا ہے اور نہ ہی دوسروں کی بات سننے سے ڈرتا ہے اور نہ ہی وہ کائنات کے بے نقاب ہونے سے ڈرتا ہے وہ اپنے آپ کو تاریخ یا لوگوں کا نجات دہندہ سمجھتا'' بلکہ وہ تاریخ میں خود کو مظلوموں کی جانب سے جدو جہد کر نے کے عمل سے وابستہ کرتا ہے :اگر ہم ان سنہرے اور خوبصورت الفاظ کا جائزہ لیں تو ایک بات ہمارے سامنے عیاں ہوتی ہے کہ کسی غیر انقلابی کو اتنی جرات نہیں ہوتی کہ وہ حقیقت کا سامنا کریں کیونکہ اسے ہمیشہ یہ ڈر لگا رہتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ پرہجوم مظاہروں میں ان کے اعمال بے نقاب نہ ہوں قوم کے سوداگر یا نام نہاد گماشتہ رہنما حقیقت سے دور بھاگتے ہیں اور آرائش وآسائش میں لگا رہتا ہے یعنی کہ وہ اپنے آلہ کار اوراپنی ذات کے سوا کچھ سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیتوں سے بے خبر ہوتا ہے۔

جبکہ اس کہ برعکس انقلابی زندگی کی گزارنے کے اس طرح کے ڈھونگ سے آزاد ہوتا ہے ۔انقلابی درحقیقت عوام کا حقیقی نمائندہ ہوتے ہیں،عام لوگوں سے یا ذاتی خواہشات کی خول میں جھگڑے ہوئے لوگوں سے اپنا انداز بدل کے جیتے ہیں۔تاکہ وہ وقت گزارنے کے ساتھ ساتھ مظلوم عوام کو انقلابی دائرے میں لائیں۔اور یہ اس وقت ممکن ہے جب انقلابی اپنے عمل اور کردار سے جینے اور مرنے کے انداز کو عام لوگوں سے مختلف کریں۔

اوراگر ہم شہید ایم کریم بلوچ کی زندگی کا مطالعہ کریں تو وہ بھی ان عظیم رہنماؤں میں سے ایک تھے۔جنہوں نے اپنی زندگی میں انقلابی اصولوں کے پابند رہتے ہوئے ایک عظیم مقصد کیلئے انقلابی کردار ادا کرتے ہوئے ہمیشہ کیلئے امر ہوگئے جیسا کہ شہید بالاچ مری، شہید غلام محمد بلوچ ،شہید آغا محمود جان ،شہید امیر بخش ،شہید علی شیر ،اور دیگر سینکڑوں شہداوطن کے امر ہونے کی داستانیں ہیں۔

تاریخ کے مطالعے سے جو بات ہمارے سامنے عیاں ہوتی ہے کہ ایسے افراد بھی گزرے ہیں جنھوں نے زندگی اور شہادت (بعداز زندگی)دونوں صورتوں میں قوموں کی راہنمائی کر کے نظر آئینگے ۔جیسے کہ سپارٹیکس جو رومن امپائرز کے ہاتھوں جام شہادت نوش کرتا ہے پھر کاروان سپارٹیکس رُوکھتا نہیں اور بالا آخر سپارٹیکس کی شہادت کے بعد غلاموں کا یہی کاروان روم سے غلامی کا خاتمہ کرنے میں کامیاب ہوئے اوراگر اس ضمن میں سکاٹ لینڈ کے ولیم ولیس کا سر قلم کیا جاتا ہے پھر قوم سے اپنی مہرووفا اور حقیقی قوم پرستی کا یہ پیرو کا رکو جب اپنے ہی دھوکہ دیتے ہیں تو وہ انھیں معاف کرتا ہے۔

اور ولیم ولیس کی اسی مہر وفا کی بدولت ہی وہی لوگ جو ولیم ولیس کے جان کے پیچھے پڑے تھے وہی لوگ عظیم انقلابی کا روپ دھار کے ولیم ولیس جیسے عظیم ہستی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے انقلاب برپا کرتے ہیں۔اوراگر ہم شہید کریم بلوچ کی تعلیمات کا تذکرہ کریں تو وہ بھی ہمیشہ دوستوں کو یہ ہدایت کرتا تھا کہ ''مہروفا لوگوں کو اتنا دو کہ وہ تمھاری رنگ میں رنگ جائیں''یعنی مکمل انقلابی بن جائیں اور ہم رہے یا نہ رہے کارواں آزادی کو منزل مقصود کی جانب لے چلیں۔اوراگر ہم شہید کے کردار اور عمل کا تجربہ کریں جیسا کہ درج با لا میں بیاں کیا گیا ہے کہ حقیقت ہمارے سامنے عیاں ہوجاتی ہے کہ شہیدوں کی قربانیوں نے ہی انقلاب کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں اہم اور کلیدی کردار ادا کیے ہیں۔

بلوچ جہد آزادی میں شہید کریم بلوچ ایک سیاسی استاد کے حیثیت سے اپنے علم ،عمل اور کردار کی بدولت اپنی بدل آپ تھا۔وہ ہمیشہ یہ کہا کرتا تھا کہ جب تک لوگوں کی سیاسی اور نظریاتی تعلیم نہ دی جائے تو جہد کا چار قدم آگے بڑھنا مشکل ہوجاتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ شہید کریم جان بلوچ ہمیشہ اس بات پر زور دیتا کہ کسی شخص کو پارٹی میں لانے سے پہلے اُسکی سیاسی اور نظریاتی تربیت انقلابی بنیادوں پر کی جائے اور اس کے بعد ہی انہیں پارٹی وتحریک آزادی میں شریک کریں اوراس عمل میں جلد بازی سے گریز کرنا چاہیے۔اس حوالے سے شہید کریم بلوچ اکثر یہ کہا کرتا تھا کہ ''ایک عام انسان بھی جلد بھٹک سکتا ہے تو ذرا سوچیئے کہ کسی بھٹکے ہوئے کو راہ راست پہ لانے کے لئے کتنی محنت درکار ہوگی۔شہید کر یم بلوچ کی خصوصیت تھی کہ وہ خود ان انقلابی اصولوں کا مکمل پابند تھا انکی انقلابی اعمال کی بدولت ہی ہمیں آج بلوچستان میں ہر سمت شہید ایم کریم بلوچ کی باتیں سنے کو ملتے ہیں ۔1999 (گورنمنٹ ڈگری کالج کوئٹہ)سیاست کا آغاز کرتے ہوئے شہید نے دوران سیاست ہمیشہ اپنی ذات سے بالاتر ہوکر قومی مفادات کے بارے میں سوچتے رہے ۔جب فروری 2002 میں BSO آزاد کی بنیاد رکھی گئی تو آپ ڈاکٹر اللہ نذر بلوچ کے ساتھ اُن صفوں میں شامل تھے جنہوں نے انقلابی راستے کا چناؤ کیا۔اپنی محنت کی وجہ سے آپ شہید غلام محمد بلوچ کے قریبی ساتھی بھی رہ چکے ہیں وہ زندگی گمنامی میں گزرانے میں

پسند کرتے تھے۔دوستوں کی محفلوں میں شہید ایم کریم بلوچ جب کبھی ماضی میں جھانکتا جہاں سے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز BSO کی پلیٹ فارم سے کیا،مطالعہ کرتا تو چہرے پر سکون مسکراہٹ نمودار ہوتا اور دوستوں سے مخاطب ہو کہ کہتا کہ ’’آج ہم انقلابی اصولوں کے مطابق کام کر سکتے ہیں کیونکہ آج ہم انقلابی تنظیم کے سپاہی ہیں۔جب کے اس کے برعکس BSO آزاد سے پہلے کی سیاسی زندگی جہاں ہمیں کام کرنے میں زیادہ مشکلات درپیش تھی آج کے حالات اس کے برعکس ہیں‘‘چند ممبر ہوتے ہوئے بھی شہید کا حوصلہ قابل دید ہوتا۔آخر کیوں نہ ہو کیونکہ انقلابی لیڈر اپنے مقصد اور ساتھیوں کے لیے راستہ کا تعین خود کرتا ہے۔اگر ہم آج کے حالات کا تجزیہ کریں،تو کہ بلوچستان میں ہر سمت بلوچ سرمچار نظر آتے ہیں۔پہاڑوں میں ان کے ٹھکانوں کی کمی ہے اور شہر میں ان کے وجود سب شہید ایم کریم بلوچ اور ان جیسے عظیم سرفروشوں کی بدولت ہی ممکن ہوا۔

ایک زمانہ وہ بھی تھا جہاں بیورغ بلیدی کے ظلم و ستم کے سامنے شہید بالاچ گورگیج سینہ تان کے کھڑا ہوا اور 30 سال تک وہ چھپکے سے دشمن پر وار کرتا رہا بالکل اسی طرح BSO(AZAD) کے بانی ممبران نے بھی تن تنہا سیسہ پلائی دیوار بن کر ثابت قدم رہیں ان کی اسی ثابت قدمی کی وجہ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ جیسے شہید بالاچ گورگیج ہر گھر میں جنم لے رہے ہیں بالکل اسی انداز سے ہمیں ہر بلوچ گدان و ماڑی میں انقلابی نظر آتے ہیں۔آج اگر یہ سب ممکن ہوا،ان کی وجہ بلوچ شہدوں اور دیگر انقلابی راہنماؤں کی امحنت اور جدوجہد کی بدولت جنہوں نے قوم کے لیے حالات سازگار بنائے۔بقول شہید کریم بلوچ کہ’’با مقصد انقلابی غیر ذمہ داری کا مظاہرہ نہیں کرسکتا‘‘بالکل اسی انداز فکر سے اپنے انقلابی ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے اور قومی ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے یہ سب کچھ ممکن کر ڈالا کہ آج بلوچ جہدِ آزادی پوری دنیا میں متعارف ہو چکی ہے

ایک اور بات جو بڑی اہمیت کا حامل ہے اور وقت کی ضرورت بھی جس پہ شہید کریم بلوچ اور دیگر شہدوں نے قوم کی بقا کی خاطر قربان ہو چکے ہیں کہ’’ہمیں شخصیت پرستی،قبائلی اورروایاتی اندازِ سیاست سے اجتناب کرنا چاہئے کیونکہ انقلابی جدوجہد میں شخصیت پرستی اور روایاتی طریقے کامیابی کے بجائے ناکامی کا سبب بنتے ہیں‘‘اور اگر ہم تاریخ کا جائزہ لیں تو ڈاکٹر چے جو کہ مکمل انقلابی تھا اور جسکی تعلیمات سے آج دنیا کا ہر انقلابی مستفید ہونے کی کوشش میں مگن رہتا ہے ان کی کانگو جیسے روایاتی ملک سے مایوس واپسی بھی اس وجوہات کے بنا ہوئی کہ وہ اپنی حالت بدلنا ہی نہیں چاہتے تھے اور آج کے اس ترقی یافتہ دور میں بھی اگر ہم کانگو جیسے ملک کا مطالعہ کریں تو وہ اپنی روایاتی پن،انا اور ضد کی وجہ سے انتہائی پسماندہ ممالک میں شمار ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ بلوچ رہنماؤں کی عملی بصیرت کی بدولت ہمیشہ شوشہ پرستی اور قبائلیت کے جراثم اور روایاتی پن کی ہمیشہ حوصلہ شکنی کر رہے ہیں ۔جسکی زندہ مثال شہید کریم بلوچ خود ہی تھے انہوں یہ کام سے شروع کیا،نہ کہ قبائلیت نہ علاقائی جسکی گواہی ہمارے اکثر دوست دیا کرتے ہیں کہ شہید کی شہادت سے قبل ہمیں معلوم ہی نہیں تھا کہ شہید بلوچوں کے کس قبیلے سے تعلق رکھتا تھا۔لہذا ضروری ہے کہ ہمیں حقیقی راہنماوں کی طرح اپنی ذات کی پہچان ہر جگہ نہیں کرانا ہے،ہم جس ارتقائی عمل (قبائلیت وعلاقایت میں تبدیل کرنے کا) سے گزر رہے ہیں کہ وقت کی رفتار سے کہیں گناہ زیادہ تیزی سے قبائلیت وعلاقایت کے دائرے میں شامل ہو رہا ہے تو یہ سب ممکن اس لیے ہو رہا ہے کہ شہداء کی خون اس طرح تبدیلی لائی ہے۔بالکل اسی انداز سے جیسے وہ اپنی زندگی میں بطور سیاسی استاد اپنی ذمہ داریوں کو نبھاتے رہے۔14 فروری 2011 کو شہید کریم بلوچ کی اغواء نما گرفتار ہوئے 17 اپریل 2011 شہید کریم بلوچ کو شہید کیا گیا،ہمیں خود کو مکمل انقلابی دائرے میں ڈالنا چاہیے تا کہ ہم بخوبی اپنا فرض نبھا سکیں۔شہید کریم جان بلوچ جنہوں نے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز ڈگری کالج کوئٹہ سے کیا تھا اسی کالج کی پشت پہ اپنی جسد خاکی سے بلوچ عوام کی راہنمائی کر رہا ہے اور یہ شرف شاید بہت کم لوگوں کو نصیب ہوگا جہاں یا جس ادارے میں اپنی سیاسی زندگی کا آغاز کیا ہو اسی احاطے کے قریب ہی آخری آرام گاہ ہو جہاں وہ تا حیات آرام کر رہا ہوں۔شہید کریم بلوچ ہمیشہ دشمن کی کھوج میں لگا رہتا تھا چاہے اس کے لیے انہیں کتنی تکلیفیں اٹھانا پڑتا، مگر ان کی قدموں میں کبھی لرزش پیدا نہیں ہوئے۔اپنی اغواء نما گرفتاری سے پہلے بھی شہید کریم بلوچ ایک مفید مہم سے واپس آرہا تھا کہ 14 فروری کو ژوب کے قریب خفیہ اداروں کے اہلکاروں نے ان کے گرد گھیرا تنگ کر کے گرفتار کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں اور بالا آخر دشمن اپنے ناپاک ارادوں کو پایا تکمیل تک پہنچاتے ہوئے،اور یوں جہد آزادی کا ایک عظیم رہنما کو ہمیشہ کے لیے ہم سے جدا کر دیتے ہیں جسمانی طور پر۔۔مجھے لکھتے وقت اپنی کم علمی کا پورا احساس ہے اور اگر اس ضمن میں میرا قلم کا صحیح استعمال نہیں ہوا ہو تو اس لیے قارئین سے معذرت خواہ ہوں،ویسے اگر کوئی دانشور یا شہید کریم بلوچ کے قربت میں رہنے والا ساتھی شہید کی اعمال زندگی کے بارے میں لکھنے کی کوشش کرے تو ایک نہیں بلکہ کئی کتابیں بھی لکھی جائیں گی مگر شہید کی خوبیاں پھر بھی رہ جائیں گے۔

’’اگر دشمن آپ کے آنے کا متوقع ہے تو اس پر بالکل حملہ نہ کریں‘‘

☆☆☆(((جنرل جارج ایس پاٹن)))☆☆☆

شہید آغا محراب خان بلوچ

مزدک بلوچ

شہید آغا محراب خان 02 اگست 1985ء کو پیدا ہوئے۔انہوں نے ابتدائی تعلیم کا آغاز اپنے آبائی علاقہ قلات کے پبلک ماڈل ہائی سکول سے حاصل کیا اور مزید تعلیم کے لئے 2006ء میں کوئٹہ کو عازم سفر ہوا اور یہی سے (B.I.T) بلوچستان انسٹیٹیوٹ آف ٹیکنالوجی کالج سے 2 سالہ ڈپلومہ لینے کے بعد اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے بلوچستان یونیورسٹی آف انفارمیشن ٹیکنالوجی (B.U.I.T) میں داخلہ لے لیا اور B.B.A کی سند حاصل کرنے کے بعد M.B.A میں داخلہ لیا مگر چند ماہ کی تعلیمی سلسلے کو جاری رکھنے کے بعد کچھ ایسے حالات وقوع پزید ہوئے جو کہ ہر غلام معاشرے میں غلاموں کا مقدر بنتی ہے آغا شہید کے ساتھ بھی یہی واقعات دہرائے گئے جس کی بنا پہ استعمار نے آغا شہید کی تعلیمی سفر کے راہ میں روڑھے اٹکائے جس کے باعث قومی مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے شہید آغا محراب خان کو اپنے تعلیمی سلسلے کو خیر باد کہنا پڑا۔

شہید آغا محراب خان نے بلوچ قومی آزادی کے لئے جاری مسلح جدوجہد آغاز 2007ء میں بلوچستان انسٹیٹیوٹ آف ٹیکنالوجی کالج سے فارغ ہونے کے بعد بلوچ آزادی پسند مسلح انقلابی تنظیم بلوچ لبریشن آرمی کے پلیٹ فارم سے اپنے بچپن کے دوست شہید زبیر جان بلوچ کے ساتھ شروع کیا اور 2010ء میں شہید زبیر جان بلوچ کی قابض ریاستی خفیہ اداروں کی اہلکاروں کے ہاتھوں اغواء (بعد میں شہادت) کے بعد شہید آغا محراب خان روپوشی اختیار کرتے ہوئے قومی جہد آزادی میں استعمار کے خلاف اپنی جنگ میں مزید جدت لائی۔اس دورانیہ میں شہید ایک جانب دشمن کے ساتھ میدان عمل برسرپیکار رہتے ہوئے اپنے دوستوں کو اپنی جنگی طریقہ کار اور بہادری کا گرویدہ بنایا تو دوسری جانب اپنی علم و ذانت کی بدولت درجنوں بلوچ نوجوانوں کو آزادی کی راہ کا راہی بنایا۔ایسے افراد معاشروں میں شاذونادر ہی جنم لیتے ہے جو جنگجویانہ اور انقلابی خاصیت سے مالا مال ہوتے ہیں۔آغا شہید کے کردار اور کارناموں کو دیکھتے ہوئے بجا طور پہ یہ کہنا پڑیگا کہ وہ مکمل انقلابی اور انقلاب کا سرچشمہ تھا۔

انقلاب معاشرے کو غلامی، استحصال، استبداد، روایتی پن، معاشرے پر اثر انداز ہونے والے منفی اثرات اور خیالات سے پاک کرنے کا ہی نام ہے جو کہ انقلابی عمل کے ذریعے ہی طویل جدوجہد کی صورت میں حاصل کی جاسکتی ہے۔انقلاب کا راستہ کٹھن اور تکلیف دہ ہے جس پر چل کر انسان کو بے شمار صعوبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، تکلیفیں جھیلنا پڑتا ہے اور بعض اوقات اپنی جان سے بھی ہاتھ دھونا پڑتا ہے جو لوگ انقلابی عمل سے ثابت قدمی کا مظاہرہ کرتے ہیں وہی انقلاب برپا کرنے کا سبب بنتے ہیں۔اگر ہم تاریخ عالم پہ نظر دوڑائیں تو ایسی لاتعداد عظیم شخصیات ہیں جنہوں نے اپنی صلاحاتوں، کردار اور عمل کے ذریعے دنیا کے جس معاشرے میں بھی گزرے ہیں اس کی کایا پلٹنے سبب بنے ہیں۔جیسے سپارٹیکس جیسی عظیم ہستی جو کہ غلام ہوتے ہوئے بھی رومن ایمپائرز جو کہ اپنے وقت کے فراعین کے ہم اثر تھے ان کے خلاف علم بغاوت بلند کرتے ہوئے لوگوں کو غلامانہ طرز زندگی سے نفرت کرنا سیکھایا اور آنے والی نسلوں کی خوشحالی کے لئے رومنز کے خلاف سیسا پلائی دیوار بن کے کھڑے ہوگئے اور مرتے دم تک اپنے قدم ثابت کرتے گئے ان کی اسی ثابت قدمی، حوصلہ، جذبہ اور غلامانہ طرز زندگی سے نفرت کو دیکھتے ہوئے ان کی شہادت کے تھوڑے عرصہ بعد ہی غلاموں کی جدوجہد کی وجہ سے روم سے ہمیشہ کے لئے ختم ہوگئی۔اور اگر ہم چی گویرا کو لے لیں تو سامراج کے خلاف اس کی انقلابی جدوجہد اور ثابت قدمی روز روشن کی طرح عیاں ہے جس سے آج ہر کوئی اگر نہیں تو ہر انقلابی واقف ہے۔

ایسے انقلابیوں کا نہ صرف انسانی معاشرے میں ایک عظیم مقام ہوتا ہیں بلکہ رہتی دنیا تک ان کے کردار کو سنہرے الفاظ میں یاد کیا جاتا ہے گو کہ انسان کو اس معاشرتی دنیا میں قدم رکھتے ہوئے لاکھوں بلکہ کروڑوں عرصہ بیت چکے ہیں اور اسی دورانیہ میں بے شمار انسان اس دنیا میں جیئے اور فنا ہوگئے جن میں سے آج وہ انسان جنہوں نے مقصدیت کو فروغ دیا ان کی تعلیمات سے آج بھی لوگ فیض یاب ہورہے ہیں اور ایسے بھی لوگ گزرے ہیں جن کا تاریخ

میں تو نام ہے مگر انہیں لوگ صادق و جعفر کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اگر ہم بلوچ معاشرے کو دیکھے تو ایک جانب بالاچ گورگیج ہے جو کہ آج ہر بلوچ بلکہ ہر انسان کے لئے باعث فخر ہستی کے روپ میں ہمیں نظر آتا ہے جبکہ دوسری جانب سردار بیورغ بلیدی ہے جنہیں تاریخ میں قوم دشمن اور وطن دشمن گردانا جاتا ہے۔ دنیا کے تمام انسانوں اور گروہوں کے اپنے اقدار ہیں، فطرت نے ہر ایک کو جینے کی مکمل آزادی بخشی ہے بلوچ قوم بھی جس کا اپنا ایک سماجی، سیاسی، ثقافتی اور تاریخی ڈھانچہ ہے اور دنیا کے دیگر آزاد قوموں کی طرح فطرت بھی ہمیں آزاد رہنے کی تلقین کرتا ہے تو کیوں نہ ہم اپنے جینے اور مرنے کا انتخاب خود نہ کریں۔

جس طرح دنیا کے دیگر قوم دوست انقلابیوں نے انقلاب برپا کر کے اپنی تشخص اور احیاء کو دوام بخشنے میں ہم کردار ادا کیئے، اسی طرح آج بلوچ قوم بھی اپنے انقلابی روش کی وجہ سے تاریخ میں انمٹ کردار ادا کر رہے ہیں ان میں سے آج بہت سارے مادر وطن کی آجوئی کے لئے چنگیزی دشمن سے میدان کارزار میں برسرپیکار ہے اور جبکہ اسی وطن کی خاطر ماتیں وطن کو اپنے لہو سے سیر آب کر چکے ہیں۔ بلوچستان کے ان عظیم شہداء میں سے ایک نام شہید آغا محراب خان بلوچ ہے جن کی لازوال جدوجہد اور اس راہ میں شہادت نے بلوچ جہد آزادی کی تحریک کو حرارت بخشی۔

قلات کی زرخیز مٹی جس نے ہر دور میں وطن عزیز کو عظیم فرزندوں سے نوازا ہے ان میں چاہے بلوچ حکومت کی بنیاد رکھنے والا میر عمر ہو، سندھی، افغان اور ڈیرہ جات کے شہاہوں کو شکست دینے والا عبداللہ خان ہو، بلوچ قبائل کو ایک ہی لڑی میں پرونے والا عظیم بلوچ حکمران نصیر خان نوری ہو، انگریزوں کے خلاف اپنی مادر وطن پہ مرمٹنے والا خان محراب خان ہو، پاکستانی قبضہ کے خلاف عظیم بلوچ سرمچار آغا عبدالکریم خان ہو، بلوچ جہد آزادی کی خاطر سولی پہ چڑھ جانے والا مرد مجاہد شہید بابو نوروز خان کا دستِ راست شہید میر غلام رسول نیچاری ہو، بلوچ ننگ و ناموس اور وطن پہ جان نثار کرنے والا پیر مرد شہید میر لونگ خان مینگل ہو، اپنے لہو سے اپنی گلزمین کو سیراب کرنے والا شہید آغا محمود خان ہو یا بلوچ قوم کا وہ عظیم فرزند شہید فیصل جان رودینی ہو جس کی لہو کی مہک سرزمین بلوچستان میں ہر سو محسوس ہوتا ہے ان ہی عظیم شہداء کی یاد تازہ کرتے ہوئے اور روایات بلوچ کو زندہ رکھتے ہوئے شہر قلات میں ''آغا نادر'' (مرحوم) کے گھر جنم لینے والا شہید آغا محراب خان بھی بلوچ قوم کے اسی صف میں شامل ہو گیا جن میں عرش کو چھو جانے کا حوصلہ تھا۔

31 مارچ 2013ء کو موبائل فون پر ایک سنسنی خیز میسیج جس نے مجھے ششدرہ کر دیا۔ جس میں لکھا ہوا تھا ''کوئٹہ میں سیکورٹی فورسز کے ساتھ مقابلے میں آغا محراب خان شہید ہو گئے۔'' کچھ لمحوں کے لئے تو کسی کو یقین ہی نہیں ہو رہا تھا کہ آغا شہید ہمیں چھوڑ کے رفیق شہید سگار و شہید غفار بن چکا ہے لیکن جلد ہی کسی باخبر ذرائع سے آغا محراب خان کی شہادت کی تصدیق ہو گئی۔

پر میرا ایمان ہے کہ شہید آغا محراب کا لہو نوید آزادی کی صورت میں ایک دن ضرور رنگ لائے گا۔

آزاد عمل صرف وہی عمل ہوسکتا جس کے ذریعے کوئی شخص اپنی دنیا اور آپ کو تبدل کرتا۔۔۔آزادی کی ایک مثبت شرط ضرورت کی حدود کا عمل اور انسانی تخلیقی امکامات سے آگاہی ہے۔۔۔ایک آزاد معاشرے کیلئے جدوجہد اس وقت تک آزاد معاشرے کے لئے جدوجہد نہیں ہوسکتی جب تک کہ اس کے ذریعے زیادہ وسیع شخصی و انفرادی آزادی تخلیق نہیں کی ہوتی۔۔۔۔

☆☆☆(((پالو فرائرے)))☆☆☆

پاکستانی عقوبت خانوں سے ایک بلوچ فرزند کی قصہ

مائیکان بلوچ

میں بلوچ طالب علم ہوں !

گذشتہ کئی سالوں سے اپنے کئی بلوچوں کے ساتھ اس کلی کیمپ میں بند ہو جہاں انسانیت سوز ازیت سہہ رہا ہوں، میرا جرم یہ ہے کہ میں محکوم ومظلوم بلوچوں کے آزادی کی بات کرتا ہوں، اوران پر ہونے والے ظلم وجبر کیخلاف لکھتا رہا ہوں، شاہد! میں اس بات سے نہ آشنا تھا کہ یہاں لکھنا جرم عظیم ہے یہاں ظلم کیخلاف بولنا گناہ ہے ، میرے لکھنے اور بولنے کی وجہ سے میرے عظیم قوم کے چرواہا، مزدور، طالب علم ظلم کیخلاف بات کرتے ہیں، شاہد یہ عمل قابض کیلئے ناقابل برداشت ہیں، میرا قلم دشمن کیلئے شدید تکلیف کا باعث بن رہا ہے، میرے قوم اس بربریت کیخلاف آواز اٹھا کر جابر کے سامنے سیسہ پلائی دیوار جیسا کھڑا ہو رہا ہے اور قبضہ گیر کا موت انکی اانکھوں کے سامنے واضح ہوتا دکھائی دے رہا ہے، اس لئے ہم جیسے سیاسی کارکنوں کو اُٹھا کر غائب کیا جاتا ہے، تاکہ میرے جیسے طالب علموں کو ظلم کے اندھیرے میں رکھ کر ہمیشہ کیلئے خاموش کیا جائے اوراسی طرح میرے قوم کے ہزاروں طالب علموں وسیاسی کا رکنوں کو اپنے عقوبت خانوں میں بند کیا جاتا ہے، اوراپنے قوم کے آزادی کی حق میں مسلسل بولنے والے میرے سینکڑوں دوستوں کو موت کے نیند سلا دیا جاتا ہے، شاہد اس لیے کہ یہ آواز جو ظلم وجبر کے خلاف ہیں ہمیشہ کیلئے بند ہو جائیں لیکن تاریخ سے نہ آشنا لوگوں کو کون سمجھائے کہ ظلم وجبر کے سامنے خاموش ہونا خود ہی اذیت گاہوں کی اذیتوں سے بڑا اذیت ہے، آج ہماری ظلم سہنے کی وجہ سے ہی دشمن کے تمام ظلم وجبر کے ارادے چکنا چور ہو رہے ہیں بلکہ مقصد کیلئے قربان ہونا کامیابی کی نشانی ہے، جو لوگ ظلم وجبر کیخلاف بولتے ہیں وہ مرتے نہیں ہے انکی فکر تا حیات زندہ رہتی ہے جو حق وسچ کیلئے بولتے ہیں، اوراس راہ میں قربان ہو کر ہمیں یہاں بھی حوصلہ بخشتی ہے اس ازیت گاہ میں ہم دوستوں کی روزانہ کئی مرتبہ شہادت کے دیدار کرتے ہیں لیکن ہر دن کے ساتھ میرے حوصلے بلند ہوتے جا رہے ہیں ناقابل برداشت ازیتیں سہنے سے میرے جسم فولاد کے مانند مضبوط ہو گیا ہے وہ مارتے مارتے تھک کر کہتے ہیں ”کس مٹی سے بنے ہوں“ میں ہنس کر جواب دیتا ہوں زندہ ضمیر انسان ہوں وہ سرخ سرخ ہو کر گالیاں بکھنا شروع کر دیتے ہیں، ہم کو اپنے مقصد سے دستبردار کرانے کیلئے کبھی بجلی کے تاروں سے کرنٹ دیا جاتا ہے تو کبھی ناخن کو گوشت سے جدا کیا جاتا ہے لیکن ناکام ہو کر ہمیں موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے، آنکھوں کے سامنے ہمارے دوستوں کو ازیت ناک طریقوں سے شہید کر دیا جاتا ہے، شہیدوں کی خون، دوستوں کی مضبوط فکر اور ہماری قوم کی عظیم جدوجہد نے ہمارے حوصلے کو مزید مضبوط کر دیا ہے جب ہم سنتے ہیں کہ ماما قدیر ایک ہزار دنوں سے ہماری بازیابی کیلئے بھوک برداشت کر کے صبح وشام کیمپ میں بیٹھتے ہیں ہم نظریاتی حوالے سے مزید پختہ ہو جاتے ہیں جب ہم سنتے ہیں کہ ہمارے فکری دوستوں کی جدوجہد سے عالمی سطح پر بلوچ آزادی کیلئے آواز اٹھایا جا رہا ہے تو ہم زندانوں میں خوشیاں مناتے ہیں جب ہم سنتے ہیں کہ ہماری کارواں دن بہ دن مضبوط ہو کر اپنے منزل کی جانب رواں دواں ہے تو ہم زندان میں عیار کو اس کے شکست کی نشاندی کراتے ہیں جب ہم نے سنا کہ ماما قدیر ، فرزانہ مجید بی بی گل اور دیگر دوستوں نے ہمارے بازیابی کیلئے کوئٹہ سے کراچی تک پیدل مارچ کر رہا ہے اور صرف دنیا کو بتانے کیلئے کہ آجا دیکھ لے کہ ہمارے فرزند اپنی آزادی کیلئے کس طرح کی قربانیاں دے رہے ہیں تو ہمارے سر فخر سے بلند ہو جاتا ہے اور دشمن کی گھبراہٹ کو دیکھکر اپنے جدوجہد کی کامیابی کا ہمیں یقین ہو جاتا ہے شاہد قبضہ گیر اپنے ناکامی کو چھپانے کیلئے ہمیں بھی ہمارے دیگر دستوں کو طرح شہید کرے، لیکن ہمارا ایمان ہے کہ بلوچ عوام کی عظیم جدوجہد اپنے منزل کو پہنچ جائے گی اور ظلم کی سیاہ راتیں ختم ہو جائیں گے اور ہمارے مادر وطن پر ایک روشن صبح نو کا آغاز ہو گا ہمیں اس عظیم مقصد کے لئے جدوجہد اوراپنے کارواں پر ہمیشہ کیلئے فخر رہے گا۔

آزاد بلوچستان زندباہ

انقلاب زندباد

”جب آپ جنگ کرنے کا فیصلہ کرلیں تو پھر اپنی تمام قوتوں کو مجتمع کریں اور کسی اصول کی خلاف ورزی نہ کریں۔
بعض اوقات ایک تنہا بٹالین جنگ جیت لیتی ہے۔“

☆☆☆(((نپولین)))☆☆☆

مزاکرات ومصالحت کی ڈھونگ ایک بار پھر

پمفلٹ

شاؤنسٹ پنجابی قوم واستعماری پاکستان کی جانب جبراً استبدادیت اور طاقت وتشدد کے استعمال کے ساتھ ساتھ مزاکرات ومصالحت کی کوششیں بلوچ قوم کو ان کے قومی وسیاسی موقف سے دستبردار کرانے کے سوچ کا واضح اظہار اور پرانہ حربہ ہے۔ پاکستانی قبضہ گیریت کے ابتدائی ایام سے لیکر مڈل پیریڈ (درمیانی عرصہ) اور ماضی قریب کے حالیہ ادوار میں بلوچ سماج میں پنپنے والے سیاسی وشعوری جذبات، قومی نظریہ وفکر اور جدوجہد و عمل کو ناقص و ناکارہ بنانے کی کوششوں کے ردِ انقلابی عوامل میں اس اہم ریاستی ٹول کا کلیدی کردار رہا ہے، جو وقتی طور پر پاکستان اور اس کی بزور طاقت قائم کردہ نوآبادیاتی و استحصالی نظام کے لئے سودمند بھی ثابت ہوا ہے۔ خیمہ بردار و باجگزار ریاستی آلہ کار شخصیات اور مفاد پرست وموقع پرست حلقوں کے طفیل ہر دور میں اس سازشی وبلوچ دشمن ایجنڈا کو آگے لے جایا گیا اور متفق ومشترک ہونے پر مایوسی، دلبرداشتگی و پچھتاوے کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آیا۔ آغا عبدالکریم اور ساتھیوں کی بغاوت کا قرآن پاک و مزاکرات کے نام پر گلا گھونٹنے سے لیکر بزرگ بلوچ رہنماء بابو نوروز خان اور نظریاتی دوستوں کو مذہبی عقائد و فرسودہ قبائلی روایات کی بھینٹ چڑھا کر دھوکے میں لانے سمیت نیپ کی قیادت کو بھٹو رجیم اور ضیاء آمریت کے سامنے سرنگوں کرنے کی اندرون خانہ جات جعل سازیاں، فریب کاریاں اور سازشیں اہم ترین تاریخی سچائی ہیں جن کا پول آج مکمل طور پر کھل کر سامنے آچکا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ ریاستی سازشوں کی زد میں آنے والے حقیقی قومی وسیاسی اور انقلابی قیادت سے مزاکرات ومصالحت کے نام پر جو فاش غلطیاں سرزد ہوئی ہیں، اب وہ مزید اسکے متحمل نہیں ہوسکتے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ آزادی کے قومی موقف پر سمجھوتہ اور مصالحت حقیقت پسندی کے منافی اور انسانیت کے خلاف سنگین تھریٹ ہے۔ آزادی اور آزاد سماج کی تشکیل جو ہر قوم کا فطری اور بنیادی حق ہے سامراجی واستحصالی قوتوں کے لئے ہمیشہ سے تکلیف دہ امر رہا ہے۔ کیونکہ وہ کمزور معاشروں و زیردست اقوام کے وحدت و جغرافیہ سے اپنی معاشی ضروریات اور سیاسی وعسکری عزائم کی تکمیل چاہتے ہیں۔ جنگ عظیم دوئم کے بعد بالخصوص عالمی سامراجی قوتیں جدید نوآبادیاتی نظام کے تحت مظلوم ومحکوم اقوام اور ان کی سرزمین کو خودساختہ وغیر فطری ریاستوں اور داشتہ کمپراڈور عناصر کے ذریعے بری طرح لوٹ مار اور استحصال کا نشانہ بنائے ہوئے ہیں۔ جہاں اور ان کی تابع داری وخدمت گزاری کے بدلے انہیں مختلف وظائف سے نوازتے ہیں۔ وہیں محکوموں کی نسل کشی اور ان کی فطری وقومی آرزوؤں کا قلع قمع کرنے میں براہِ راست شراکت داری کرکے عالمی و سفارتی سطح پر بھرپور اعانت وحمایت سمیت ان کی غیر ذمہ دارانہ کردار وجعلی وجود کی پشت پناہی کرنے اور انسانیت کے خلاف بے دریغ جرائم کی مختلف عالمی وعلاقائی فورمز پر پردہ پوشی کرتے نظر آتے ہیں۔ پاکستان، اسرائیل، سعودی عرب اور ترکی آج عالمی سامراجی قوتوں امریکہ، برطانیہ، فرانس، چین کے پالیسیز وعزائم کے دفاع اور ان کے ایماء پر بلوچ، سندھی، عرب، کرد اور یوغور جیسے کمزور اقوام پر تسلط برقرار رکھ کر استحصال، سفاکیت اور سنگینیوں کا بازار گرم کئے ہوئے ہیں۔ طاقت وتشدد کا استعمال تو سامراجیت کے سرشت میں شامل ہے مگر اس کی آڑ میں ڈپلومیسی، ڈائیلاگ اور مزاکرات ومصالحت کی پیش کش کا رجحان بھی کوئی انہونی بات نہیں۔ بقول بلوچ انقلابی لیڈر بابو شیر مری ”ظالم کی جانب سے مظلوم کو مزاکرات کی دعوت دینا قاتل کا مقتول کو معاف کرنا یا عزتیں تار تار کرنے کے بعد اظہار معذرت انسانی تاریخ میں سنگین تضاد اور بھونڈا مزاق ہونے کے ساتھ ساتھ شرفِ انسانیت کے منافی اور ناقابل معافی عمل ہے اور تاریخ عالم میں مظلوموں ومحکوموں کے ساتھ یہ توہین آمیز روش سامراجی طاقتوں کا پسندیدہ مشغلہ رہا ہے۔“

بلوچ دھرتی کے فرزندوں!

بلوچ قومی تاریخ کا سب سے بڑا سیاسی مجرم میر غوث بخش بزنجو المعروف بابائے مزاکرات کے فکری وارث ڈاکٹر مالک وحاصل بزنجو اینڈ کمپنی، سردار مینگل کے ساتھ مل کر آج ایک دفعہ پھر مزاکرات ومصالحت کا ڈھنڈورا پھیٹ رہے ہیں۔ ہزاروں بلوچ شہداء کے لہو، لاتعداد جبری طور پر گمشدہ بلوچ فرزندوں کی پاکستانی خفیہ ایجنسیز کی اذیت گاہوں میں انسانیت سوز مظالم وتکالیف، لاکھوں ماں بہنوں کی آہ وبکاء آنسو اور ہزاروں بلوچ سرمچاروں وقومی جہدکاروں کی بے تحاشا قربانیوں کو خاطر میں نہ لاکر مزکورہ لوگ جعلی مقام ومنزلت کے حصول، دولت واقتدار کے حوس کی تکمیل سمیت اپنی انا کی تسکین کے لئے قومی تحریک آزادی پر شبخون مارنے کے درپے ہیں۔ گزشتہ تمام گماشتہ حکومتوں کی طرح موجودہ کٹھ پتلی مالک سرکار بھی اقتدار واختیار پاتے ہی بے رحم طاقت وتشدد کے استعمال میں شدت، جبری اغواء، گھر گھر مسخ شدہ لاشیں پہنچانے وسول آبادیوں پر فوجی یلغار میں اضافے کا اہتمام کرنے کے ساتھ ساتھ قومی لیڈرشپ اور بلوچ عوام کو مزاکرات پر آمادہ کرنے کی توہین آمیز ریاستی ٹاسک کو اپنی تحریریوں وتقریروں اور بیانات میں بکثرت دہراتا۔ مگر اس بار مضبوط قومی شعور، سیاسی قوت اور ماضی کی غلطیوں، کوتاہ اندیشیوں اور کمزوریوں کے پس منظر میں وسیع پیمانے پر قومی معاشرتی تجربات و مشاہدات کی روشنی کی بدولت انہیں کہیں بھی کامیابی حاصل نہیں ہوئی ہے۔ گزشتہ حکومت کے پاکستان پیکیج، این ایف سی ایوارڈ، صوبائی خودمختاری اور معافی نامے کی طرح موجودہ رئیس حکومت مڈل کلاس کا ماسک چڑھائے اے پی سی، ٹاسک فورس اور حقوق کی بازیابی وترقی کے پرفریب صداؤں اور لسانی کرتب بازیوں کی آڑ میں مزاکرات و مصالحت کا ڈھنڈورا پھیٹتے نہیں تھکتا لیکن بلوچ قوم کو ان کی سیاسی حیثیت کا پتہ ہونے کے ساتھ ساتھ زمینی حقائق اور اپنے قومی مقصد کا بخوبی ادراک ہے اسی لئے وہ کسی بھی ایرے غیرے کے چالبازیوں اور منافقت کا شعوری سمجھ بوجھ رکھتے ہیں لہٰذا دشمن اور اسکے آلہ کار چاہے جتنا بھی توانائی صرف کیوں نہ کریں مگر بلوچ فرزند بلوچ قومی موقف پر سمجھوتے اور پاکستانی فریم ورک کے اندر کسی بھی قسم کے مزاکرات کو گناہ کبیرہ سمجھتے ہیں۔

KNOWLEDGE STRUGGLE VICTORY

بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن آزاد

آئینہ حقائق

ستمبر 2013 کی چیدہ چیدہ حالات، واقعات اور خبروں پر آزاد کا ماہانہ تجزیہ

ادارہ

مقبوضہ بلوچستان میں ستمبر 2013 کا آغاز بھی دیگر مہینوں کی طرح قابض فوج کی ظلم وستم مختلف علاقوں میں آپریشن اور بلوچ فرزندوں کے اغواء کے تسلسل کے ساتھ ہوا، لیکن 24 ستمبر کو آنے والے قیامت خیز زلزلے نے پہلے سے ہی قبضہ گیر کے جبر تلے روندھے ہوئے بلوچ عوام کے ایک نئی آزمائش میں ڈال دیا جہاں ایک طرف انہیں پہلے ہی ایک منظم نسل کشی کا سامنا ہے اور قابض فوج بلوچستان کی گلی گلی کو بلوچ فرزندوں کے لہو سے سرخ کر چکا ہے وہی اس قدرتی آفات نے ہزار سے زائد بلوچوں کی جانیں لی اور ہزاروں کو دربدر کر دیا لیکن قبضہ گیر کی نسل کشی سے نبرد آزما بلوچ قوم نے جس طرح پاکستان کے جبر کا دیدہ دلیری سے سامنے کرتے ہوئے اپنے قوم کی بقاء کیلئے اپنا سب کچھ تیاگ چکے ہیں اسی طرح اس قدرتی آفات سے نمٹنے کیلئے بھی بلوچ عوام کے حوصلے بلند تھے جنہوں نے اپنا ہر لمہ زلزلہ متاثرین کی بحالی کیلئے وقف کر دیا۔ زلزلے کی تباہ کاریوں کے ساتھ ساتھ قابض فوج کی بربریت بلاکسی روک ٹوک پورے مہینے جاری رہی اور اپنے قبضہ گیریت کو بچانے کیلئے پاکستانی ادارے اور گماشتے اپنی تگ ودو کرتے رہے۔

آل پارٹی کانفرنس

پاکستانی سیاسی پارٹیاں اپنے شکست خوردہ اور زوال پزیر وجود کو سہارہ دینے کیلئے ستمبر میں ایک مرتبہ پھر آل پارٹی کانفرنس کی شکل میں اکٹھا ہوئے جس میں پاکستانی دیگر پارٹیوں کے ساتھ ساتھ ان کی بلوچ گماشتے بی این پی مینگل، این پی، نے بھی بھرپور شرکت کی ڈی جی آئی ایس آئی نے اے پی سی کے شرکاء کو بلوچستان کی صورتحال کے بارے میں بریفنگ دی گئی۔ حالیہ اے پی سی میں اگرچہ اہم نقاط طالبان سے مزاکرات اور دہشتگردی کو قرار دیا گیا تھا لیکن پاکستان کی جانب سے دہشتگردی پھیلانہ اور پھر ان سے مزاکرات کا ڈھونگ رچا کر امن وامان کی باتیں کرنا درحقیقت پاکستانی اداروں کی اپنی سلامتی کو برقرار رکھنے کی کوشش ہے۔ پاکستان کو ایک طرف بلوچ قومی تحریک آزادی کا سامنا ہے جوکہ پاکستانی وجود کی سلامتی کیلئے سب سے بڑا خطرہ بن چکا ہے تو دوسری طرف فورسز اور عسکری وسائل ان کے اپنے پیدا کردہ دہشتگردوں کی کاروائیوں کو روکنے میں صرف ہو رہے ہیں جوکہ اب پاکستان کے دوہری کردار کی وجہ سے ان کے ہاتھوں سے نکلتی جارہی ہے۔ پاکستان میں مذہبی دہشگردی بلوچ تحریک آزادی کو کاونٹر کرنے کے سامنے ایک بڑی رکاوٹ ہے جس سے پاکستانی فوج کو بلوچ قوم کے خلاف وسیع تر کاروائی میں بہتیرے مشکلات سامنے آرہے ہیں۔ اپنے عسکری وسائل اور قومی پالیسی سازوں کی توجہ مکمل طور پر بلوچ تحریک کے خلاف مرکوز کرنے کیلئے پاکستان طالبان سے مزاکرات کی کوششیں کر رہا ہے۔

اغواء کیئے گئے بلوچوں کے کیسز کی پاکستانی عدلیہ میں سماعت

پاکستان نے جہاں ایک طرف بلوچ فرزندوں اغواء کرنے کے تسلسل کو جاری رکھا ہوا ہے تو وہی اس مسئلے کو میڈیا اور عالمی اداروں کے نظروں سے اوجھل رکھنے کیلئے گزشتہ سال سے اغواء کیئے گئے بلوچوں کی کیسز کی سماعت کا ڈرامہ رچھا رکھا ہے اسی اثناء میں پاکستانی چیف جسٹس کی سربرائی میں ایک مرتب پھر کوئٹہ میں کیسز کی سماعت کی گئی لیکن اسی دوران جب سماعتوں کا سلسلہ جاری تھا تو دوسری طرف قابض فوج مختلف علاقوں سے بلوچ فرزندوں کو تسلسل کے ساتھ اغواء کرتے رہے ہیں

مشکے اور آواران میں ہولناک زلزلہ

24 ستمبر کی شام کو ایک طاقتور زلزلے نے بلوچستان بھر کو ہلا کر رکھ دیا 7.5 شدت کے زلزلے کا مرکز آواران تھا جہاں قرب وجوار میں زلزلے نے زمین ہموار کر دی آواران اور مشکے کی پوری آبادی کھنڈرات میں تبدیل ہوگئی۔ سینکڑوں افراد ملبے تلے دب کو جان بحق ہوگئے اور ہزاروں لوگ پلک جھپکتے ہی بے گھر ہو گئے کئی روز تک گھیرے ہوئے مکانات کی کھنڈرات سے لاشوں، زخمیوں کو باہر نکالنے کا عمل جاری رہا۔

اس قیامت خیز زلزلے کے فوراً بعد ہی بلوچستان بھر میں بلوچ قوم نے اپنے مدد آپ کے تحت متاثرہ بلوچوں کی امداد کیلئے سرگرمیاں شروع کر دی اور کراچی سمیت بلوچستان کے کھونے کھونے میں امدادی کیمپ لگائے سینکڑوں رضا کار اور امدادی ٹیمیں آواران روانہ ہوئی اپنے محدود وسائل کے ساتھ بلوچ قوم نے اس قدرتی

آفت سے نبھٹنے کیلئے شب وروز ایک کر دیئے۔

ناکافی وسائل اور تباہی کی شدت کی وجہ سے پوری طور پر وسیع پیمانے پر امداد کی ضرورت تھی جسے بھانپتے ہوئے قابض فوج نے اپنی وحشت کا ثبوت دیا اور امدادی قافلوں کو متاثرین تک پہنچانے میں طرح طرح کی رکاوٹیں کھڑی کی متعدد این جی اوز کو علاقے میں جانے سے منع کر دیا گیا جس سے سینکڑوں ٹرک سڑک پر کھڑے رہی اور کئی روز تک متاثرین تک نہ پہنچ سکی۔ پاکستانی نے امداد کو ایک طویل دورانہ تک روکنے کے بعد اپنے قبضہ گیریت کو آگے لے جانے کیلئے آواران میں اپنے جہادی گروہ لشکرے طیبہ کے تنظیم فلاح انسانیت فاونڈیشن کے زریعے اپنے ایجنٹوں و آواران بھر میں پھلا دیا۔ پاکستانی میڈیا نے بھی ہمیشہ کی طرح قابض کی ترجمانی کا فرض ادا کرتے ہوئے پاکستانی فوج کے ساتھ مل کر علاقے کی غیر حقیقی صورتحال نشر کرتے رے ماسوائے بی بی سی اور چند مخصوص میڈیا ذرائیوں کے بلوچستان کی حالیہ ہولناک تبائی میڈیا کی آنکھوں سے نظرانداز ہوتی رہی۔

ستمبر 2013 میں پاکستانی فوج کی دہشتگردانہ کاروائیاں

ستمبر کے مہینے بلوچستان کے مختلف علاقوں میں قابض فوج کی بلوچ آبادیوں پر حملے اور تشدد لوٹ مار اور بلوچ فرزندوں کو شہید اور اغواء کرنے کا تسلسل جاری رہا قابض فوج نے اپنی جیٹ طیاروں کے ساتھ مشکے کے علاقے رونجان میں کاروائی کر کے فاضل امین کو شہید کر کے اُس کی لاش کو ویرانوں میں پھینک دیا جبکہ متعدد چرواں کو اغواء کیا، جس میں بارگ بلوچ ولد محمد اور یعقوب ولد رحیم بلوچ بھی شامل ہے۔

پاکستانی فوج نے پنجگور میں عبدالحکیم کے گھر میں چھاپہ مار کر وہاں موجود بلوچ فرزند مراد جان ولد محمد یحیٰ، سلیم ولد عیسیٰ، حمل ولد اسحٰق اور طفیل ولد عبدالحکیم کو اغواء کیا گیا۔

کوہستان مری میں پاکستانی فوج نے آبادیوں پر بمباری کی اور گھروں کو جلایا گیا مال موشیوں کو اپنے ساتھ لئے گئے۔

مستونگ سے ایک ہی خاندان کے چھ افراد کو آئی ایس آئی کے کارندوں نے گاڑی سے اتار کر اغواء کیا جس میں ظہور بنگلزئی، صالح بنگلزئی، فتح محمد بنگلزئی، شیر محمد بنگلزئی، عبدالمالک بنگلزئی اور صمد بنگلزئی شامل ہے۔

مشکے، آواران میں پاکستانی فوج کی ہیلی کاپٹروں کے ذریعے شیلینگ فوج کی بمباری سے بہرام بلوچ، مجید بلوچ شہید ہوگئے اور ولی داد زخمی ہوگئے۔

کوئٹہ کلی قمبرانی روڈ سے محمد قذافی کے گھر پر ایف سی نے حملہ کر کے محمد قذافی کو اغواء کیا۔

فیصل عبدالسلام کو کراچی سے آئی ایس آئی کے کارندوں نے اغواہ کیا۔

بی ایس او (آزاد) کے رکن ظفر بلوچ کی لاش ڈیرہ اللہ یار سے برآمد ہوئی۔

کراچی سے کوئٹہ آتے ہوئے سندھی آزادی پسند ورکر جمیل خاصخیلی، شاید جوڑیجو اور اصغر جمالی کو قلات کے مقام پر ایف سی نے مسافر بس اتر کر اغواء کیا۔

بلوچ قومی تحریک آزادی کی شدت اور پاکستانی فوج کی کاونٹر انسر جنسی کے ذریعہ سے لوگوں کی دلوں میں خوف ڈالانے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن بلوچ جنگ آزادی آج سے نہیں بلکہ 1948 سے پاکستان کے ساتھ جاری ہے، اُس ٹائم سے لے کر آج تک قابض کی رویوں میں بلکل کوئی تبدیلی نہیں آئی ہے، لیکن طریقہ کار میں تبدیلی لانے کوشش کر رہی ہے، پہلے دھوکہ دے کر قید و بند کرتے تھے اب سیدھا اٹھا کر غائب کیا جاتا ہے اور بعد میں ان کی مسخ شدہ لاش پھینکی جاتی ہے، اب بلوچستان کے علاقے آواران مشکے، گیشکو راور ڈنڈار میں جو زلزلے سے تباہی ہوئی ہے اس سے پاکستان فائدہ اٹھا کر اب اس ریجن میں بہت بڑی پیانے فوجی کاروائی کرنے جارہے ہیں، پاکستان ان علاقوں میں زور آزمائی کرنے کوشش کرتے ہیں ہمیں اس خبر سے باخبر ہونا چاہیے کہ قابض کی دیا ہوا تحفہ صرف بندوق کی نالی سے گولی ہوتی ہے، وہ زلزلے سے متاثر علاقوں یہ تحفہ کو استعمال کر رہے ہیں۔

"" اگر "مغرور مرد" یہ سمجھتا کہ وہ عورت سے اعلیٰ تر ہے اسلئے عورت کو equal social atatus نہیں ملنی چاہیے۔ تو سمجھ لیجئے وہ بے وقوفوں کی جنت میں رہتا ہے۔ آج عورت خواب غفلت سے جاگ رہی ہے یقیناً وہ وقت دور نہیں جب مرد اور عورت کے درمیان تعصب کی بڑی دیوار گرادی جائے گی اور عورت ایک سماج میں اسی حیثیت کی مالک ہوگی جو ایک مرد کی ہے۔"

☆☆☆(((بانک کریمہ بلوچ)))☆☆☆

آئینہ حقائق

اکتوبر 2013 کی چیدہ چیدہ حالات، واقعات اور خبروں پر آزاد کا ماہانہ تجزیہ

ادارہ

زلزلہ متاثرین کی امداد میں مداخلت

عالمی تنظیم این ایس ایف نے پریس کانفرنس کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں زلزلہ سے متاثرہ علاقوں میں پاکستان اجازت نہیں دے رہی ہے پاکستان اس لیے این جی او یا عالمی تنظیم کو اجازت نہیں دے رہی ہیں وہ اس خوف میں ہے کہ جنگ زدہ علاقوں میں جاکر نہتے عوام کو دیکھنے کے بعد دنیا کے سامنے جوابدہ ہونا پڑتا ہے کہ روز وہاں سے کسی نہ کسی نوجوان کو اٹھا کر غائب کی جاتی ہے یا اس لاش پھینک دی جاتی ہے اب تک سینکڑوں نوجوان متاثرہ علاقوں سے غائب کیے گئے حقیقت یہ کہ ان علاقوں میں فوج ریلیف کے بجائے لوگوں پر اپنی روب جمانے کی خاطر روز کسی نہ کسی نوجوان کو غائب کرتی ہے تاکہ عوام ان سے خوف زدہ ہوکر ان پر حکمرانی کر سکے۔ متاثرہ علاقے میں ریلیف تو اس طرح ہے زلزلے سے متاثرہ علاقے مشکے میں ایف سی کیمپ میں این جی او کی دی ہوئی ریلیف کے بجائیں سامان دوسو سے زائد ٹرک ایف سی کیمپ میں کھڑی کی ہے یہ اس لیے کہ تاکہ عوام مجبور ہوکر ہم سے مدد کی اپیل کرے اور دنیا کے سامنے یہ ثابت کرنے کوشش کرتے ہیں کہ جنگ زدہ علاقوں میں ہم عوام کو مدد کررہے ہیں یہاں تک کہ یہ ملک این جی او کو جانے سے روک رکھے ہیں لیکن اقوام متحدہ کی تنظیمیں خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں یہاں انسانیت کی قدروں کو پامال کیا جارہا ہے ایک طرف زلزلے کی متاثرہ علاقوں میں فوجی کاروائی زوروں پر ہیں دوسری طرف بلوچستان کے دوسرا علاقوں فوجی کاروائی جاری ہے۔

ڈاکٹر مالک اور مزاکرات کا ڈھونگ

ڈاکٹر مالک نے ایک مرتبہ پھر بلوچستان کے مسئلے کو پیچیدہ قرار دیتے ہوئے بلوچ آزادی پسندوں سے مزاکرات کا شوشہ چھوڑا جبکہ آزادی کی جدوجہد سے وابستہ تمام جماعتیں پہلے ہی پاکستان کی اس ڈھونگ کا پھول کھول چکے ہیں مزاکرات کا بار بار شوشہ چوڑ کر پاکستانی گماشتے بلوچ نسل کشی کی کاروائیوں پر پردہ ڈال رہے ہیں اور عالمی دنیا کو گمراہ کرکے ان کی توجہ اپنے قبضہ گیریت کو ہٹانا چاہتے ہیں لیکن ان کے مزاکرات کے خوشنما دعوں کے باوجود پاکستانی جبر دنیا کی آنکھوں سے نہیں چپ سکتی، بلوچ قوم پاکستان کے شاطرانہ حربوں سے واقف ہے پاکستان ہمیشہ ہی اپنی شکست خوردگی کو دیکھ کر مزاکرات کا رٹ لگاتا ہے تاکہ تحریک آزادی کے خلاف مختلف جہتوں سے حملہ آور ہوکر اپنے قبضہ گیریت کو بچاسکیں۔ ڈاکٹر مالک بھی مزاکرات کا رٹ لگا کر پہلے سے آزمودہ حربہ آزما رہے ہیں اور بلوچ تحریک آزادی کو اب پیچیدہ قبائلی فرقہ وارانہ مسئلہ قرار دیکر دنیا کو گمراہ کرنے کی ناکام کوشش کررہے ہیں۔

ایرانی جبر

قابض ایران نے دو خواتین سمیت 15 بلوچ فرزندوں کو پھانسی دی جن میں حمزہ گمشادزئی جس کی عمر 30 سال شاہ محمد برہوائی عمر 33 سال، ناصر برزنگ عمر 25 سال اور حسین صوفی عمر 25 سال شامل ہیں۔

امریکی امداد بحالی

امریکی حکام نے پاکستان کی فوجی امداد بحال کرنے کا فیصلہ کیا۔ امداد 32 کروڑ 20 لاکھ پر مشتمل ہے جوکہ جدید فوجی ساز وسامان، ایف 16 لڑکا طیاروں، میری ٹائم سکیورٹی اور توانائی بحران کیلئے مختص ہے۔ امریکہ فنڈ طالبان کیخلاف کاروائی کیلئے دی گئی ہے۔ امریکہ نے ایک طویل عرصے کے بعد پاکستان کی امداد بحال کی ہے جس کی وجہ پاکستان اور ماریکہ کے درمیان پیدا ہونے والی عارضی قربت ہے جس کے ذریعے امریکہ افغانستان سے انخلاح سے قبل کے خلاف کاروائیاں ہوسکیں، لیکن پاکستان نے ہمیشہ ہی عالمی امداد اور امریکی فنڈز کو دہشتگردی کے نام پر حاصل کرکے انہیں بلوچ قوم

کے خلاف استعمال کیا ہے جس کی واضح مثال امریکی امداد کے بحالی کے بعد بلوچستان میں پاکستانی فوج کی نقل وحرکت میں اضافہ ہے۔

یورپی پارلیمنٹ میں اجتماع

بلوچوں کی قتل عام ہورہا ہے بلوچستان کے متعلق متعدد ممالک کا یورپی پارلیمنٹ میں اجتماع پاکستان نے بزور طاقت بلوچستان پر قبضہ کیا ہے گوادر میں چینی اڈہ خطے کیلئے تباہ کن ہوگئی طارق فتح ،مہران بلوچ ،اینڈریو،رس ہیرٹ ودیگر نے بلوچستان کے حالات پر روشنی ڈالی پاکستان نے بلوچستان پر قبضہ کیے دنیا اس قبضے کیخلاف بلوچوں کی مدد کرے بلوچ ایک ذمہ دار قوم کی حیثیت سے پُرامن ملک کی تعمیر کرے گی۔

وائس پار بلوچ مسنگ پرسنز ریلی

وائس فار بلوچ مسنگ پرسنز کی جانب سے لاپتہ ہونے والے اسیران کی بازیابی کیلئے کوئٹہ سے کراچی لانگ مارچ 27 اکتوبر سے شروع کی گئی ہزاراں بلوچ تاحال پاکستانی قابض فوج کے ہاتھوں اغواء ہیں جن میں سے 1500 سے زائد کی مسخ شدہ لاشیں مل چکی ہے۔ وائس فار بلوچ مسنگ پرسنز کی ریلی تاریخی حیثیت رکھتا ہے ، جسے تمام آزادی پسند سمیت انسانیت انصاف دوست حلقوں کی جانب سے قابل ذکر پزیرائی ملی ہے کوئٹہ سے کراچی تک کا 750 کلومیٹر سے زائد کا سفر ماما قدیر اوران کے ساتھی پیدل طے کرینگے۔

بلوچستان بھر میں پاکستانی دہشتگردی

زلزلے سے متاثرہ علاقے آواران سے تعلق رکھنے والے سفرخان ،الہی بخش ،امین ،عظیم بلوچ اور کمسن بالاچ کو حب کے شہر سے فوج اور آئی ایس آئی کے کارندوں نے اغواء کیے ہیں۔

بی ایس او آزاد کے رہنماء بسیمہ کے رہائشی خاران میں ظفر بلوچ کے گھر پر حملہ کر کے ظفر بلوچ ،بی بی حلیمہ اور یوسف کو شہید کیا گیا ہے

آواران بیدی سے پاکستانی فورسز نے دو سگے بھائی عمر ولد بائیان ،نصیر ولد بائیان کو اغواء کر کے اپنے ساتھ لئے گئے

سبی سے جانے والی گاڑی پر ایک ہی خاندان سے پانچ نوجوانوں کو اٹھا کر ریاستی کارندوں اپنے ساتھ لئے گئے جس میں محمد خیر مری ،نور امری ،سعد اللہ شامل ہے۔

پروم میں فورسز کی کی کاروائی سے دو گاڑیوں کو جلایا گیا اور چھ موٹر سائیکل اپنے ساتھ لئے گئے اور اس کاروائی میں 20 میں زائد نوجوانوں اور بزرگوں کو گرفتار کر کے لئے گئے اور ساتھ لے جا کر پانچ نوجوانوں کو تشدد کر کے شہید کیا گیا ،جن میں ریاض ولد دوست محمد اشرف ولد دوست محمد کریم جان ولد منیر ،پیر محمد اور وہاب بلوچ کو کو پاکستانی فورسز نے تشدد کر کے شہید کیا۔

مشکے اور ڈیرہ بگٹی میں آٹھ نوجوانوں کو اغواہ کر کے اپنے ساتھ لئے گئے جس میں نظر محمد بگٹی ،یارو بگٹی ،طارق محمد حسنی اور اس کے والد شامل ہے۔

ڈیرہ بگٹی سے لاپتہ سفرخان اور واحد بگٹی کی تشدد زدہ لاشیں برآمد ہوئی جن کو تشدد کر کے شہید کیا جن کو روڈ کے کنارے پھینک دیا گیا۔

ہم انقلابی اور اس وقت تک رہیں گے جب تک کچھ لوگ صرف حکمرانی کرتے ہیں اور دوسرے صرف محنت کرتے ہیں ہم اس سماج کے خلاف ہیں جس کے مفاد کو کا تمہیں حکم دیا گیا ہے، ہم اسکے جانی دشمن ہیں اور تمہارے بھی ، اور ہم دونوں کے درمیان اس وقت تک کسی کی مصالحت ممکن نہیں جب تک کہ ہم اس جنگ میں جیت نا جائیں۔۔۔۔

☆☆☆ (((میکسم گورکی))) ☆☆☆

ستمبر کے مہینے میں بی ایس او (آزاد) کے اخباری بیانات

ادارہ

بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن آزاد کے زیر اہتمام شہدائے اگست کی یاد میں عظیم الشان جلسہ عام کولواہ ڈنڈار میں منعقد ہوا۔ جس میں ہزاروں کی تعداد میں خواتین بچوں و بزرگوں اور نوجوانوں نے شرکت کی ۔ مرکزی جلسہ عام سے بی ایس او آزاد کے مرکزی چیئر مین بلوچ خان ، بی این ایم کے مرکزی چیئر مین خلیل بلوچ ، بی ایس او آزاد کے مرکزی وائس چیئر پرسن بانک کریمہ بلوچ ، بی این ایم کے مرکزی سیکریٹری جنرل ڈاکٹر منان بلوچ ، بی ایس او آزاد کے مرکزی جونیئر وائس چیئر مین کمال بلوچ اور دیگر رہنماؤں نے خطاب کیا۔ جلسہ عام کا آغاز بلوچ راجی سوت سے ہوا۔ جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے بی ایس او آزاد کے مرکزی چیئر مین بلوچ خان نے شہدائے آزادی کو سرخ سلام پیش کرتے ہوئے کہا کہ ان کی جدوجہد اور قربانیوں کی بدولت تحریک آزادی عالمی اہمیت اختیار کر چکا ہے ۔ بلوچستان ، پاکستان سمیت تمام عالمی سامراجی طاقتوں اور ان کے علاقائی ومقامی گماشتوں کے لیئے جہنم بنتا جا رہا ہے ۔ بلوچ جدوجہد نہ صرف پاکستان وایران بلکہ تمام سامراجی طاقتیں جن کی نظریں بلوچ سرزمین پر ٹکی ہیں یا کہ وہ پاکستان وایران کو عسکری ومعاشی تعاون کے زریعے بلوچ سرزمین کو مقبوضہ رکھنا چاہتے ہیں ، بلوچ ان کے خلاف اپنے عزم وارادوں اور مستقل مزاجی وثابت قدمی سے جدوجہد کر رہے ہیں ۔ اگر عالمی سامراجی طاقتیں ، جن کا سرغنہ امریکہ ہے پاکستان جیسے نام نہاد ریاست کی سرپرستی وپشت وپناہی نہ کرتا تو یہ خطہ جنگ زدہ اور عدم استحکام کا شکار نہ ہوتا اور پاکستان جیسے غیر فطری ریاستوں کا نام ونشان دنیا کے نقشے سے کب کا مٹ چکا ہوتا۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ امریکہ یا عالمی طاقتیں بلوچ قوم کو آزادی دلائیں گے ، شاید وہ احمقوں کی جنت میں رہتے ہیں ۔ بلوچ سرزمین کا سودا کر کے آزادی کا خواب دیکھنے والے تاریخ سے سبق سیکھ لیں ۔ غلامی کسی کی بھی ہو ، چاہے امریکہ کی ہو ، چین کی ہو یا ہندوستان کی ہو ، غلامی غلامی ہوتی ہے ۔ بلوچ قوم ہر قسم کی غلامی ومحکومی کی خلاف صف آراء ہے ۔ چاہے وہ بیرونی طاقتوں کی ہو یا پھر کسی سردار ، خان ، نواب ومیر کی غلامی ہو۔ ہم واضح کرنا چاہتے ہیں کہ جدوجہد اور فتح عوام کی شعوری حمایت اور ان کے مکمل یقین وبھروسہ سے ممکن بنایا جا سکتا ہے ۔ آج بلوچ جدوجہد عوامی حمایت کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہے ، جسے دنیا کی کوئی طاقت شکست نہیں دے سکتی ۔ بلوچ جدوجہد کو مہم جوئی کہنے والے لوگ عوامی حمایت سے محروم ہیں ، بلوچستان ان کے لیئے جہنم بن چکا ہے ۔ آج وہ لاہور اور اسلام آباد میں اپنے لیئے پناہ ڈھونڈ رہے ہیں ، بلوچستان میں ان کو دفنانے کیلئے ایک گز زمین تک نہیں ملے گی ۔ انہوں نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن آزاد پاکستان کیلئے اسی لیئے ناقابل برداشت ہے کیونکہ بی ایس او نے بلوچ تحریک آزادی میں وہ نمایاں کردار ادا کیا ہے جو دنیا میں شاید کسی طلبہ تنظیم نے ادا کیا ہوگا ۔ بلوچ تحریک آزادی میں شامل تمام رہنماء جن میں ڈاکٹر اللہ نظر بلوچ ، کامریڈ عبدالنبی بنگلزئی سمیت ہزاروں جہد کاروں نے اسی قومی ادارے سے فکری وسیاسی تربیت حاصل کر کے بلوچ تحریک آزادی میں کردار ادا کر رہے ہیں ۔ پاکستانی جبر وتشدد اور رہنماؤں و کارکنوں کی بے دریغ قتل عام کے باوجود بی ایس او آزاد اپنی سیاسی وتاریخی کردار سے دست بردار نہیں ہوا ہے بلکہ بی ایس او کیلئے عوامی ہمدردی وحمایت میں اضافہ ہوا ہے ۔ انہوں نے کہا کہ بی ایس او آزاد آزادی وانقلاب کیلئے برسرِ پیکار تمام قوتوں سے اپیل کرتی ہے کہ وہ وقت وحالات کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے متحد ہو جائیں تا کہ دشمن کے ظلم وجبر اور سازشوں کو ناکام بنا کر بلوچ شہدا کے ارمانوں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کیلئے اپنا قومی وتاریخی کردار ادا کریں ۔ جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے بلوچ نیشنل موومنٹ کے چیئر مین خلیل بلوچ نے کہا کہ دنیا میں وہ قومیں نیست ونابود ہوتی ہیں جو قومی آزادی اور بقاء کی جدوجہد سے منہ موڑتی ہیں ۔ بلوچ ماؤں نے ایسے فرزند پیدا کیئے ہیں جنہوں نے قومی آزادی کیلئے خندہ پیشانی اور مسکرا کر شہادت کو گلے لگایا ہے ، وہ اپنے بیٹوں کی شہادت پر سوگ نہیں مناتیں بلکہ ان کی شہادت کو قومی اعزاز سمجھتی ہیں ۔ شہید رضاء جہانگیر ، امداد بلوچ ، حاجی رزاق بلوچ اور شکور بلوچ جیسے دوست اپنے لہو کے نذرانوں سے شجرِ آجوئی کی آبیاری کر رہے ہیں ۔ قابض پاکستان عالمی مدد وکمک سے بلوچ تحریک آزادی کو کچلنے کی کوششوں میں مصروف کار ہے لیکن بلوچ قوم نے تحریک آزادی کی بدولت دشمن کو سیاسی وعسکری محاز پر شکست فاش سے دوچار کر دیا ہے ۔ تمام تر ریاستی وسائل کو بروئے کار لانے کے بعد شفیق مینگل اور برکت جیسے قومی غداروں کی سربراہی میں ڈیتھ اسکواڈز تشکیل دیئے گئے ہیں جو بلوچ نوجوانوں کے خون سے ہاتھ صاف کر رہے ہیں لیکن بلوچ قوم کے جذبہ حریت میں کمی واقع نہیں ہوئی ہے اور نہ ہی ان کے پایہ استقلال میں کوئی لغزش آئی ہے ۔

ڈاکٹر مالک کو ریاستی دلالی اور بلوچ نسل کشی کیلئے وزیراعلیٰ منتخب کیا گیا آج ڈاکٹر مالک وحاصل بزنجو کو جناح ریزیڈنسی کی تباہی کی تکلیف تو ہوتی ہے لیکن امداد بلوچ کے گھر سمیت بلوچ آبادیوں پر بمباری اور قومی فرزندان کی شہادت پر انہیں شرم محسوس نہیں ہوتی ۔ گوادر کسی کی میراث نہیں بلکہ بلوچ قوم کی ملکیت ہے ۔ چین ماؤ زے تنگ کی سیاسی وانقلابی تعلیمات کے برعکس آج استعماریت کی جانب گامزن ہے ۔ ٹیتھیان کمپنی سمیت کوئی بھی معاہدہ جو بلوچ قوم کی مرضی ومنشاء کے خلاف ہو، اس کی کسی بھی صورت میں اجازت نہیں دی جاسکتی ۔ جب تک بلوچ سپوتوں میں ایک قطرہ خون باقی ہے کوئی بلوچ سرزمین کو عالمی قوتوں کے سامنے گروی نہیں رکھ سکتا ۔ جدوجہد آزادی میں شامل تمام قوتیں قومی اتحاد کیلئے آگے آئیں کیونکہ یہ قومی ضرورت ہے ۔ بلوچ قوم آج محض اپنے وسائل کے بل بوتے پر اور پختہ یقین اور بلوچ عوام کی حمایت سے جدوجہد کو آگے بڑھا رہی ہے، عالمی دنیا سے امداد ملنے کی خبروں میں کوئی صداقت نہیں ہے ۔ اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل بان کی مون کے دورہ پاکستان کے عین موقع پر بی ایس او آزاد کے مرکزی سیکریٹری جنرل رضاء جہانگیر کو امداد بلوچ کے ساتھ شہید کیا گیا ۔ دنیا کا دوغلا پن عالمی انصاف کیلئے خطرناک ہے اور عالمی امن کیلئے بلوچ مسئلے کو consider کرنا لازمی ہے ۔ انہوں نے کہا کہ بلوچ قوم انصاف، جمہوریت اور برابری کی بنیاد پر اپنی قومی ریاست کی تشکیل کی جدوجہد کر رہی ہے جہاں پر کسی خان اور سرداری دور کے ایلیٹ کلاس بلوچ وطن پر دوبارہ حکمرانی نہیں کرسکیں گے ۔ ڈاکٹر مالک بدنیتی میں نوگوایریاز کی بات کرتا ہے لیکن بعض بلوچ علاقوں میں پاکستانی فوج اور اسکے گماشتوں کیلئے یہ حقیقت ہے ۔ قابض ریاست نے گماشتوں کو چوری ڈکیتی، منشیات فروشی ودیگر گھناؤنے کرتوتوں کی شکل میں وظیفے ادا کرنے کی کھلی چھوٹ دے رکھی ہے لیکن بلوچ قوم کے تذلیل کنندگان کی سزا مقرر ہے اور یہ بات دھمکی سے بڑھ کر قومی تقاضہ ہے ۔

بی ایس او آزاد کے سینئر وائس چیئرپرسن بانک کریمہ بلوچ نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ڈاکٹر مالک کی وزارتِ اعلیٰ کا منصب سنبھالنے کے بعد بربریت اور بلوچ نسل کشی میں شدت لائی گئی ہیں، کئی بلوچ فرزندان شہید اور لاپتہ کردیئے گئے ہیں، حتیٰ کہ خواتین و بچے بھی ان کی شر سے محفوظ نہیں ہیں ۔ ڈاکٹر مالک نوجوانوں کی مضبوط سیاسی کردار کو کمزور کرنے کیلئے قومی جہد کاروں کو راستے سے ہٹانے کی مذموم عزائم کے تحت آئی ایس آئی اور فوج کے شانہ بشانہ قومی جرم میں برابر کے حصہ دار ہیں ۔ برکت جیسے بدمعاش اور غنڈوں کی شکل میں عوام کے بھروسہ اور اعتماد کو قومی سیاسی تنظیموں سے ختم کرنے کیلئے مختلف ہتھکنڈوں اور سازشوں میں سرگرم عمل ہیں تاکہ وہ عوام میں تحریک کے خلاف بدگمانی پیدا کر کے تحریکِ آزادی کو کاؤنٹر کرسکیں ۔ لوگوں کے گھروں اور سڑکوں پر سرمچاروں کے نام سے چوری ڈکیتی اور ڈاکہ زنی انہیں مذموم عزائم کو عملی جامہ پہنانے کا کھلا اظہار ہے ۔ انہوں نے کہا بلوچ خواتین کے سیاسی شعور میں اضافہ ہوا ہے اور وہ ہر محاذ پر اپنے بلوچ بھائیوں کے ساتھ شریک جدوجہد ہیں لیکن ان کی سیاسی وقومی جدوجہد سے خائف نیشنل پارٹی جیسے ریاستی گماشتہ ٹولوں کی ایماء پر لاہور اور پاکستان کے دیگر حصوں سے لائے گئے خواتین تبلیغیوں کی شکل میں بلوچ خواتین کو قومی تحریک سے دور رکھنے کی سعی لاحاصل کی جارہی ہے ۔ بلوچ خواتین بھی بلوچستان کے فرزند ہیں اسی لئے قومی جدوجہد میں ان کی برابر ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ سرزمین کے دفاع اور قومی آزادی کی جدوجہد میں بھرپور سیاسی کردار ادا کریں ۔ گزشتہ ادوار میں ڈاکٹر مالک اور اس قبیل کے دیگر افراد نے کامریڈ فدا احمد کی فکر کو اپنے لیئے خطرہ بھانپتے ہوئے انہیں راستے سے ہٹانے کا بندوبست کیا اور پھر بلوچ عوام کو دھوکے میں رکھ کر ان کی قربانی کو کیش کر کے اپنا کاروباری سیاست چمکایا، لیکن آج بلوچ عوام باشعور ہوچکی ہے اور کوئی نام نہاد قوم پرست کامریڈ رضاء جہانگیر اور امداد بلوچ کی شہادت کو کیش نہیں کرسکتا اور نہ ہی یہاں پاکستانی سیاست کیلئے کوئی جگہ باقی ہے

بی این ایم کے مرکزی سیکریٹری جنرل ڈاکٹر منان بلوچ نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مقصد کی خاطر موت ایک نئی زندگی ہے، بلوچ قوم نے غلامی کی زندگی سے شہادت کو ترجیح دی ہے ۔ بلوچ عوام آج اپنی ہمت جرءات قربانی اور تاریخی کردار سے قبضہ گیریت اور اس کی پشت پناہی کرنے والے عالمی سامراجی قوتوں سے نبرد آزما ہیں ۔ غلامی ایک بیماری ہے جس میں تاریخ تہذیب، شناخت، ثقافت، روایت زبان ناپید ہو جاتی ہیں

2 ستمبر 2013

بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن آزاد پسنی زون کا سینئر باڈی اجلاس زیرِ صدارت زونل آرگنائز منعقد ہوا جسکے مہمان خاص مرکزی کمیٹی کے ممبر تھے اجلاس میں سابقہ کارکردگی رپورٹ، تنظیمی امور، موجودہ سیاسی صورتحال اور آئندہ لائحہ عمل کے ایجنڈے زیرِ بحث رہے تنظیم کی زونل کارکردگی رپورٹ پیش کرنے اور رپورٹ پر بحث ومباحثے کے بعد تنظیمی امور پر تبصرہ کرتے ہوئے مرکزی کمیٹی کے ممبر اور دیگر حاضرین مجلس نے تنظیم کاری پر زور دیتے ہوئے کہا کہ بی ایس او آزاد کے ممبران اپنی صفوں میں اتحاد و یکجہتی کو فروغ دے کر قومی تحریک آزادی کا پیامبر بن کر آزادی کے پیغام کو گھر گھر پہنچا کر آگاہی مہم کو مزید منظّم وتیز کردیں دشمن نے حالیہ عرصے میں اپنے ایجنٹوں کے بل بوتے پر بلوچ قومی تحریک کے خلاف نت نئے پروپیگنڈے شروع کرکے بلوچ سماج میں تفرق پیدا کرکے تحریک آزادی کو کمزور کرنے کی کوششیں تیز کردی ہیں جسکا توڑ ہمیں بلوچ عوام کو سیاسی آگاہی دے کر اور انہیں دشمن قوتوں کی چالوں سے باخبر رکھ کر نکالنا ہوگا موجودہ عالمی وعلاقائی سیاسی صورتحال پر بحث کرتے ہوئے کہا گہا کہ پاکستان نے ایک سوچھے سمجھے منصوبے کے تحت ڈاکٹر مالک اینڈ کمپنی کے سرپر وزارت اعلیٰ کا تاج سجا کر انہیں بلوچ نسل کشی کو تیز کرنے کا ٹاسک دے دیا ہے حالیہ چند عرصے سے بلوچستان کے طول وعرض سے بلوچ فرزندان کے اغواء ومسخ شدہ لاشوں میں شدت اور مختلف علاقوں میں فوجی جارحیت ڈاکٹر مالک اور اسکے کرتا دھرتاؤں کے بلوچ قتل عام کے کھیل کا حصہ ہیں قوم پرستی اور ساحل ووسائل کی حفاظت کا ڈھنڈورا پیٹنے والے این پی وڈاکٹر مالک نے پاکستان اور چائنا سے گوادر سمیت بلوچ ساحل کا سودا کرکے سرزمین سے غداری کا ثبوت دیا ہے ہم سمجھتے ہیں کہ ڈاکٹر مالک اور ٹیم کو اقتدار کی کرسی پر بٹھانا پاکستان اور چائنا جیسے سامراجیوں کا طے شدہ منصوبہ ہے تاکہ وسائل کی لوٹ کھسوٹ میں جھوٹے قوم پرستوں کی رضامندی کا عنصر شامل کرکے اسے بلوچ عوام کی رضا ورغبت اور امنگوں کے عین مطابق ظاہر کیا جاسکے۔

بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن (آزاد)

تاریخ:3 ستمبر 2013

کوئٹہ(پ ر) بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن آزاد کے مرکزی ترجمان نے اپنے جاری کردہ بیان میں کہا ہے کہ پاکستانی فوج نے گزشتہ روز مشکے کے علاقے رونجھان میں ہیلی کاپٹروں کی مدد سے بلوچ آبادی پر اپنے دہشتگردانہ حملے میں گھروں اور املاک کو نشانہ بنایا اور عورتوں اور بچوں سمیت نہتے لوگوں کو تشدد کا نشانہ بنانے کے بعد 2 بلوچ فرزندوں بارگ ولد ولی محمد اور یعقوب ولد رحیم بخش کو اغواء کرکے اپنے ساتھ لے گئے آبادیوں اور نہتے لوگوں پر پاکستانی فوج کے حملوں کے تسلسل میں منداور گردونواح میں بھی عام آبادی کے خلاف قبضہ گیر فوج نے اپنی جارحانہ کاروائیوں کا سلسلہ تیز کردیا ہے اور ہیلی کاپٹروں کی مدد سے بلوچوں کی آبادیوں کو نشانہ بنایا جارہا ہے اور املاک کو نقصان پہنچائی جارہی ہے اسی علاقے میں گزشتہ روز پاکستانی فوج نے دن دیہاڑے بلوچ شاعر شبیر بلوچ اور ان کی والدہ سمیت خاندان کے 2 افراد کو شہید کیا تھا ترجمان نے کہا کہ بلوچ قومی تحریک آزادی پاکستان کے فوجی طاقت اور بربریت کے ننگی مظاہرے کے باوجود بھی کمزور نہ ہوسکی ہے پاکستانی فوج نے بلوچ سرزمین پر اپنی قبضہ گیریت کو بچانے اور اپنے سامراجی عزائم کو مضبوط کرنے کیلئے بربریت کی مثالیں قائم کی ہیں نہتے عوام پر حملہ اور گھروں کو تباہ کرنے کے بعد عورتوں اور بچوں کو سرعام نشانہ بنانا اور لاشوں کو مسخ کرکے پاکستان اپنی وحشت کا کھلے عام مظاہرہ کررہا ہے اس ظلم وبربریت کے زریعے پاکستان اپنے استحصال اور قبضہ گیریت کے خلاف اٹھنے والے آوازوں کو دبانے کی ناکام کوشش کررہا ہے پاکستان نے اپنی بربریت سے واضح کردیا ہے کہ انسانی حقوق اور عالمی قوانین کے لاکھ دعووں کے باوجود پاکستان عملا ایک دہشتگرد اور انسانی اقدار سے عاری ریاست ہے جس کا وجود ہی انسانی حقوق کی پامالی اور دہشتگردی سے جھڑا ہے پاکستانی کی کھلے عام درندہ صفت کاروائیوں نے پاکستان سمیت اقوام متحدہ اور عالمی امن وانصاف کے دعوے دار ملکوں کے دنیا میں انصاف اور آزادی اور انسانی حقوق کے دعووں کی حقیقت واضح کردی ہے بلوچ قوم کے خلاف پاکستان کی جانب سے کھلے عام دہشتگردانہ کاروائیوں کے باوجود عالمی طاقتوں کی جانب سے پاکستان کو مدد وکمک کی فراہمی اور اقوام متحدہ جیسے عالمی ادارے کی پاکستان کی طرف داری درحقیقت ان تمام طاقتوں کے بلوچ نسل کشی میں شامل ہونے اور ان کے سامراجی کردار کی دلیل ہے عالمی طاقتوں نے دنیا میں اپنے مفادات کو پورا کرنے کیلئے امن انصاف اور انسانی حقوق کا سہارہ لیا ہوا ہے لیکن جب یہی امن وانصاف اور انسانی حقوق ان کے مفادات کو پورا نہیں کرتے تو وہ ان کی کھلی عام پامالیاں کرنے سے اجتناب نہیں کرتے اور اسی طرح اپنے مفادات کیلئے پاکستان کی طرح انسانیت کے خلاف سنگین جرائم کے ارتکاب کرنے اور عالمی قوانین کو اپنے پیروں تلے روندنے والے ملکوں کو مدد و تعاون بھی فراہم کرتے ہیں موجودہ عالمی مفادات کے بیچ بلوچ قوم کو اپنی جدوجہد آزادی کو منزل مقصود تک پہنچانے کیلئے عالمی مفادات کی سیاست کا درست اندازاہ لگاتے ہوئے اپنی حکمت عملیاں ترتیب دینی ہونگی اور عالمی طاقتوں کے خوشنما دعووں پر اکتفا کرنے کے بجائے اپنی قوت کو منظّم کرنی ہوگی اور عالمی قوانین اور انسانی حقوق کے شدید پامالی کے اس دور میں اپنے دشمن کے بے محار سفاکیوں کا دیدہ دلیری سے سامنا کرتے ہوئے اپنے قوم کیلئے آزادی اور خوشحالی کی نئی صبح تک جدوجہد جاری رکھنا ہوگا۔

بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن (آزاد)

تاریخ:10 ستمبر 2013

کوئٹہ (پ ر) بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن آزاد کے مرکزی ترجمان نے اپنے جاری کردہ بیان میں کہا کہ پاکستانی اے پی سی کا مقصد اپنے گماشتہ سیاستدانوں ڈاکٹر مالک اور اختر مینگل کو استعمال کر کے قومی تحریک آزادی کو کاونٹر کرنے کیلئے سیاسی میدان ہموار کرنا ہے پاکستان نے اپنے طویل مدتی حکمت عملی کے تحت ڈاکٹر مالک کو وزیر اعلی بنایا اور اب اسی حکمت عملی کو ایک قدم آگے لے جاتے ہوئے بلوچ قوم کے خلاف پہلے سے جاری دہشتگردانہ کاروائیوں میں مزید شدت لانے کی تیاریاں کی جا چکی ہیں جس کیلئے ایک مرتبہ پھر مزاکرات کا ڈھونگ رچایا جارہا ہے لیکن بلوچ قوم پہلے سے ہی پاکستان کی سامراجی حربوں کو پہچان کر انہیں مسترد کر چکی ہے جس کی واضع مثال پاکستانی الیکشن کی تاریخی ناکامی ہے بلوچ عوام کی الیکشن سے لاتعلقی نے پاکستانی قبضہ گیر پارلیمنٹ سمیت ڈاکٹر مالک کی حکومت اور ان کی جانب سے مزاکرات کے دعوں کی حقیقت واضح کر دی ہے پاکستان نے بلوچ سرزمین پر اپنے قبضہ گیریت کو سہارہ دینے اور تحریک آزادی کے خلاف سیاسی میدان عموار کرنے کیلئے بلوچستان میں الیکشن کا ڈرامہ رچا کر ڈاکٹر مالک کو وزیر اعلی بنایا جس پر عمل پیرا ہو کر بلوچ نسل کشی کو مزید تیز کیا جارہا ہے تحریک آزادی کے خلاف وسیع کاروائیواں کیلئے میدان ہموار کرنے کیلئے فوج کے ساتھ ساتھ اپنے سیاسی مشینری کو استعمال کیا جارہا ہے اپنی اندرونی تضادات اور کمزوریوں کے باوجود بلوچ سرزمین پر اپنے قبضہ کو برقرار رکھنے اور بلوچ نسل کشی کیلئے سیاسی و عسکری اداروں سمیت عدلیہ میڈیا اور پاکستان کے تمام ادارے منظم اور متحد ہیں جبکہ پاکستانی سول سوسائٹی اور انسانی حقوق کے ادارے بھی اپنے امن انصاف اور انسانی حقوق کے دعووں کے برعکس ہمیشہ سامراجی کارندے ہی رہے ہیں جن کا فریضہ پاکستانی ظلم کو مزید تیز کرنا ہے بلوچ قوم پاکستان کے ان سامراجی حربوں کو مزید کامیاب نہیں ہونے دے گی جس طرح اس سے قبل پاکستانی دہشتگردانہ حربے ناکامی سے دوچار ہوئے اسی طرح تحریک آزادی سے بلوچ عوام کی نظریاتی وابستگی پاکستان کے ہر حربے کو شکست سے دوچار کر دے گی۔

مرکزی ترجمان

بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن (آزاد)

بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن (آزاد)

سینئر باڈی اجلاس

تاریخ:11 ستمبر 2013

آواران (پ ر) بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن (آزاد) آواران زون کا سینئر باڈی اجلاس زونل صدر کی صدارت میں منعقد ہوا مہمان خاص مرکزی کمیٹی کے ممبر تھے اجلاس میں سابقہ رپورٹ، تنظیمی امور، تنقید و خود تنقیدی، عالمی و علاقائی سیاسی صورتحال اور آئندہ لائحہ عمل کے ایجنڈے زیر بحث رہے اجلاس میں سابقہ زونل کارکردگی کا جائزہ لیا گیا اور دوسرے ایجنڈوں پر سیر حاصل بحث کی گئی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے رہنماؤں نے کہا کہ ایک ماس آرگنائزیشن کی حیثیت سے بی ایس او آزاد کے ممبران اور عہدے داروں پر یہ بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ بلوچ عوام خصوصاً نوجوانوں میں قومی غلامی کے خلاف سیاسی شعور اجاگر کریں سیاسی اور انقلابی شعور کے بغیر اگر ہم آزادی حاصل کر بھی لیں تو انتشار کا شکار ہو جائیں گے اور ایک خوشحال اور آزاد مستقبل کی تعمیر نہیں کر سکیں گے ایک بہتر اور روشن آزاد بلوچستان کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ ہم بلوچ عوام پر بھروسہ کر کے اُنہیں جہد آزادی میں شامل کریں اور دشمن کے تمام ہتھکنڈوں کو ناکام بنا دیں انہوں نے مزید کہا کہ ان انقلابی حالات میں پاکستان نے اپنی پوری قوت بلوچ جہد کاروں کو ختم کرنے کے لئے میدان میں جھونک دی ہے اور پورے بلوچستان میں بلاتفریق بلوچ خواتین و بچوں سمیت بزرگوں اور نوجوان سیاسی کارکنوں کو اغواء کر کے تشدد کا نشانہ بنا کر ان کی مسخ شدہ لاشیں پھینک رہی ہے تاکہ بلوچ عوام کو خوفزدہ کر کے قومی آزادی کے راستے سے دور رکھ سکے لیکن تاریخ گواہ ہے کہ جہاں بھی قبضہ گیر کے خلاف مظلوم عوام نے جدوجہد کا آغاز کیا ہے قبضہ گیر وہاں پر بدترین انسان دشمنی اور بربریت پر اتر آیا ہے لیکن ان سب مظالم کے باوجود شکست ہمیشہ قبضہ گیروں ہی کی ہوئی ہے ہمیں کبھی بھی اس خوش فہمی میں نہیں رہنا چاہیئے کہ کوئی دوسری قوت آکر ہمیں آزادی دلائیگی بلکہ اپنی قوت بازو اور عوام پر اعتماد کر کے ہی ہم آزادی حاصل کر سکتے ہیں عالمی طاقتیں بلوچستان میں سرمایہ کاری کر کے پاکستان کی ڈوبتی ہوئی معیشت کو سہارا دے رہے ہیں جس سے یہ واضح ہوتی ہے کہ وہ بلوچ نسل کشی میں برابر کے شریک ہیں بلوچ قوم کی جدوجہد پاکستان سمیت اُن تمام سامراجی ملکوں کے خلاف ہے جو کہ اپنے مفادات کی تحفظ کیلئے بلوچ قوم کے خلاف جاری پاکستانی ظلم و جبر کو کمک و تعاون فراہم کر رہے ہیں۔

بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن (آزاد)

پریس ریلیز

تاریخ:12ستمبر 2013

کوئٹہ(پ ر)بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن (آزاد) کے مرکزی ترجمان نے اپنے جاری کردہ بیان میں کہا کہ 5 ستمبر کو بی ایس او آزاد کے سابقہ ممبر ظفر سمالانی کی مسخ شدہ لاش ڈیرہ اللہ یار میں پھینک دی گئی ظفر سمالانی کو 3 اگست 2013 کو کوئٹہ کے علاقے پنجپائی میں ان کے گھر سے پاکستانی فوج نے اغواء کیا تھا جن کی لاش 5 ستمبر کو شہید بہار مری بگٹی کے ساتھ پھینکی گئی شہید ظفر سمالانی کو شدید تشدد کا نشانہ بنایا گیا تھا ان کی دونوں آنکھیں نکال لی گئی تھی اور انہیں بجلی کے کرنٹ دیئے گئے تھے مسخ شدہ لاشوں اور بلوچ فرزندوں کے اغواء میں شدت کے ساتھ ساتھ پاکستانی فوج بلوچستان بھر میں بلوچ عوام کو تنگ کرنے اور بلوچ آبادیوں پر حملوں میں تیزی لا رہی ہے گزشتہ روز پروم میں بلوچ فرزندوں پر پاکستانی فوج نے فائرنگ کر کے 2 بلوچ فرزندوں کو زخمی کر دیا اسی اثناء میں 9 ستمبر کو تربت کے علاقے گنہ میں پاکستانی فوج نے اپنے دہشتگردانہ کاروائی میں ایک گھر پر حملہ کر کے نور بخش، شہداد، اور شکیل سمیت 5 بلوچوں کو اغواء کر کے اپنے ساتھ لے گئے اس کے ساتھ ساتھ بلوچستان بھر میں پاکستانی فوج کی جانب سے جاری دہشتگردانہ کاروائیوں میں مزید شدت لاتے ہوئے مند، تمپ، گوادر، تربت، پنجگور سمیت مختلف علاقوں میں فوج کی جانب سے بلوچ عوام کو تنگ کرنے کا سلسلہ تیز کیا گیا ہے ترجمان نے مزید کہا کہ بلوچستان بھر میں پاکستانی فوج اپنی سرچ اینڈ ڈسٹرائے کی پالیسی پر عمل پیرہ ہو کر دہشتگردانہ کاروائی میں شدت لا رہی ہے بلوچ آبادیوں پر شیلنگ اور بمباری کر کے بلوچ فرزندوں کو شہید اور اغواہ کیا جا رہا ہے اور املاک کی لوٹ مار کی جا رہی ہے پاکستان تحریک آزادی کو کاونٹر کرنے کیلئے ایک طرف مزاکرات اور سیاسی عمل کے نام پر بلوچ عوام اور عالمی اداروں کو گمراہ کرنے کی کوشش کر رہا ہے دوسری جانب بلوچستان بھر میں بلوچ نسل کشی کی تسلسل کو جاری رکھتے ہوئے روزانہ آبادیوں پر حملہ کر کے بلوچ فرزندوں کو شہید کیا جا رہا ہے پاکستان اپنے سامراجی پیش رؤں کے نقش قدم پر چل کر دوہری چالوں کے زریعے قومی آزادی کی تحریک کو ختم کرنے کی کوشش ہمیشہ کرتا آیا ہے لیکن بلوچ قوم نے انگریزوں اور اس کے بعد ان کے کارندے پاکستان کی 6 دہائیوں پر محیط قبضہ گیریت کے خلاف اپنے طویل جدوجہد میں قابض کے تمام ہتھکنڈوں کا سامنہ کیا ہے اور اب پاکستان کی سیاسی اور عسکری و معاشی حربوں سمیت تحریک آزادی کے سامنے آنے والے ہر چیلنج کا سامنا کرنے کیلئے تیار ہے۔

مرکزی ترجمان

بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن (آزاد)

تاریخ:14ستمبر 2013

کوئٹہ(پ ر)بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن (آزاد) شال زون کے زیرِ اہتمام شہدائے اگست کی یاد میں فکری ریفرنس کا انعقاد کیا گیا جس میں شہید رضا جہانگیر، شہید شکور بلوچ سمیت دیگر شہدائے اگست 2013 کی حالاتِ زندگی کے متعلق مقررین نے آگاہی دی ریفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مقررین نے کہا کہ ماہِ اگست بلوچ تاریخ میں ایک خاص اہمیت رکھتا ہے سرزمین کی آزادی اور ننگ و ناموس کی حفاظت کیلئے محوِ جدوجہد فرزندان میں سے سب سے زیادہ اسی ماہ میں دشمن کی سفاکیت کی بھینٹ چڑھے ہیں اس مہینے میں شہید اکبر خان بگٹی، شہید مجید بلوچ، شہید علی محمد مینگل، شہید سفر خان زہری، شہید ڈاکٹر خالد و دلوش، شہید خمیسیٰ مری، شہید یعقوب مہر نہاد، شہید رسول بخش مینگل، شہید طارق بنگلزئی سمیت دیگر کئی فرزند دشمن کے ہاتھوں شہادت پا چکے ہیں 2013 میں بھی دشمن نے اپنی سفاکت کو برقرار رکھتے ہوئے اگست کے ابتداء سے ہی بلوچ نوجوانوں کی شہادت میں شدت لائی اگست 2013 میں کچکول بہار، رفیق سمالانی، رضا جہانگیر، امداد بجیر، شکور بلوچ، رمضان بلوچ، غفور بلوچ، حاجی عبدالرزاق بلوچ، بجار مری، میرو خان مری، دادو مری، لعل گل مری، امام بخش مری، قادر بخش مری، عزت مری، احمد خان مری، احمد خان مری، حمید اللہ مری، اسماعیل بگٹی، پٹھان بگٹی، شبیر معصوم اور انکی والدہ اور لیاقت بلوچ کو دشمن نے شہید کر دیا شہدائے اگست و دیگر شہداء کی قربانی بلوچ تحریک کو جلا بخشے گی اور انکا لہو بلوچ قومی تحریک کیلئے ایندھن ثابت ہوگا شہید رضا جہانگیر، شہید شکور بلوچ سمیت دیگر شہداء کی زندگی بلوچ نوجوانوں کیلئے مشعل راہ ہے شہید رضا جہانگیر نے کم سنی میں ہی

بی ایس او متحدہ کے پلیٹ فارم سے تحریک آزادی کیلئے جدوجہد کا آغاز کیا تھا بی ایس او (متحدہ) اور بعدازاں بی ایس او آزاد میں مختلف عہدوں پر کام کرنے کے بعد 2012 کے مرکزی کونسل سیشن میں بی ایس او آزاد کے مرکزی سیکریٹری جنرل منتخب ہوئے اپنی شہادت تک وہ اسی عہدے پر فائز تھے شہید رضا جہانگیر نے اپنے سیاسی زندگی میں بلوچ نوجوانوں کو بی ایس او آزاد کے پلیٹ فارم پر جدوجہد کی طرف راغب کرنے اور بلوچ عوام کو موبلائز کرنے کیلئے بلوچستان بھر کا دورہ کیا انکی جدوجہد سے خائف ہو کر دشمن نے مختلف طریقوں سے انکا راستہ روکنے کی ہمہ تن کوشش کی گرفتاری سے لیکر مختلف واقعوں کے ایف آر میں بھی انہیں نامزد کیا گیا مگر جذبے سے سرشار رضا جہانگیر کی جدوجہد کے سامنے دشمن کے تمام ہتھکنڈے بے سود ثابت ہو کر اسکی آڑے آنے میں ناکام ثابت ہوئے دشمن نے اپنے ایجنٹوں کو شہید رضا جہانگیر کے پیچھے لگا دیا جو ہر وقت انہیں ڈھونڈ کر شہید کروانے کے تاک میں تھے جو بالآخر چودہ اگست 2013 کو اپنا قومی فرض نبھانے کیلئے بلوچ سرزمین کے مختلف علاقوں میں دورے کرنے والے رضا جہانگیر کو ڈھونڈ کر شہید کروانے میں کامیاب ہو گئے اسی طرح شہید شکور بلوچ نے بھی اپنے سیاسی جدوجہد کا آغاز بی ایس او کے فارم سے کر کے کاروان آزادی میں شمولیت اختیار کر لی بی ایس او آزاد میں یونٹ سطح سے لیکر مرکزی سطح تک کے عہدوں پر مختلف اوقات میں فائز ہو گئے بی ایس او کی جدوجہد کے سفر کے دوران شہید شکور بلوچ نے انتہائی دیانتداری اور مخلصی سے اپنا قومی فرض نبھایا بلوچ نوجوانوں کی فکری تربیت ونشوونما کیلئے بلوچستان کے مختلف علاقوں میں دورے کیئے نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد کو موبلائز کرنے کے بعد سرزمین کی حفاظت کیلئے ہتھیار تھام کر دشمن کے خلاف مزاحمت کرنے لگے 18 اگست 2013 کو وہ دشمن فورسز سے برسرِ پیکار ہو کر سرزمین پر جان قربان کر کے تاریخ میں امر ہو گئے اسی طرح شہید امداد بجیر، شہید بجار مری، شہید حاجی رزاق سمیت شہدائے اگست 2013 ودیگر شہداء کا بلوچ قومی تحریک کیلئے جدوجہد وقربانیاں تاریخ کا ایک روشن باب ہیں جنہیں تاریخ کے پنوں پر سنہرے حروف میں درج کیا جائے گا۔

بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن (آزاد)

تاریخ:15 ستمبر 2013

آواران (پ ر) بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن آزاد آواران زون کے زیراہتمام عوامی ریفرنس اور لیکچر پروگرام کا انعقاد کیا گیا آواران زون کے زیراہتمام آواران مڈل سکول میں ایک لیکچر پروگرام کا انعقاد کیا گیا پروگرام میں سینکڑوں طلباوطالبات نے شرکت کی جنہیں زونل رہنماوں نے لیکچر دیا جبکہ کولواہ گشانگ میں ایک عوامی ریفرینس کا انعقاد کیا گیا ریفرنس میں بلوچ خواتین اور بچوں سمیت بزرگوں کی بڑی بڑی تعداد نے شرکت کی پروگرام کے آغاز میں شہدائے آزادی کی یاد میں خاموشی کی گئی جس کے بعد زونل رہنماؤں نے ریفرنس سے خطاب کیا رہنماوں نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آج بلوچ قومی تحریک ہزاروں مشکلات کے باوجود بلوچ عوام کی مکمل حمایت کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہے اور تحریک بین الاقوامی سطح پر متعارف ہو چکی ہے انہوں نے کہا کہ آزادی قربانیوں کی بدولت ہی حاصل کی جاسکتی ہے آج بلوچ قوم قربانی کے جزبے سے سرشار ہے اور اپنی قومی شناخت کو بچانے کیلئے قربانی دے رہی ہے بلوچ قومی آزادی کی تحریک کو کاؤنٹر کرنے کیلئے قبضہ گیر پاکستان ڈاکٹر مالک اور اختر مینگل کی شکل میں اپنے مقامی گماشتوں کو لالچ مراعات دیکر استعمال کر رہا ہے تاکہ دنیا کو گمراہ کر کے یہ تاثر دے سکے کہ بلوچ لیڈرشپ ہمارے ساتھ ہے مگر آج دنیا ان قوتوں کو پہچان چکی ہے جو کہ بلوچستان میں جدوجہد آزادی کے حقیقی علمبردار ہیں بلوچ عوام کی تحریک میں شمولیت اور حقیقی لیڈرشپ کی انتھک جدوجہد کی بدولت قومی تحریک آج دنیا کے سامنے اجاگر ہو چکی ہے رہنماوں نے مزید کہا کہ دنیا میں قوموں نے عوام کے شمولیت کے بدولت ہی آزادی حاصل کی ہے بلوچ عوام بھی اپنے اسی تاریخی کردار کو پہچانتے ہوئے آزادی کے کاروان کے ساتھ اپنی سچی وابستگی برقرار رکھیں گے۔

بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن (آزاد)

جنزل باڈی اجلاس

تاریخ:18 ستمبر 2013

کوئٹہ (پ ر) بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن آزاد مشکے زون کا جنزل باڈی اجلاس زیر صدارت زونل آرگنائزر منعقد ہوا اجلاس کے مہمان خاص بی ایس او آزاد کے جونیئر وائس چیئرمین اور سنٹرل کمیٹی کے ممبران تھے اجلاس میں سابقہ زونل کارکردگی رپورٹ، تنظیمی امور، عالمی وعلاقائی سیاسی صورتحال، تنقید اور آئندہ لائحہ عمل کے ایجنڈے زیر بحث رہے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے رہنماؤں نے کہا کہ بی ایس او آزاد کے ممبران پر بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ بلوچ نوجوانوں کی علمی وسیاسی تربیت کرکے انہیں قومی تحریک آزادی کا حصہ بنائیں اور بلوچستان اور دنیا کے سیاسی صورتحال سے واقف ہوکر سیاسی افق پر نمودار ہونے والے واقعات کا تجزیہ کرتے ہوئے اپنے قوم کی رہنمائی کریں جس طرح عالمی سطح پر رونما ہونے والے واقعات کے اثرات بلوچ قوم پر بھی کسی نہ کسی طرح پڑتا ہے اسی طرح دنیا کے دوسرے ممالک کیلئے جغرافیائی اہمیت رکھنے والی سرزمین بلوچستان میں بھی سیاسی اُتار چڑاؤ کے اثرات ہمسایہ خطوں پر بھی پڑتے ہیں اس خطے میں پاکستانی دہشگردی کے ذریعے جاری طویل خون ریزی کا مثبت حل آزاد بلوچستان کا قیام ہے لیکن اس کے برعکس عالمی طاقتیں پاکستان کی سیاسی وعسکری مدد کرکے اس ظلم وبربریت کو مزید طول دے رہے ہیں چین بلوچستان میں گوادر پورٹ، گوادر تا کاشغر ریلوے لائن اور ان جیسی دوسری پراجیکٹس کے نام پر سرمایہ کاری کرکے پاکستان کی مدد کررہا ہے بلوچ عوام اپنی جدوجہد سے دنیا پر یہ واضح کرچکے ہیں کہ وہ اپنی قوت بازو پر آزادی حاصل کریں گے مہذب دنیا اور عالمی ادارے بلوچ جنگ آزادی کو اخلاقی سپورٹ کریں پروگرام سے خطاب کرتے ہوئے رہنماؤں نے کہا کہ وقت اور حالات کا تقاضہ ہے کہ بلوچ پارٹیاں پاکستانی سازشوں اور کاؤنٹر پالیسیوں کا راستہ روکنے کے لئے یک جا ہوکر اپنے عوام کی رہبری کریں اتحاد اور یکجہتی سے ہی دشمن کی تمام سازشوں کے اثرات کو زائل کیا جاسکتا ہے بی ایس او آزاد کے لیڈران وممبران قابض پاکستان کی اعلانیہ پابندی کے باوجود اپنے جان کی پروا کیئے بغیر آزادی کے لئے بی ایس او آزاد کے پیغام کو عوام تک پہنچارہے ہیں بی ایس او کے سابقہ وائس چیرمین سنگت زاکر مجید تا حال پاکستانی ازیت گاہوں میں ازیت برداشت کررہے ہیں اور بی ایس او آزاد کے مرکزی سکریٹری جنزل شئے مرید، شکور بلوچ، کامریڈ قیوم، کمبر چاکر، کامریڈ شفیع اور کامریڈ بالاچ سمیت سینکڑوں ممبران کی قربانی اس کی واضح مثال ہیں بلوچ شہداء نے اپنی جانوں کا نظرانہ پیش کرکے قومی تحریک اور تنظیم کو بلوچ عوام تک منتقل کیا اجلاس کے تمام ایجنڈوں پر تفصیلی بحث مباحثہ کی گئی اور آخر میں الیکشن کے ذریعے نئی زونل کابینہ تشکیل دی گئی۔

بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن (آزاد)

تاریخ:22 ستمبر 2013

قابض ایران کا پانچ بلوچ نوجوانوں کو پھانسی بلوچ نسل کُشی کا تسلسل ہے، بی ایس او آزاد

کوئٹہ (پ ر) بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن آزاد کے مرکزی ترجمان نے اپنے جاری کردہ بیان میں کہا کہ قبضہ گیر ریاست ایران کا پانچ بلوچ نوجوانوں کی مقبوضہ بلوچستان کے شہر زاہدان دُزآپ میں پھانسی بلوچ نسل کُشی کا تسلسل ہے ایران بلوچ فرزندوں کو اجتماعی پھانسیاں دے کر ایرانی قبضہ گیریت کے خلاف قومی فکر کو روکنا چاہتا ہے بلوچ نسل کشی کے اسی تسلسل میں ہفتے کے روز ایرانی مقبوضہ مغربی بلوچستان کے شہر زاہدان دُزآپ میں پانچ بلوچ نوجوانوں احمد عیسی زئی عمر 21 سال، رشید ممارش عمر 31 سال، خالد ریگی عمر 27 سال، حمید رضاء کریمی عمر 35 سال اور غفار نورزھی جن کی عمر 27 سال تھی کو پھانسی دے دی ایران 1928 سے بلوچ سرزمین کے مغربی حصے پر قبضہ کرکے بلوچ قوم کی نسل کشی کررہا ہے اب تک ہزاروں بلوچوں کو قابض ایرانی ریاست اپنے قومی ومذہبی حقوق، زبان وثقافت کو فروغ دینے کی پاداش میں اور اپنے قبضہ کو بچانے کیلئے تختہِ دار پر لٹکا چکا ہے سینکڑوں بلوچ تاحال ایران کی بدنام زمانہ زندانوں میں قید ہیں اور خدشہ ہے کہ اُنکی قسمت بھی دوسرے بلوچوں سے مختلف نہیں ہوگی جنھیں تسلسل کے ساتھ پھانسیاں دے کر شہید کیا جارہا ہے بلوچ سرزمین پر جاری پاکستانی اور ایرانی قبضہ اور بلوچ نسل کشی کے تسلسل پر بلوچ قوم کبھی خاموش نہیں رہا ہے بلوچ قوم کے خلاف ایران اور پاکستان مل کر ظلم وبربریت کا بازار گرم کیئے ہوئے ہیں لیکن بلوچ قوم نے نہ پاکستانی ظلم کے سامنے سر تسلیم خم کیا ہے

اور نہ ہی ایران کی دہشتگرد قابض ریاست بلوچ فرزندوں کے جدوجہد کو دبا سکے گی بلوچ قومی تحریک آزادی کی جدوجہد کا محور ایک متحدہ خوشحال بلوچ ریاست کا قیام ہے جہاں بلوچ قوم بیرونی جبر سے آزاد اپنی قوم کی خوشحالی اور اپنی ثقافت کی تحفظ کرسکے ترجمان نے مزید کہا کہ دوسری طرف پاکستانی قبضہ گیر ریاست نے بلوچ نسل کشی واغوا نماء گرفتاریوں کا سلسلہ تیز کیا ہوا ہے گذشتہ دن ایف سی اور پولیس نے گوادر کے علاقے نیا آباد وڈھور میں سرچ آپریشن کے نام پر متعدد بلوچوں کو اغواء کرکے نامعلوم مقام منتقل کردیا ہے جبکہ گھروں میں موجود بچوں اور عورتوں کو شدید تشدد کا نشانہ بنایا اور املاک کو لوٹ کر اپنے ساتھ لے گئے بلوچستان کے طول وعرض اور بلخصوص گوادر میں جاری آپریشن کا مقصد چائینہ کے ساتھ مل کر شروع کیئے گئے سامراجی منصوبوں کے لیئے راہ ہموار کرنا ہے مگر بلوچ سرزمین پر پاکستانی قبضہ گیر کے شروع کیئے گئے تمام منصوبے اور پاکستان کی کمک کرنے والے طاقتوں کے سرمایہ کاری اور بلوچ سرزمین کے لوٹ کسوٹ کے منصوبے بلوچ تحریک کے سامنے کامیاب نہ ہو سکے گے بی ایس او آزاد اقوام متحدہ سمیت انسانی حقوق کے اداروں سے اپیل کرتی ہے کہ وہ اپنے زمہ داریاں پوری کرتے ہوئے بلوچ قوم کے خلاف جاری پاکستانی وایرانی مظالم اور بلوچ نسل کشی سمیت عالمی قوانین کی کھلے عام پامالیوں کا نوٹس لیں۔

بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن (آزاد)

تاریخ: 26 ستمبر 2013

کوئٹہ (پ ر) بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن آزاد کے مرکزی ترجمان نے اپنے جاری کردہ بیان میں کہا کہ پاکستانی فوج نے گزشتہ روز کے تباہ کن زلزلے کے متاثرین کے امداد کے نام پر بلوچستان میں پہلے سے دہشتگردانہ کارروئیوں میں مصروف اپنی فوجی نفری کو بڑھانے اور علاقوں میں اپنی عسکری قوت مضبوط کرنے کی کوشش کر رہا ہے میڈیا میں امداد کے جھوٹے دعوے کرکے بھرپور امدادی کارروئیاں اور فوجی نقل وعمل دکھا کر یہ تاثر دیا جارہا ہے کہ پاکستانی قبضہ گیر ریاست بلوچستان میں زلزلے کے متاثرین کی مدد کررہا ہے اور بلوچستان میں عالمی امداد کی ضرورت نہیں لیکن زلزلے سے متاثرہ مختلف علاقوں آواران، مشکے، جھاو، گشکور، ڈنڈار، کولواہ اور کیچ کے مختلف علاقوں سمیت بلوچستان بھر میں بلوچ اپنے تباہ حال علاقوں میں اپنے قوم کے امداد کے سہارے ناکافی وسائل اور اشیاءخوردونوش سمیت ادویات کی کمی میں مصیبت کی گھڑیاں گزار رہے ہیں جنہیں تاحال باہر سے کوئی بھی امداد نہیں مل رہی اس ناگہانی آفت سے آنے والے وسیع تباہی کے نقصانات کا ازالہ کرنے اور بے سہارہ بلوچوں کی مدد کیلیئے تمام عالمی امدادی اداروں کی جانب سے بلوچستان میں امدادی کارروائیوں کی اشد ضرورت ہے پاکستان اپنی میڈیا کو استعمال کرتے ہوئے ایک جانب یہ شوشہ چھوڑ رہا ہے کہ وہ متاثرین کی امداد کررہے ہیں لیکن پاکستانی فوج کی جانب سے بلوچستان میں امدادی کارروائیوں کے نام پر علاقوں میں اپنی فوجی قوت کو بڑھا رہے ہیں تاکہ وہ اپنی سفاکیت کو جاری رکھتے ہوئے بلوچ نسل کشی کو آگے لے جاسکے جبکہ دوسری جانب عالمی اداروں کے امداد کو روکھنے کیلیئے مزموم کوششیں کی جارہی ہیں جس کیلیئے ڈاکٹر مالک میڈیا کے سامنے بلوچ تنظیموں کی جانب سے امداد کی مخالفت کرنے کا تاثر دے کر عالمی اداروں کو امداد کو روکھنے کی کوشش کررہے ہیں جس سے متاثرہ علاقوں میں ناکافی امدادی کارروائیوں سے نقصانات مزید بڑھ رہے ہیں بلوچ قوم اس مصیبت کی گھڑی میں عالمی اداروں سے فوری امداد کا مطالبہ کرتی ہے اقوام متحدہ، ریڈکراس سمیت تمام عالمی امدادی اداروں اور غیرسرکاری ادارے بلوچ قوم کے امداد میں تاخیر نہ کریں عالمی اداروں اور دنیا کے ممالک کو بلوچستان کے زلزلہ سے متاثرہ علاقوں میں زلزلے سے پیداشدہ صورتحال کا برائے راست جائزہ لے کر بلوچستان میں جلدازجلد امدادی کارروائیوں کا اغاز کردیں۔

بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن (آزاد)

تاریخ:27 ستمبر2013

کوئٹہ(پ ر)بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن آزاد کے مرکزی ترجمان نے اپنے جاری کردہ بیان میں کہا کہ پاکستانی فوج اپنی وہشت کو جاری رکھتے ہوئے زلزلے سے متاثرہ بلوچوں کوشیلنگ اور بمباری کا نشانہ بنارہا ہے گزشتہ روز مشکے کے علاقے گجراور گردونواح میں 5 ہیلی کاپٹروں کے ساتھ فوج کی باری نفری نے زلزلے سے تباہ حال علاقوں پرحملہ کردیا جس سے پہلے سے ہی تباہ حال علاقے میں صورتحال مزید تشویش ناک ہوچکی ہے پاکستانی فوج نے اپنی دہشتگردانہ کاروائی جاری رکھتے ہوئے عصر کے وقت گجر کے مختلف مقامات پرایک مرتبہ پھرشیلنگ شروع کردی مشکے کے تمام علاقے حالیہ زلزے سے تباہ ہوچکے ہیں جن میں گجراور گردونواح کے علاقے بھی متاثر ہیں جہاں شدید جانی ومالی نقصان ہوچکی ہے اس صورتحال میں پاکستانی قبضہ گیرفوج کی جانب سےشیلنگ اور بمباریوں سے علاقے میں بچی کچھی انسانی جانیں بھی خطرے میں ہیں فوج کی مزید نقل عمل علاقے میں جاری ہے اور گجر کے علاوہ مشکے کے دوسرے علاقوں میں بھی فوج کی باری نفری اور ساز وسامان پہنچائی جارہی ہے جس سے زلزے کے متاثرین کی امداد کے آڑ میں پاکستانی فوج بلوچ نسل کشی کے اپنے مقصد کو آگے لے جارہاہے اپنے انہی مزموم عزائم کو چھپانے کیلئے پاکستانی فوج میڈیا کے سامنے امداد پہنچانے کا ڈرامہ رچارہی ہے امدادی سرگرمیوں کے آڑ میں وسیع پیمانے پرفوجی ساز وسامان علاقے میں پہنچا کرفوج کی دہشتگردانہ کاروائیوں علاقوں پر شیلنگ اور بمباریوں میں شدت لانا مقصود ہے جبکہ پاکستانی فوج زلزلے سے متاثرہ مختلف علاقوں میں امدادی کاموں کے سامنے رکاوٹیں پیدا کررہاہے اور امدادی اداروں سمیت میڈیا ذرائع کو بھی علاقے میں پہنچنے سے روکھ رہا ہے گزشتہ روز زلزلہ سے متاثرین کی رپورٹنگ پرآنیوالے الجزیرہ ٹی وی کے نمائندوں کوبھی فوج نے روک کرانہیں علاقے میں کام کرنے سے منع کیا آواران کے مختلف علاقوں میں پہنچنے والے امدادی سامان کوبھی فوج نے اپنے قبضہ میں لیا ہوا ہے گزشتہ روز امدادی سامان سے لدے 2ٹرکوں کوفوج نے اپنے قبضہ میں لیا ہے جبکہ عوام پاکستانی فوج کے قریب جانے سے گریزاں ہے آواران کے مختلف علاقوں میں اسکولوں سمیت دیگر قابل استعمال عمارتوں کوفوج اور پولیس قبضہ میں لے کرخود استعمال کررہے ہیں عام بلوچ متاثرین کھلی آسمان تھلے شب وروز گزارر ہیں جہاں خوراک اورادویات سمیت ضروریات زندگی کے بنیادی اشیاء ناپید ہیں بلوچ قوم اپنے مدد آپ کے تحت متاثرین کی امداد میں مصروف ہے اور کراچی سمیت مختلف علاقوں سے بلوچ قوم کی جانب سے بھیجی جانے والے امداد کوبھی روکھنے کی کوشش کی جارہی ہے زلزے سے پہنچنے والے نقصانات مزید شدید ہوتے جارہے ہیں گزشتہ روز زلزلے سے جان بحق ہونے والوں میں تیرتیج اور پیراندر سے تعلق رکھنے والے بی ایس او آزاد کے 2 ممبران پرپاز اور روبینہ بھی شامل ہیں دونوں بی ایس او آزاد کے سرگرم کارکن تھے قومی تحریک میں ان کے کردار کو ہمیشہ یادرکھا جائیگا ترجمان نے کہا کہ عالمی ادارے پاکستان کی حقیقت سے واقف ہیں جہاں ریاست کے تمام ادارے انسانیت کے خلاف جرائم میں ملوث ہیں اور بلوچستان میں ان کی دہشتگردی اور بلوچ قوم کی نسل کشی دنیا کے سامنے واضع ہوچکی ہے ایسے میں بلوچ زلزلہ زدگان کے امداد کیلئے پاکستان پرآسرا کرنا انتہائی تشویش ناک ہے پاکستان کی جانب سے تمام میڈیا دعوے جھوٹ پرمبنی ہے جن کا مقصد امداد کا تاثر دے کر عالمی اداروں کی بلوچستان آمد کو روکنا ہے عالمی ادارے بلوچستان میں پھیلی ہوئی تباہی اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی انسانی بحران کا ادراک کرتے ہوئے برائے راست بلوچ قوم کی مدد کرے اور پاکستان کی جانب سے بلوچ متاثرین کو بے یارومددگار رکھنے اور پاکستانی فوج کی جانب سے بلوچ عوام کو اس تباہی کی حالت میں بھی بمباریوں اور شیلنگ کا نشانہ بنانے کا نوٹس لیں کراس صورتحال میں اپنا کردار ادا کریں۔

بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن (آزاد)

تاریخ:29ستمبر 2013

کوئٹہ(پ ر)بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن آزاد کے مرکزی ترجمان نے اپنے جاری کردہ بیان میں کہا کہ زلزلہ سے تباہ حال علاقوں میں پاکستانی فوج بلوچ قوم کی جانب سے اپنے مدد آپ کے تحت جاری امدادی کاروائیوں میں رکاوٹ ڈال رہی ہے جبکہ بلوچستان بھر میں پاکستانی فوج کی دہشتگردانہ کاروائیاں اور بلوچ نسل کشی کا تسلسل جاری ہے پاکستانی فوج نے گزشتہ روز پروم میں آبادی پر حملہ کرتے ہوئے گھروں پر راکٹ فائر کیئے اور بڑی تعداد میں املاک کو نظر آتش کر دیا پروم کے علاقوں جاہیں،نوک بند،بلکلور سنگھوزئی بازار اور شکاری بازار سمیت قریبی علاقوں میں پاکستانی فوج نے حملہ کر کے جائین سے ۳ ٹینکروں،نوک بند سے 2 ٹینکروں 5 دو ہزار گاڈیوں اور بلکلور سنگھوزئی بازار میں دس آئل ٹینکروں اور دو ہزار گاڈیوں ۳۰ تیس سے زائد گھروں کو نظر آتش کر دیا اور گھروں میں لوٹ مار کر کے سنگھوزئی بازار سے خیر محمد ولد عبدالواحد،تاج محمد ولد چاکر،منیر احمد ولد پیر محمد،محمد اعظم ولد درمحمد،اشرف ولد دوستین،جان محمد،کریم جان ولد منیر احمد اور ریاز احمد ولد دوستین کو اغواہ کر کے اپنے ساتھ لے گئے اپنی درندگی کے اسی تسلسل کو جاری رکھتے ہوئے زلزلے سے تباہ حال مشکے کے علاقے گجر میں گزشتہ 3 روز سے پاکستانی فوج دہشتگردانہ کاروائیاں کر رہا ہے گزشتہ روز الاصبح ایک مرتبہ پھر پاکستانی فوج نے گجر میں آبادی پر حملہ کر دیا جس سے علاقے میں امدادی سرگرمیاں متاثر ہو چکی ہیں زلزلے سے متاثرہ مشکے اور آواران کے علاقوں میں زلزلہ زدگان بے یار و مددگار نا کافی امداد کے سہارے تشویش ناک حالت میں شب و روز گزار رہے ہیں بلوچ قوم اپنے مدد آپ کے تحت متاثرہ علاقوں میں امدادی کاروائیاں کر رہی ہے پاکستانی فوج میڈیا اور حکومت کی جانب سے کی جانے والے پر فریب دعوں کے برعکس زلزلہ سے متاثرہ علاقوں میں پہنچائی جانی ولی امداد صرف بلوچ قوم اور مخیر حضرات اور عام لوگوں کے مدد سے جمع ہونے والی امداد پر مشتمل ہے جو کہ اس وسیع پیانے پر آنے والی انسانی بحران سے نمٹنے کیلئے نا کافی ہے پاکستانی فوج اسی نا کافی امداد کو بھی متاثرین تک بروقت پہنچانے نہیں دے رہی اور امدادی کیلئے آنے والے قافلوں کو روکھ کر ان کا سامان اپنے قبضے میں لینے کی کوشش کر رہی ہے ڈاکٹر مالک اور ان کی حکومت زلزلے کے آڑ میں پاکستانی فوج کی بلوچ نسل کشی کو تیز کرنے کیلئے بر پور تیاریوں پر پردہ ڈالنے کی کوششیں کر رہے ہیں اور بلوچ تنظیموں پر امدادی کاموں میں مداخلت کا بے بنیاد الزام لگا کر تحریک آزادی کے خلاف منفی پروپگنڈہ کر رہے ہیں اور غلط اور متضاد اعداد و شمار سامنے لا کر زلزلے سے پیدا ہونے والی نقصانات کو کم ظاہر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جن کا مقصد متاثرہ علاقوں میں عالمی اداروں کی پہنچ کو روکھنا ہے اقوام متحدہ بلوچ زلزلہ متاثرین سے اظہار افسوس تک محدود رہنے کے بجائے عملی اقدامات کرے اور زلزلے سے پھیلی ہوئی تباہی اور انسانی بحران کا ادارک کرتے ہوئے فوری امداد شروع کر دے۔

مرکزی ترجمان

بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن (آزاد)

بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن آزاد کے مرکزی ترجمان نے اپنے جاری کردہ بیان میں کہا ہے کہ گزشتہ روز قابض پاکستانی فورسز نے منداور دشت کے علاقے کتر نز میں راہ چلتی گاڑی پر راکٹ فائر کیا جس سے بلوچی زبان کے شاعر شبیر معصوم اور اسکی والدہ شہید ہو گئے اور خواتین و بچوں سمیت اہلخانہ کے دیگر افراد شدید زخمی ہو گئے شبیر معصوم اپنے اہلخانہ کے ہمراہ مند سے دشت جا رہے تھے کہ راستے میں قابض فورسز نے انتہائی جارحیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے گاڑی میں سوار خواتین و بچوں سمیت نہتے معصوم لوگوں کو نشانہ بنایا یہ پہلی دفعہ نہیں کہ پاکستانی فورسز خواتین و بچوں اور نہتے لوگوں کو نشانہ بنا رہی ہیں اس سے قبل بھی اس طرح کے متعدد واقعات سامنے آچکے ہیں جن میں تمپ،تربت،ڈیرہ بگٹی،کوہستان مری،کوئٹہ،بولان،خضدار اور دیگر علاقوں میں معصوم بلوچوں کو اس طرح کی جارحیت کا نشانہ بنایا گیا ہے لگ بھگ ڈیڑھ ماہ قبل ڈیرہ بگٹی میں قابض فورسز نے سوگ میں بیٹھے نہتے افراد پر اندھا دندھ فائرنگ کر دی جس سے 8 افراد شہید ہو گئے واقعہ کتر نز سمیت دیگر مظالم پاکستان کی جارحیت اور غیر مہذب ہونے کا منہ بولتا ثبوت ہیں جو اس بات کی غمازی کرتے ہیں کہ طاغوتی قوتوں کیلئے محکوم اقوام انسان کا درجہ نہیں رکھتے بلکہ ان پر ہر طرح کا ظلم و جبر ڈھانا وہ اپنا فطری حق سمجھتے ہیں برطانوی فوج کی جلیانوالہ باغ واقعے کی صورت میں ہندوستانیوں پر وحشت ہو یا فرانس کا الجزائریوں کا قتل عام یا پھر پاکستان کا بنگالیوں کے قتل عام اور عصمت دری اور اب واقعہ کتر نز و دیگر واقعات اور مسخ شدہ لاشوں کی صورت میں بلوچوں کی نسل کشی ہو سب میں ایک چیز مشترک ہے کہ سامراج اور جابر قوتیں اپنے مذموم عزائم کی

تکمیل کیلئے کسی بھی تہذیب واصول کو خاطر میں نہ لاتے انسانیت سوز جرائم کا ارتکاب کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتیں کیونکہ مفادات اور شیطانی عزائم نے انکے تمام انسانی صفات پر قدغن لگایا ہوا ہوتا ہے اس لیے وہ انسانیت سے عاری عمل سرانجام دینے میں کسی پس وپیش سے کام نہیں لیتے پاکستان انسانیت کے منافی عمل سرانجام دینے میں اپنے سامراجی آقاؤں سے بھی دو ہاتھ آگے نکل چکا ہے جو نہ صرف کسی بھی عالمی اصول و جنگی قوانین کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے بلوچ نوجوانوں، بزرگوں، بچوں و عورتوں کو بلا امتیاز نشانہ بنا رہا ہے بلکہ عالمی سطح پر دہشگردی کو پروان چڑھا کر پوری عالم انسانیت کے خلاف جرم کا ارتکاب کر رہا ہے مگر حیرت ہوتی ہے ان قوتوں پر جو آج بھی پاکستان جیسے انسانیت کے مجرم ریاست سے خیر کی امید لگائے بیٹھے ہیں ان قوتوں کو یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ پاکستان سے خیر کی توقع کرنا عبث ہے کیونکہ پاکستان کا وجود ہی ایسے ہی دہشتگردانہ عمل سے بندھا ہوا

بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن آزاد گوادر زون کا سینئر باڈی اجلاس زیرِ صدارت سابقہ زونل آرگنائزر منعقد ہوا اجلاس کے مہمان خاص بی ایس او آزاد کے مرکزی کمیٹی کے رکن تھے اجلاس میں سابقہ کارکردگی رپورٹ، تنظیمی امور، موجودہ علاقائی و بین الاقوامی سیاسی صورتحال زیرِ بحث رہے تنظیم کی سابقہ زونل کارکردگی رپورٹ پیش کرنے کے بعد تنظیمی امور پر بحث کرتے ہوئے مہمان خاص و دیگر شرکاء نے کہا کہ کسی بھی معاشرے میں سیاسی و انقلابی عمل کی تحریک کیلئے انقلابی خطوط پر استوار تنظیم کی موجودگی انتہائی اہمیت کا حامل ہوتا ہے انقلاب و آزادی کی تحریک کی کامیابی انقلابی خصوصیات کے حامل مضبوط سیاسی ڈھانچے سے وابستہ ہے دنیا کی تمام انقلابی تحریک مضبوط انقلابی تنظیموں و پارٹیوں کی بدولت کامیابی و کامرانی کی منزل مقصود تک پہنچنے میں کامیاب ہوئی ہیں بلوچ تحریک آزادی کو بھی فتح و کامرانی کی منزل تک پہنچانے کیلئے مضبوط سیاسی تنظیموں و پارٹیوں کی ضرورت ہے اور اس امر کو بی ایس او آزاد سمیت تمام آزادی پسند سیاسی پارٹیاں اور مسلح تنظیمیں بخوبی نبھا رہی ہیں بی ایس او آزاد نے اب تک بلوچ قومی تحریک کیلئے بے شمار جانثاران پیدا کیے ہیں جن میں سے بے شمار نے سرزمین کیلئے جامِ شہادت نوش کیا اور بے شمار جہد کار میدان کارزار میں دشمن سے برسرِ پیکار ہیں مگر پھر بھی ہمیں تنظیم میں موجود کمزوریوں کی اصلاح کرتے ہوئے اسے مزید مضبوط بنانا ہوگا کیونکہ جتنا تنظیم مضبوط ہوگا سیاسی عمل میں بھی اسی شدت سے پختگی آئیگی اور تحریک کی رفتار بھی اسی انداز سے تیز ہوگی علاقائی و بین القوامی سیاسی صورتحال پر بحث کرتے ہوئے رہنماؤں نے کہا کہ آج کے اس معاشی جنگ میں عالمی طاقتوں کے مابین رسہ کشی کے اثرات بلاشبہ بلوچ تحریک اور بلوچ سرزمین پر مرتب ہو سکتے ہیں بلوچستان کی جیو پولیٹیکل اہمیت اور بے پناہ قدرتی وسائل کے باعث دنیا اسے نظرانداز نہیں کرسکتی مگر بلوچ کو اپنے سرزمین پر کنٹرول اور عالمی طور پر اپنے آپکو ایک مضبوط سیاسی طاقت ثابت کرنے کیلئے جدوجہد میں مزید شدت لانا ہوگا گو کہ بلوچ تحریک نے عالمی سرمایہ کاروں و ممالک کو کافی حد تک یہ باور کرا لیا ہے کہ پاکستان بلوچ سرزمین پر اپنے قبضے کو برقرار رکھ کر عالمی سرمایہ کاروں اور انکے مفادات کو تحفظ دینے کی پوزیشن میں نہیں مگر پھر بھی چائنا سمیت دیگر کئی ممالک پاکستان سے یہ آس لگائے بیٹھے ہیں کہ وہ انکے مفادات کا تحفظ کریگا ہمیں ان طاقتوں کی خوش فہمی کو بھی دور کرنا ہوگا اجلاس کے آخر میں موجود شرکاء کے باہمی مشورے سے نئی زونل آرگنائزنگ کمیٹی تشکیل دے کر زونل ذمہ داریاں نومنتخب کمیٹی کے حوالے کی گئیں۔

اکتوبر کے مہینے میں بی ایس او (آزاد)اور بی این ایف کے اخباری بیانات

ادارہ

بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن (آزاد)

تاریخ 1اکتوبر2013

کوئٹہ(پ ر)بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن آزاد کے مرکزی ترجمان نے اپنے جاری کردہ بیان میں کہا کہ پروم میں پاکستانی فوج کی جارحیت گزشتہ 3روز سے جاری ہے گزشتہ روز مزید گھروں اور گاڑیوں کو جلایا گیالگرک کے علاقے میں 2 گاڑیوں کوجلایا گیااور6 سائیکلوں کوفوج اپنے ساتھ لے گئی جائین سمیت دوسرے علاقوں میں بھی دہشتگردانہ کاروائیوں کے تیسرے روزفوج کی جانب سے مزید املاک کی لوٹ مار کی گئی اور گاڑیوں کوجلایا گیا پروم کے تمام داخلی اور خارجی راستے فوج نے بند کر کے علاقے میں خوراک اور دیگراشیا کی ترسیل منقطع کردی ہےاور بلوچ فرزندوں کواغواہ کرنے کاتسلسل جاری ہے نعیم آباد سے حفیظ ولد پیر محمد کواغواہ کیا گیا3روز سے جاری ان دہشتگردانہ کاروائیوں میں اب تک متعدد گھروں اور گاڑیوں کوجلایا گیا ہے جبکہ قیمتی املاک اور موٹروں سائکلوں کی فوج لوٹ کراپنے ساتھ لے جارہی ہے 3روز کے دوران پروم کے علاقے میں 20 سے زائد بلوچ فوج کے ہاتھوں اغواء ہوچکے ہیں جن میں سے گزشتہ روز اغواء کیئے گئے 5بلوچ فرزندوں کوشہید کر کے ان کی لاشیں ہسپتال پہنچا دی گئی شہید ہونے والوں میں ریاض ولد دوست محمد،اشرف ولد دوست محمد،کریم جان ولد منیر احمد،زوہیب ولد پیر محمد اور وہاب حسین شامل ہیں میڈیا میں پاکستانی فوج نے اپنے اہلکاروں کے ہلاکت اور جھڑپ میں 5بلوچوں کی شہادت کا دعوی کیا تھا جوکہ جھوٹ پرمبنی ہے شہید کیئے جانے والے 5بلوچوں کوفوج نے دن دہاڑے پروم کے علاقے سنگھوزئی بازار سے اغواء کیا تھااغواء کیئے گئے دیگر بلوچ تاحال فوج کی حراست میں ہیں خدشہ ہے کہ ان کوبھی شہید کردیا جائیگا پروم میں جاری دہشتگردانہ کاروائی کے تسلسل میں پنجگور بازار میں بھی پاکستانی فوج نے کی بلوچ عوام کوتنگ کرنے کا سلسلہ شروع کیا ہےاور بلوچ عوام کوتشدد کا نشانہ بنا کران کے گاڑیوں اور موٹرسا ئیکلوں کوفوج اپنے قبضے میں لے رہی ہے بلوچ فرزندوں کے اغواء کے تسلسل میں گزشتہ روز تربت سے ڈبوک کے رہائشی شریف ولد فقیر محمد کواغواء کیا گیا بلوچستان کے مختلف علاقوں میں پاکستانی فوج اپنی درندگی کے مثال قائم کررہی ہے جنہیں پاکستان اپنے میڈیا اور اپنے گماشتے ڈاکٹر مالک کی حکومت کے زریعے چھپانے کی کوششیں کررہی ہے بلوچستان کے مختلف علاقوں میں فوج کی ان دہشتگردانہ کاروائیوں کوجواز فرائم کرنے اور عالمی دنیا کے سامنے بلوچ نسل کشی کو چھپانے کیلئے مختلف حربے آزمائے جارہے ہیں عالمی دنیا اور انسانی حقوق کے ادارے اس تمام تر سنگین صورتحال میں مجرمانہ خاموشی اختیار کیئے ہوئے ہیں پاکستان کے دہشتگردانہ عزائم اور عالمی سطع پر پاکستان کے حوالے سے موجود حقائق کے بعد عالمی انسانی حقوق اور انصاف وآزادی کے دعوے دار ملکوں اور اداروں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ پاکستان جیسے دہشتگرد ریاست کے ساتھ تعاون روک دیں پاکستان نے بلوچستان میں اپنی دہشتگردانہ کاروائیوں اور قبضہ گیریت کوزلزلے جیسی قدرتی آفت اور اس سے پھیلنے والی انسانی بحران کے سامنے بھی اسی تسلسل سے جاری رکھا ہوا ہے اور اس قدرتی آفت کی آڑ لیتے ہوئے بلوچستان میں اپنی ختم ہوتی ہوئی قبضہ گیریت کو بچانے کیلئے تیاریوں میں مصروف ہے زلزلے سے متاثرہ علاقوں میں اپنے دہشتگردانہ کاروائیوں کوتیز کرنے کیلئے فوجی نقل وحرکت تیز کی جارہی ہے۔

بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن (آزاد)

تاریخ:2اکتوبر2013

کوئٹہ(پ ر)بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن آزاد کے مرکزی ترجمان نے اپنے جاری کردہ بیان میں کہا کہ پاکستانی فوج نے بلوچستان کے زلزلے سے متاثرہ علاقوں میں اپنی دہشتگردانہ کاروائیوں کوتیز کردیا ہے گزشتہ روز مشکے کے علاقے پروار میں قابض فوج نے رحیم بلوچ کے گھر پر ہیلی کاپٹروں اور زمینی فوج کے زریعے حملہ کر کے ایک نوجوان کواغواء کیا اور وہاں موجود خواتین وبچوں کوتشدد کا نشانہ بنا کرزخمی کردیا ڈنڈار میں ملامحمد بخش کے گھر پر حملہ کر کے گھروں اور املاک کونقصان پہنچایا گیا جن میں ایک ٹریکٹر بھی شامل ہے اسی اثناء میں زلزلے سے تباہ شدہ آواران کے علاقے تیرتیج میں قابض فوج نے زبردستی راشن تقسیم کرنے کی کوشش کی لیکن غیور بلوچ عوام نے اپنے

دشمن اور بلوچ فرزندوں کے قاتل قبضہ گیر فوج کی امداد لینے سے انکار کردیا جس کے ردعمل میں قابض فوج نے اپنی وحشت کا مظاہرہ کرتے ہوئے خواتین اور بزرگوں پر لاٹھیوں اور بندوق کے بٹوں سے حملہ کرکے متعدد خواتین اور بزرگوں کو زخمی کردیا پاکستانی ظلم و جبر کے شکار بلوچ عوام اپنے دشمن کی پہچان کرچکی ہے اور پاکستان کی جانب سے زلزلہ سے پھیلی تباہی اور انسانی بحران سے فائدہ اٹھانے اور بلوچ نسل کشی کیلئے اپنے قدم مضبوط کرنے کی کوششوں کو ناکام کرچکی ہے پاکستانی فوج کی امداد اور پاکستانی حکومت اور میڈیا کی جانب سے پرفریب دعوں اور اعلانات سے بلوچ قوم اپنی تاریخی جدوجہد اور قومی آزادی کیلئے پاکستان کے خلاف دی گئی ہزاروں جانوں کی قربانیوں کو نہیں بولے گی بلوچ قوم اس مصیبت کے وقت قابض فوج کے سامنے ہاتھ پھیلانے کے بجائے اپنی مدد آپ کے تحت اس بیانک تباہی سے ابھرنے کی کوششیں کررہی جس کیلئے غیر سرکاری اداروں اور عالمی امدادی اداروں سے مدد کی بھرپور اپیل کی جاتی ہے کہ وہ بلوچستان میں پاکستانی فوج پر آسرا کرنے کے بجائے براۓ راست بلوچ قوم کی امداد کریں۔

مرکزی ترجمان

بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن (آزاد)

بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن (آزاد)

تاریخ:4اکتوبر2013

کوئٹہ (پ ر) بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن آزاد کے مرکزی ترجمان نے اپنے جاری کردہ بیان میں کہا کہ قبضہ گیر پاکستانی فوج کے ہاتھوں بلوچ فرزندوں کے اغواء کا تسلسل شدت کے ساتھ جاری ہے گزشتہ روز پاکستانی فوج سنی شوران کے مقام پر نورمحمد مری کوان کے خاندان کے دیگر 5 افراد کے ساتھ اغواء کرکے اپنے ساتھ لے گئی نورمحمد مری اپنے رشتے داروں کے ساتھ ایک ٹرک میں کانک سے سبی جارہے تھے جنہیں سنی شوران کے مقام پر ٹرک سے اتار کر اغواء کیا گیا اسی اثناء میں زلزلے سے متاثرہ علاقے آواران میں پاکستانی فوج اور ان کے زرخرید ایجنٹ بلوچ فرزندوں کے اغواہ اور تشدد کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں گزشتہ روز زیارت ڈن میں نصیر نامی نوجوان کو پاکستانی زرخرید ایجنٹ قیصر میروانی کے کارندے اغواہ کرکے اپنے ساتھ لے گئے زلزلے سے تباہ حال آواران میں قیصر میروانی نے قابض فوج کے زیر سایہ اپنا کیمپ لگایا ہوا ہے جہاں مین روڈ کو بند کرکے بلوچ عوام کو روک کران کی تلاشی لی جاتی ہے اور تزلیل کرکے انہیں پاکستانی فوج کے ساتھ تعاون کرنے کیلئے دھمکایا جاتا ہے پاکستان نے اپنے زرخرید ایجنٹوں کی مدد سے بلوچ عوام کی اس بحرانی کیفیت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے انہیں تنگ کرنے کا سلسلہ شروع کیا ہے اور زلزلے سے متاثرہ علاقوں میں امداد کے پیچھے اپنی جنگی تیاریوں کو چھپانے کیلئے دنیا کو مشکے اور آواران میں فوج کی جانب سے امدادی کارروائیوں کا جھانسہ دے رہا ہے دنیا میں قبضہ گیر ریاستیں اپنے قبضہ گیریت کو بچانے کیلئے ہمیشہ نسل کشی پر اتر آتی ہیں جس کیلئے وہ تباہ کن جنگوں اور قتل عام کے ساتھ ساتھ قدرتی آفات اور انسانی مجبوریوں کا بھی بھرپور فائدہ اٹھاتی ہیں پاکستان بلوچستان میں اپنی سامراجی منصوبوں پر عمل درآمد کرانے اور بلوچستان میں قبضہ گیریت کو بچانے کیلئے بلوچ نسل کشی میں اب تک ہزاروں بلوچ فرزندوں کو شہید کرچکا ہے اور لاکھوں کی تعداد میں بلوچوں کو دربدر کرچکا ہے اپنے اسی سفاکیت کے تسلسل کو جاری رکھتے ہوئے اب زلزلے سے پھیلی ہوئی تباہ حالی اور اس سے جنم لینے والی انسانی بحران کا فائدہ اٹھا رہا ہے اور اسے تحریک آزادی اور آزادی پسند بلوچ عوام کے خلاف استعمال کرنے کی کوششیں کررہا ہے۔

مرکزی ترجمان

بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن (آزاد)

بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن (آزاد)

پریس ریلیز

تاریخ:7اکتوبر2013

کوئٹہ(پ ر)بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن آزاد کی مرکزی کمیٹی کا پانچواں اجلاس خضدار میں مرکزی چیئر مین بلوچ خان کی صدارت میں منعقد ہوا اجلاس میں تنظیم کی کارکردگی، تنظیم کاری، تنقید اور خود تنقیدی، عالمی و علاقائی سیاسی صورتحال، آئندہ لائحہ عمل سمیت دوسرے اہم ایجنڈے زیر بحث رہے تنظیم کی 3 ماہی کارکردگی کا تفصیلی جائزہ لینے اور تمام ایجنڈوں پر سیر حاصل بحث مباحثے کے بعد متعدد اہم فیصلے لیئے گئے اجلاس مرکزی چیئر مین بلوچ خان اور مرکزی ممبران نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ بلوچ سماج میں بی ایس او کا کردار ہمیشہ تاریخی رہا ہے بی ایس او کی سیاسی جدوجہد نے بلوچ سماج میں تبدیلی کی لہر پیدا کی ہے جس کی بدولت ہی آج بلوچ سماج میں ظلم کے خلاف جدوجہد کرنے والے اور بلوچ قوم کی رہنمائی کرنے والے مضبوط اور انقلابی رہنما اور کارکن پیدا ہوئے جن کی جدوجہد اور قربانیوں کی بدولت بلوچ سماج ایک نوآبادیاتی نظام کے شکار غلام سماج سے تبدیل ہو کر ایک حریت پسند اور آزادی کے علمبردار سماج کی شکل اختیار کر چکی ہے بی ایس او کے اسی تاریخی کردار کے تسلسل کو جاری رکھتے ہوئے بی ایس او آزاد ایک کیڈر آرگنائزیشن کی حیثیت سے بلوچ تحریک میں کردار ادا کر رہا ہے بی ایس او کا آئین ظلم و جبر کی بنیاد پر قائم نظاموں کے خلاف جدوجہد کا درس دیتا ہے اور ایک انقلابی نظام کی تشکیل کیلئے رہنمائی کرتا ہے اور ہمیں انقلاب اور آزادی کیلئے جدوجہد کرنے والے انقلابی قوتوں کے ساتھ قربت اور یکجہتی کا درس دیتا ہے جس پر عمل کر کے ہم عالمی سامراج اور پاکستان کی شکل میں اس کے آلہ کاروں کو شکست دے سکتے ہیں، ہمیں آزادی کیلئے جدوجہد کرنے والے تمام بلوچ آزادی پسندوں سمیت دنیا کے انقلابی قوتوں کے ساتھ فکری ہم آہنگی پیدا کرنا ہو گا تحریک آزادی کی کامیابی کیلئے مضبوط سیاسی پارٹی اور تنظیم ضروری ہے انقلاب کو ایک مضبوط سیاسی پارٹی اور مضبوط لیڈرشپ ہی کامیابی کی جانب لے جا سکتا ہے جو عوام کی سیاسی تربیت کر کے انہیں ان کی تاریخی کردار سے آگاہ کرے اور انہیں تحریک آزادی میں متحرک کر کے منزل کی حصول تک ان کی ہر قدم پر رہنمائی کرے سیاسی عمل کے کمزور ہونے سے تحریک میں پیداواری عمل رک جاتا ہے اور تحریک آزادی اور عوام کے درمیان دوریاں پیدا ہو جاتی ہیں جو کہ تحریک کیلئے انتہائی خطرناک امر ہے اور آزادی کے راہ پر گامزن مختلف قوتوں کے درمیان قربت اور ہم آہنگی پیدا کی جا سکتی ہے تمام تنظیموں اور پارٹیوں کے پلیٹ فارم پر قربانیاں دینے والوں نے آزادی کے مقصد کیلئے قربانیاں دی ہیں ان کی قربانیوں کو مدنظر رکھ کر ہمیں بھی آزادی کے مقصد پر ایک ہونا چاہیئے اپنے کمزوریوں اور کوتاہیوں پر قابو پا کر اپنی توانائیاں بھرپور انداز میں دشمن کے خلاف استعمال کرنی چاہیئے ظالم قوتوں کے خلاف آزادی کی جدوجہد کو دشمن کا جبر ختم نہیں کر سکتا لیکن اندرونی مسائل و انتشار سے تحریکیں ناقابل تلافی نقصان کا شکار ہوتی ہیں ہمیں اپنی تمام کوششیں تحریک آزادی کو منظم رکھنے کیلئے صرف کر کے تحریک کو کمزور کرنے کی کسی بھی کوشش کو ناکام بنا دینا ہو گا بی ایس او آزاد قوم کو متحد و منظم رکھنے کیلئے اپنا کردار ادا کرتے ہوئے تحریک آزادی کو مزید فعال بنانے، تحریک آزادی کی کمزوریوں کو ختم کرنے اور جدوجہد کرنے والی قوتوں کو مزید قریب لانے کیلئے اپنی کوششیں جاری رکھے گا اور تمام آزادی پسند پارٹیوں اور تنظیموں کے ساتھ اشتراک سے جدوجہد میں کردار ادا کرتا رہیگا ایک تاریخی اور انقلابی کردار ادا کرنے کیلئے بی ایس او آزاد ہمیشہ قومی اداروں میں آزادانہ حیثیت سے اپنا کردار ادا کرتا رہا ہے انقلابی تنظیم ہوتے ہوئے بی ایس او آزاد تحریک میں احتسابی عمل کیلئے ہمیشہ پیش پیش رہا ہے تحریک میں شامل تمام قوتوں کو اپنے اندر خود احتسابی پیدا کرنی چاہئے بی ایس او کے ساتھ ساتھ تحریک میں شامل تمام تنظیم و پارٹیاں احتساب کے عمل سے بالاتر نہیں احتساب سے گزر کر ہی ہم اپنے اندر کی کمزوریوں کو ختم کر سکیں گے آج بلوچ سرزمین عالمی مفادات کا مرکز بنا ہوا ہے جہاں ہر سامراجی طاقت اپنے مفادات کے تحفظ کے دوڑ میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے درپے ہے پاکستان ان ہی سامراجی قوتوں کے مفادات کی تحفظ کا دعوا کر کے تحریک آزادی کے خلاف امداد حاصل کر رہا ہے دنیاء میں عالمی طاقتیں ملٹی نیشنل کمپنیوں کے زریعے اپنے مفادات حاصل کرتی ہیں ان ملٹی نیشنل کمپنیوں کے ساتھ ان کے معاشی اور سیاسی عزائم بھی ہوتے ہیں جن کے زریعے وہ کمزور اقوام کی وسائل کے ساتھ ساتھ ان کی سیاسی طاقت پر بھی قبضہ جما لیتی ہیں آج یہی ملٹی نیشنل کمپنیاں پاکستان کے ساتھ مل کر بلوچ نسل کشی میں حصہ دار ہیں جبکہ تحریک آزادی کی کامیابیوں کو دیکھ کر آزادی کے بعد بھی یہ ملٹی نیشنل کمپنیاں اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے کوششیں کر رہی ہیں جس کیلئے مختلف معاہدے کیئے جا رہے ہیں پاکستان کے قیام کا مقصد ہی مظلوم اقوام کی نسل کشی اور قبضہ گیریت ہے پاکستان اپنی سرچ اینڈ ڈسٹرائے کی پالیسی جاری رکھتے ہوئے تحریک آزادی کو کاونٹر کرنے کیلئے وسیع پیمانے پر تیاری کر رہا ہے جس کیلئے وہ مقامی گماشتوں، اپنے میڈیا، عدلیہ، اور سیاسی مشینری کے ساتھ ساتھ عالمی سامراجی طاقتوں کے ساتھ اپنے تعلقات کو استعمال کر کے تحریک آزادی کو ختم کرنے کیلئے کوشش کر رہا ہے لیکن تحریک آزادی کی کامیابیوں نے بلوچ وسائل کی لوٹ مار کے سامراجی منصوبوں کے سامنے رکاوٹ کھڑی کی ہے اور پاکستان کے ساتھ وابستہ عالمی مفادات کو بھی ڈسٹرب کر دیا ہے جس سے پاکستان کے عالمی مفادات کے محافظ ہونے کا کردار کمزور پڑ چکا ہے عالمی مفادات کی تبدیلی سے پاکستان بھی اپنے وفاداریاں تبدیل کرتے ہوئے تحریک آزادی کے خلاف عالمی ممالک سے مدد و کمک کے حصول کیلئے کوشاں ہے ہمیں عالمی سیاست میں تحریک آزادی کا دفاع کرنے اور عالمی مفادات کی کشمکش میں پاکستان کے عزائم کو ناکام بنانے کیلئے مضبوط سفارت کاری کرنی ہو گی ایک خوشحال مستقبل کیلئے ضروری ہے کہ ہم آزادی اپنی قوت پر حاصل کریں اور کسی عالمی طاقت کے زیر اثر ان کے مفادات کے تحفظ کیلئے بنائے گئے کسی بیرونی نظام کو اپنانے کے بجائے اپنے سماج میں آزادی اور انصاف کا نظام قائم کرنے کیلئے اپنا سیاسی و معاشی نظام خود تشکیل دیں بیرونی طاقتوں کے زیر اثر کوئی بھی نظام چاہئے وہ کتنا ہی پر کشش اور آزادی و انصاف کا دعوی دار کیوں نہ ہو وہ مظلوم اقوام کی آزادی اور خوشحالی کا ضامن نہیں ہو سکتا بلوچ قوم کے تمام طبقوں کو انقلابی بنیادوں پر متحد ہو کر قومی آزادی کے حصول کیلئے اپنا کردار ادا کرنا ہو گا بلوچ عوام کو دشمن کے حربوں کا مقابلہ کرنے کے قابل بنا کر اور انہیں تحریک آزادی کے طویل اور کھٹن سفر میں پیش آنے والے مشکلات اور چیلنجز سے آگاہ کر کے ہی ہم کامیاب ہو پائینگے اگر ہم بلوچ عوام کو تحریک آزادی میں متحرک کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے تو اختر مینگل اور ڈاکٹر مالک جیسے پاکستانی گماشتوں کے عیارانہ حربوں کا راستہ نہ روک پائینگے جن کا مقصد ہی بلوچ وسائل کا ساز باز کرنا اور تحریک آزادی کو کانٹر کر کے بلوچ سرزمین پر پاکستانی قبضہ کو مضبوط کرنا ہے۔

بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن (آزاد)

تاریخ:8اکتوبر2013

کوئٹہ(پ ر)بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن آزاد کے مرکزی ترجمان نے اپنے جاری کردہ بیان میں کہا کہ پاکستانی فوج نے زلزلے سے متاثرہ آواران کے مختلف علاقوں میں دہشتگردانہ کاروائیوں میں شدت لاتے ہوئے لوگوں کونقل مکانی پر مجبور کردیا ہے آواران کے مختلف علاقوں گشکور،ڈنڈار،مالار،بزداداورگردونواں میں پاکستانی فوج نے زلزلے سے تباہ حال بلوچ عوام کے خلاف تشدد کا نیا سلسلہ شروع کر کے متاثرہ علاقوں میں زندگی دوبھر کردی ہےفوج آبادیوں اورراہ چلتے گاڈیوں پر بلا اشتعال فائرنگ کر کےلوگوں میں خوف وہراس پہلارہا ہےاورفصلوں پر کام کرنے والے کسانوں کوتشدد کا نشانہ بنا کرانہیں کام کرنے سے روک رہا ہے جس سے وسیع پیمانے پرتیار فصلیں تباہ ہورہی ہیں جوکہ ان زلزلہ متاثرین کا آخری سرمایہ ہیں بزداد کے علاقے میں اسکول کے عمارتوں کوفوج نے اپنے قبضے میں لیا ہوا ہےلوگ شدید خوف وہراس کے ماحول میں فصلوں پرکام کرنے اورتباہ شدہ مکانات کی تعمیر کرنے سے قاصر ہیں جس سےان کی زندگی کےایام مزید دشوار ہوتے جارہے ہیں علاقے میں مزید رہائش نا ممکن ہوتی جارہی ہےاس خوف وہراس کے ماحول میں زلزلے کے بھیانک تباہی سے گزرنے والے مقامی آبادی اب نقل مکانی پر مجبور ہے بڑی تعداد میں لوگ اپنے کھنڈربن چکے مکانات اورتیارفصلیں چوڑکرنقل مکانی کررہے ہیں فوج عوام کوخوف وہراس کا شکار کر کے انہیں اپنےکیمپ میں آکرمدداوررحم کی بھیک مانگنے پرمجبورکرنے کی کوشش کررہا ہےخوف وہراس کی وجہ سے زلزلہ متاثرین کی امداد بھی نہیں ہو پارہی آواران کےتمام علاقے حالیہ زلزلے سے متاثر ہوچکی ہیں جہاں بلوچ عوام تا حال ناکافی امداد کے سہارے زندگی کے شب وروز گزاررہے ہیں اس بحرانی صورتحال میں امداد کی رسد ناکافی ہےاورفوج امدادی کاروائیوں اورامدادی سامان کے رسد میں مداخلت کرکےانہیں متاثرین تک نہیں پہنچنے دے رہی جس کے ساتھ ساتھ زلزلے سے متاثرہ بے یارومددگاربلوچ عوام کے خلاف پاکستانی فوج نے اپنی جارحیت کومزید تیز کردیا ہے عالمی ادارے اس بحرانی صورتحال میں پاکستان کی جانب سے زلزلے سے متاثرہ بلوچ عوام کوامداد کی فراہمی روکھنےاور بلوچ نسل کشی کی کاروائیوں کا نوٹس لے کربلوچستان میں برائے راست مداخلت کریں پاکستانی فوج بلوچ نسل کشی کے ایجنڈے پرکاربند ہے جسے مزید شدت دینے کیلئے وہ زلزلے سے پیدا ہوچکی انسانی بحران کا فائدہ اٹھارہاہےاورزلزلہ متاثرین کےامداد میں مداخلت کرکےاپنے عزائم حاصل کرنے کی کوشش کررہا ہے۔

مرکزی ترجمان

بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن (آزاد)

بلوچ نیشنل فرنٹ

ہڑتال کال

تاریخ:9اکتوبر2013

کوئٹہ(پ ر)بلوچ نیشنل فرنٹ کی جانب سے مشکے اورخاران میں پاکستانی فوج کی بربریت کیخلاف کل10اکتوبر بروز جمعرات بلوچستان بھر میں شٹرڈاون ہڑتال کی جائیگی پاکستانی فوج نے گزشتہ روز مشکے میں آبادی پر23مارٹر گولے فائر کیئے جس سے 1بلوچ فرزند بہرام بلوچ شہیداور2خواتین اور5بچوں سمیت 2افرادولی داداور مجید زخمی ہوگئے مارٹرگولوں سے گھروں کونقصان پہنچا جبکہ خاران کے علاقے کھلان میں قابض فوج نے ایک گھر پرحملہ کر کے شدید شیلنگ اورراکٹوں سے گھر کوتباہ کر دیافوج نے خاران شہر کومحاصرے میں لے کرلوگوں کوگھروں میں محصور کردیااورگھروں کوگولوں کا نشانہ بنایا جس سے شدید جانی ومالی نقصانات کا خدشہ ہے

بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن (آزاد)

تاریخ:10 کتوبر2013

کوئٹہ(پ ر)بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن آزاد کے مرکزی ترجمان نے اپنے جاری کردہ بیان میں کہا کہ گزشتہ روز خاران شہر میں پاکستانی فوج نے دہشتگردانہ کاروائی میں ظفر بلوچ یوسف بلوچ اور بانک حلیمہ کوشہید کر دیاظفر بلوچ بی ایس او آزاد بسیمہ زون کے سابقہ ڈپٹی آرگنائزر تھے اور یوسف بلوچ بسیمہ زون کے سابق ممبر تھے بانک حلیمہ شہید ظفر بلوچ کی اہلیہ تھی بدھ کے روز2 بجے پاکستانی فوج کی بھاری نفری نے خاران کے علاقے کلان اور گردونوح کو گیرے میں لے کر ظفر بلوچ کے گھر پر حملہ کر دیا قابض فوج نے 30 گاڑیوں اور 2 ہیلی کاپڑوں کی مدد سے 4 گھنٹوں تک گھر کو محاصرے میں لیتے ہوئے راکٹوں سے نشانہ بنایا جس سے گھر مکمل تباہ ہوگیا اور گھر میں موجود ظفر بلوچ یوسف بلوچ اور گل بی بی شہید ہوگئے جبکہ 4 خواتین اور 7 بچے زخمی ہوگئے اور 2 بلوچ فرزندوں کو قابض فوج زخمی حالت میں اپنے ساتھ لے گئے جن میں بابل بلوچ شامل ہے فوج نے تمام علاقے کو گیرے میں لیتے ہوئے لوگوں کو گھروں میں محصور کر دیا اور رستوں کو آمدرفت کیلئے بند کر دیا جس سے علاقے کے لوگ اپنے گھروں میں محصور ہوگئے ترجمان نے مزید کہا کہ شہید ظفر شہید یوسف اور شہید حلیمہ کی آخری لمحہ تک دشمن فوج کا مقابلہ اور شہادت بلوچ جہدکاروں کیلئے مشعل راہ ہے شہید ظفر بلوچ نے بسیمہ زون میں بی ایس او آزاد کے ڈپٹی آرگنائزر کی حیثیت سے عوام کو سیاسی طور پر باشعور کرنے میں اہم کردار ادا کیا اس سے قبل بھی بسیمہ میں شہید ظفر بلوچ کے گھر پر قابض فوج حملہ کر چکی ہے پاکستانی فوج کی بربریت بلوچ فرزندوں کی جدوجہد اور جزبہ شہادت کر کمزور نہیں کر سکتی بلوچ فرزند اپنی سرزمین کے دفاع اور قومی آزادی کی حصول کیلئے پاکستانی فوج کے وہشت کے سامنے آخری لمہ تک جدوجہد کو جاری رکھیں گے شہید ظفر شہید یوسف اور بانک حلیمہ نے آخری دم تک پاکستانی فوج کا سامنہ کرتے ہوئے ہزاروں بلوچ شہدا کی اسی روایت کو زندہ رکھا بلوچ فرزندوں کی انہی قربانیوں نے بلوچستان میں پاکستانی قبضہ گیریت کو شکست وریخت سے دو چار کر دیا ہے اور پاکستان کی بلوچ نسل کشی اور بلوچ سرزمین کو بلا روک ٹوک اپنے استحصالی عزائم کیلئے استعمال کرنے کے منصوبوں کو ناکامی کا شکار کر دیا ہے

بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن (آزاد)

تاریخ:12اکتوبر2013

کوئٹہ(پ ر)بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن آزاد کے مرکزی ترجمان نے اپنے جاری کردہ بیان میں کہا کہ پاکستان کے گماشتے ڈاکٹر مالک بلوچ نسل کشی میں مصروف پاکستانی فوج کے درندگی کو اپنے شاطرانہ سیاست کے زریعے چھپانے کی کوشش کر رہے ہیں مشکے آواران میں زلزلے کی تباہی کا سیاسی فائدہ اٹھاتے ہوئے ڈاکٹر مالک اور ان کے ہمنوا تحریک آزادی کو عالمی سطح پر غلط پیش کرنے اور بلوچستان میں پاکستانی فوج کی ختم ہو چکی رٹ کے قیام کا احساس دلانے کی کوشش کر رہے ہیں ڈاکٹر مالک کی جانب سے بلوچ آزادی پسندوں کو ہتھیار پھینک کر زلزلہ متاثرین کی امداد کرنے کا پرفریب بیان درحقیقت تحریک آزادی کو دہشتگرد اور زلزلہ متاثرین کے امداد میں رکاوٹ ثابت کرنے کی کوشش ہے لیکن بی بی سی سمیت دوسرے مخصوص ادارے جو کہ پاکستانی فوج کی سختیوں کے باوجود ان متاثرہ علاقوں میں پہنچ کر وہاں کی حقیقی صورتحال دنیا کے سامنے لا چکے ہیں ان کی رپورٹوں سے واضح ہے کہ زلزلے سے متاثرہ علاقوں میں تمام تر امدادی کام بلوچ عوام اپنی مدد آپ کے تحت کر رہے ہیں آزادی پسند کارکنان اپنے عوام کے ساتھ مل کر اپنے گھروں کی تعمیر اور زندگی کی بحالی کا کام سر انجام دے رہے ہیں پاکستانی قابض فوج اس صورتحال کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ان علاقوں میں فوجی نقل وعمل کو تیز کرنے کیلئے انفراسٹرکچر تعمیر اور جنگی سروے کر رہا ہے اور اپنے نفری میں اضافہ کرتے ہوئے متاثرین کو اپنے دہشتگردانہ کاروائیوں کا نشانہ بنا رہا ہے پاکستانی فوج کی ان دہشتگردانہ کاروائیوں کو ڈاکٹر مالک جیسے گماشتے دنیا کے سامنے چھپانے کیلئے امدادی سرگرمیوں کے نام پر تحریک آزادی کے خلاف پروپگنڈا کر رہے ہیں قوم پرستی کے نام پر سیاست کرنے والے گماشتوں اور بلوچ نسل کشی میں پاکستانی فوج کے ہمنواوں کو بلوچ قوم پہلے ہی بے نقاب کر کے اپنے صفوں سے نکال چکی ہے مقبوضہ بلوچستان میں پاکستانی پارلیمنٹ کا قیام اور اس پارلیمنٹ کے مراعات کے پیچھے دوڑنے والے گماشتہ سیاستدانوں کے لشکر کا مقصد ہی بلوچستان میں پاکستانی قبضہ گیریت اور بلوچ نسل کشی کو چھپانا اور قابض فوج کی دہشتگردانہ کاروائیوں کو جواز فراہم کرنا ہے لیکن ڈاکٹر مالک جیسے پاکستانی گماشتوں کی تمام تر چالوں کے باوجود بلوچ قوم اپنے جدوجہد پر مستعدی سے کھڑے ہیں اور پاکستانی فوج کے سہارے سے انکار کر کے اپنے مدد آپ کے تحت اپنی تباہ حال زندگی کی بحالی کی جدوجہد کر رہے ہیں۔

مرکزی ترجمان

بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن (آزاد)

بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن (آزاد)

تاریخ:13اکتوبر2013

کوئٹہ(پ ر)بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن آزاد کے مرکزی ترجمان نے اپنے جاری کردہ بیان میں کہا کہ زلزلے سے متاثرہ علاقوں سمیت بلوچستان بھر میں پاکستانی فوج کی ہاتھوں بلوچ فرزندوں کے اغواء کا تسلسل جاری ہے زلزلے سے متاثرہ مشکے اور آواران کے علاقوں میں پاکستانی فوج بلوچ فرزندوں کے اغواہ اور اپنے دہشتگردانہ کاروائیوں کیلئے زلزلہ متاثرین کی امداد کی آڑھ لے رہی ہے گزشتہ روز آوارن کے علاقے ماشی میں پاکستانی زرخرید ایجنٹ غفور عرف لالو ماشی والا نے فوج اور اپنے مخبروں کے ساتھ امداد کے بہانے لوگوں کے شناختی کارڈ جمع کیئے جس کے بعد مخبروں کے زریعے شناخت کر کے علی سرمتانی کو قابض فوج اغوا کر کے اپنے ساتھ لی گئی اسی اثناء میں جعفر آباد میں سوئی جانے والے 45 سالہ محمد مراد بگٹی کو صحبت پور چیک پوسٹ سے قابض فوج نے اغواء کر لیا زلزلے سے متاثرہ آوارن اور مشکے میں پاکستانی فوج کی امدادی کاروائیوں کے دعووں کے پیچھے دہشتگردانہ عزائم واضح ہو چکی ہیں مختلف علاقوں میں پاکستانی فوج امدادی کاروائیوں کے نام پر اپنے ایجنٹوں کے زریعے بلوچ فرزندوں کو اغواہ کرنے کی کوششیں کر رہا ہے اور علاقوں میں اپنی دہشتگردانہ کاروائیاں تیز کرنے کیلئے جنگی معلومات حاصل کر رہا ہے مشکے اور آواران میں قابض فوج کی نفری مزید بڑائی جارہی ہے آوارن کے مختلف علاقوں میں فوج کی مزید نفری تعینات کی گئی ہے جن کا مقصد ان علاقوں میں پہلے سے جاری دہشتگردانہ کاروائیوں کو مزید تیز کرنا ہے اسی اثناء میں گزشتہ روز پاکستانی فوج نے مشکے کو خضدار اور آوارن سے ملانے والے راستوں کو بند کر دیا ہے پاکستانی فوج اور ان کے زرخرید ایجنٹ بلوچ نسل کشی میں تمام حربے آزما چکے ہیں لیکن بلوچ قوم اپنے آزادی کی تاریخی جدوجہد میں دشمن کے تمام چالوں اور شاطرانہ حربوں سے واقف ہو چکی ہے جنہیں بلوچ فرزند اپنے جذبہ آزادی اور انقلابی جدوجہد سے ناکام کر دینگے۔

بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن (آزاد)

تاریخ:14اکتوبر2013

2بلوچ عورتوں سمیت 15 فرزندوں کو تختہ دار پر لٹکانا قابض ایران کی بدترین دہشتگردی ہے۔بی ایس او آزاد

کوئٹہ(پ ر)بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن آزاد کے مرکزی ترجمان نے اپنے جاری کردہ بیان میں کہا کہ ایرانی قابض ریاست کی جانب سے 2بلوچ عورتوں سمیت 15 بلوچ فرزندوں کی پھانسی دینا بلوچ قوم کے خلاف ایرانی بربریت اور نسل کشی کا تسلسل ہے قابض ایرانی فورسز نے ہفتے کی صبح مقبوضہ بلوچستان کے شہر دزآپ زاہدان کی سینٹرل جیل میں 2 بلوچ عورتوں سمیت 15 بلوچ فرزندوں کو تختہ دار پر لٹکا دیا جن میں سے چار نوجوانوں کی شناخت حمزہ گمشادزہی عمر 30 سال، شاہ محمد براہوئی عمر 33 سال، ناصر برزنگ عمر 28 سال اور حسین صوفی جس کی عمر 25 سال تھی کے نام سے ہوئی دیگر 11 افراد کی شناخت نہ ہو سکی ایران بلوچ فرزندوں کو سالوں اذیت دینے کے بعد پھانسی دیکر لواحقین کو مطلع کیئے بغیر لاشوں کو یا تو سردخانوں میں رکھتا ہے یا پھر گمنام جگہوں میں سپرد خاک کر دیتا ہے اور لواحقین کرب کی حالت میں اپنے پیاروں کی واپسی کے منتظر رہتے ہیں گذشتہ مہینے 21 ستمبر کو بھی قبضہ گیر ایران نے پانچ نوجوانوں کے دزآپ ہی کی سینٹرل جیل میں پھانسی دی تھی صرف 3 ہفتوں کے دوران ہی پھانسی دی جانے والے بلوچوں کی تعداد 20 تک پہنچ چکی ہے ایران اور پاکستان نے بلوچ سرزمین کو قبضہ کے روز اول سے اپنے قبضہ گیریت کو مضبوط کرنے کیلئے بلوچ نسل کشی شروع کی ہے جو تاحال اسی شدت کے ساتھ جاری ہے اقوام متحدہ مقبوضہ بلوچستان میں جاری قابض ایرانی ریاست کے جرائم کا نوٹس لے اور فیکٹ فائنڈنگ ٹیم مغربی بلوچستان بھیج کر ایرانی زندانوں میں قید بلوچوں کی اعداد و شمار سمیت ایران کے ہاتھوں پانسی دی گئی بلوچوں کے حقائق دنیا کے سامنے لا کر ایران کے خلاف عالمی قوانین کے مطابق کارائی کرے ترجمان نے مزید کہا کہ بلوچستان میں پاکستانی فوج کی جانب سے زلزلے سے متاثرہ علاقوں میں بربریت کا تسلسل جاری ہے گزشتہ روز مشکے کے علاقے گجر میں پاکستانی فوج کی 1500 سے زائد نفری نے علاقے کو گیرے میں لے کر زلزلہ متاثرین کے بحالی کی سرگرمیوں میں مصروف امدادی کیمپ کو اکھاڑ دیا امدادی ٹیم کو قابض فوج نے تشدد کا نشانہ بنایا اور کیمپ میں موجود ادویات اور امدادی اشیا کو اپنے ساتھ لے گئے پاکستانی فوج اس سے قبل بھی متعدد مرتبہ مشکے اور آواران کے زلزلے سے متاثرہ مختلف علاقوں میں امدادی کاروائیوں کو روکنے کیلئے دہشتگردانہ ہتھکنڈے آزما چکا ہے اپنے دہشتگردانہ کاروائیوں کے تسلسل کو جاری

رکھتے ہوئے پاکستانی فوج نے سوئی اور ڈیرہ بگٹی میں گھروں پر حملہ کر کے سوئی کے علاقے اسریلی سے نظر محمد ولد وزیر بگٹی اور یارو ولد بلاول بگٹی اور ڈیرہ بگٹی کے علاقے ماراوی سے 6 بلوچ فرزندوں کو اغواہ کرکے اپنے ساتھ لے گئے سوئی اور ڈیرہ بگٹی کے مختلف علاقوں میں پاکستانی فوج کی دہشتگردانہ کاروائیاں جاری ہیں۔

بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن (آزاد)

تاریخ: 15 اکتوبر 2013

کوئٹہ (پ ر) بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن آزاد کے مرکزی ترجمان نے اپنے جاری کردہ بیان میں کہا کہ پاکستانی فوج نے مشکے میں وسیع پیمانے پر دہشتگردانہ کاروائیوں کا آغاز کردیا ہے گزشتہ روز پاکستانی فوج نے بلوچ نیشنل مومنٹ کے مرکزی سیکریٹری جنرل ڈاکٹر منان بلوچ کے گھر پر حملہ کر کے ان کے 10 سالہ بیٹے ذیشان اور 12 سالہ بھتیجے صادق کو دیگر 6 رشتہ داروں کے ہمراہ اغواء کرلیا کمسن ذیشان اور صادق کو شدید تشدد کے بعد گجر میں شہیدان چوک پر انتہائی تشویش ناک حالت میں پھینک دیا گیا اغواہ کیئے گئے ان کے دیگر رشتہ داروں میں کریم داد، غلام علی، محمد عمر، اور محمد خان شامل ہیں جو کہ تاحال فوج کے حراست میں ہیں بلوچستان میں قیامت خیز زلزلے سے بعد سب سے متاثر ہونے والے مشکے اور آواران میں پاکستانی فوج زلزلہ متاثرین کے امداد کے آڑ میں پہلے روز سے ہی بلوچ نسل کشی تیز کرنے کی تیاریاں کررہا تھا اسی اثناء میں گزشتہ چند روز سے پاکستانی فوج نے مشکے کے تمام اہم شاہراہوں کو آمدورفت کیلئے بند کردیا اور مشکے کا خضدار اور آواران سے آمدورفت منقطع کرکے اپنے دہشتگردانہ کاروائیوں کے نئے سلسلے کا آغاز کردیا قابض فوج نے صبح 4 بجے کے قریب مشکے کے علاقے گجر کو 8 ٹینک 20 سے زائد بکتر بند اور 4 ہیلی کاپٹروں کی مدد سے گیرے میں لے کر اپنی دہشتگردانہ کاروائی شروع کردی موبائل نیٹ ورک بند کرکے مشکے کا دوسرے علاقوں سے مواصلاتی رابطہ منقطع کردیا گیا کالج ہائی اسکول تھانوں سمیت دیگر عمارتوں پر قابض فوج نے اپنے مورچے بنالیئے اور گھروں میں گھس کر لوگوں کو تشدد کا نشانہ بنایا اور بندوک کی نوک پر ان سے اپنے مورچوں کی تعمیر کروائے دہشتگردانہ کاروائی کے دوران گجر کے علاوہ گردونواح کے علاقوں زونگ میہی کے بالائی علاقوں، کوہ سفید، کوہ جہانی میں گن شپ ہیلی کاپٹروں سے شیلنگ اور بمباری کی گئی پاکستانی فوج کی دہشتگردانہ کاروائیاں بلوچستان کے دیگر علاقوں میں بھی اسی شدت سے جاری ہیں گزشتہ روز بسیمہ میں کلی ملا حسین میں مسلح دفاع کے کارکنوں نے شہید قاسم کے گھر کو جلا کر خاکستر کردیا اور مال مویشویں کو لوٹ کر اپنے ساتھ لے گئے اسی اثناء میں تسپ ایراپ میں قابض فوج نے اپنے گماشتوں اور ڈرگ مافیہ کے ساتھ مل کر علاقے میں دہشتگردانہ کاروائی شروع کردی اور گھروں میں گھس کو نہتے بلوچوں پر تشدد کی اور بلا اشتعال فائرنگ کرکے خوف وہراس پھیلایا پاکستانی فوج بلوچستان کے مختلف علاقوں میں اپنے گماشتوں کے مدد سے دہشتگردانہ کاروائیوں میں شدت لاچکی ہے زلزلے کی شکل میں بلوچستان میں آنے والے قدرتی آفت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے پاکستان بلوچ نسل کشی اور اپنے قبضہ گیریت کو مضبوط کرنے کیلئے بھرپور تیاریاں کرچکا ہے جس طرح پاکستانی قبضہ گیر ریاست کیلئے انسانیت کی کوئی قدر نہیں اور وہ اپنے سامراجی عزائم کو پورا کرنے کیلئے زلزلے جیسے قدرتی آفات اور انسانی بحرانوں میں بھی اپنی درندگی کے تسلسل کو قائم رکھے ہوئے ہے اسی طرح حج کے اہم اسلامی دن کے موقع پر بھی پاکستانی فوج اپنی درندگی اور وہشت کے تسلسل کو جاری رکھے ہوئے ہے۔

بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن (آزاد)

تاریخ: 16 اکتوبر 2013

کوئٹہ (پ ر) بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن آزاد کے مرکزی ترجمان نے اپنے جاری کردہ بیان میں کہا کہ پاکستان نے اپنی درندگی کو برقرار رکھتے ہوئے اس مرتبہ پھر عید کے روز الاصبح کوہستان مری میں دہشگردانہ کاروائی میں کوہستان، ڈاھور، تراتانی، ہتاپوڑ، بھمبور اور گردونواح میں جیٹ طیاروں کے ساتھ شدید بمباری کی جس سے جانی اور مالی نقصانات کا خدشہ ہے پاکستانی فوج کی بمباری صبح دیر تک جاری رہی گزشتہ عیدوں کے دوران بھی پاکستانی فوج بلوچستان کے مختلف علاقوں میں اپنی دہشتگردانہ کاروائیاں کرتا آرہا ہے عید الفطر کے موقع پر بھی قابض فوج نے بولان اور گردونواں میں اپنے دہشتگردانہ کاروائی میں بلوچ فرزندوں کو شہید کیا تھا ترجمان نے مزید کہا کہ مشکے اور آواران میں قابض فوج کی جارحیت کے تسلسل میں گزشتہ شام آواران بازار جاتے ہوئے تیرتیج کے رہائشی سعید احمد ولد بشیر احمد اور طالب ولد سخی داد کو قابض فوج آوارن شہر سے اغواء کرکے اپنے ساتھ لے گئی، مشکے کے علاقے گجر اور گردونواں میں پاکستانی فوج کی دہشتگردانہ کاروائیاں عید کے روز بھی جاری رہیں قابض فوج مشکے اور آوارن میں اپنے جارحیت کو تیز کرتے ہوئے امدادی سرگرمیاں معطل کرچکی ہیں جس سے زلزلہ متاثرین کی حالت قابل ترس ہوچکی ہے اور عید کے موقع پر جب عالم اسلام عید کی خوشیاں منارہا ہے اس روز بھی بلوچ عوام پاکستانی قبضہ گیریت کے جبر کا سامنہ کررہے ہیں جنہیں ایک جانب پاکستانی فوج کی بمباری اور دہشتگردانہ کاررویئوں کا سامنہ ہے تو دوسری جانب پاکستانی فوج قدرتی آفت کے تباہ کاریوں کے بعد ان زندگی کے شب و روز تنگ کرچکی ہے

بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن (آزاد)

تاریخ:17اکتوبر2013

کوئٹہ(پ ر)بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن آزاد کے مرکزی ترجمان نے اپنے جاری کردہ بیان میں کہا کہ عید کے دوسرے روز بھی مشکے سمیت بلوچستان کے مختلف علاقوں میں پاکستانی فوج اور ڈیتھ اسکواڈز کی دہشتگردانہ کاروائیاں جاری رہیں مشکے میں قابض فوج نے زلزلے سے متاثرہ بلوچوں کو نقل مکانی پر مجبور کردیا ہے گزشتہ روز مشکے کے علاقوں گجر، کالار، النگی، قلات چیرا ورکچ میں پاکستانی فوج نے بچوں عورتوں اور بزرگوں کو بلا امتیاز تشدد کا نشانہ بنایا مشکے میں شروع کیئے گئے دہشتگردانہ کاروائی کے تسلسل میں گزشتہ روز سے تمام علاقوں کو ٹینکوں اور بکتر بندوں کی مدد سے قابض فوج نے اپنے حصار میں لیا ہوا ہے گجر میں 20 نئے چوکیا قائم کی گئی ہیں اور ہیلی کاپٹروں کی پروازیں جاری ہیں حالیہ زلزلے میں سب سے زیادہ متاثر ہونے والے مشکے کے علاقوں میں لوگ اپنے کھنڈرات نما گھروں پر کھلے آسمان تلے خوف وہراس کے عالم میں شب وروز گزارنے پر مجبور ہیں پاکستانی فوج زلزلے کی تباہی سے دوچار بلوچ عوام کو تشدد و تزلیل کا نشانہ بنا کر ان کیلئے علاقے میں رہنا ناممکن بنا چکا ہے زلزلے سے بنیادی ضرورت کی اشیاء ناپید ہو چکی ہیں متاثرہ علاقوں میں جاری ناکافی امداد بھی پاکستانی فوج کی دہشتگردی کی نظر ہو چکی ہے لاچار عوام زلزلے کی تباکاریوں کے بعداب پاکستانی فوج کی جارحیت کے سامنے نقل مکانی پر مجبور ہو چکے ہیں دوسری جانب پاکستانی ڈیتھ اسکواڈز کی وحشیانہ کاروائیاں جاری ہیں گزشتہ رات پاکستانی ڈیتھ اسکواڈ مسلح دفاع کے کارندوں نے بسیمہ میں شہید حامد کے گھر کو سامان سمیت نظر آتش کردیا جس سے گھر جل کر خاکستر ہو گیا بسیمہ میں پاکستانی فوج اور ان کے ڈیتھ اسکواڈ نے دہشت اور گارتگری کا بازار گرم کیا ہوا ہے 2 وزقبل بھی کلی ملا حسین میں شہید قاسم کے گھر سمیت 2 دیگر گھروں اور 8 دکانوں کو نظر آتش کردیا گیا تھا ترجمان نے مزید کہا کہ پاکستانی دہشتگردی اور بلوچ نسل کشی کی کاروائیاں شدت اختیار کرتی جارہی ہیں لیکن اقوام متحدہ سمیت عالمی اداروں کی کارکردگی قابل افسوس ہے پاکستانی فوج ایک طرف عالمی دنیا کی بلوچستان تک پہنچ کو محدود کر چکی ہے تو دوسری جانب انسانیت سے عاری کاروائیوں میں زلزلے سے تباہ حال بلوچوں پر ظلم وستم ڈھا رہا ہے جس سے مشکے اور آواران کے علاقوں میں پہلی ہوئی تباہی اور انسانی بحران شدت اختیار کرتی جارہی ہے اور اب متاثرہ علاقوں میں بے یار و مددگار بلوچ عوام نقل مکانی پر مجبور ہو چکے ہیں عالمی ادارے اور اقوام متحدہ بلوچستان میں آکر زلزلے متاثرین کی صورتحال اور ان علاقوں میں پاکستانی دہشتگردی اور بلوچ نسل کشی کی کاروائیوں کا نوٹس لیں۔

بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن (آزاد)

تاریخ:23اکتوبر2013

کوئٹہ(پ ر)بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن آزاد کے مرکزی ترجمان نے اپنے جاری کردہ بیان میں کہا کہ مشکے اور آوارن میں زلزلہ متاثرین پر پاکستانی جبر کا تسلسل جاری ہے گزشتہ روز آواران کے علاقے ماشی میں قابض فوج نے جمیل احمد کے گھر پر حملہ کر کے خواتین اور بچوں کو تشدد کا نشانہ بنایا آواران اور مشکے میں زلزلے سے متاثرہ علاقوں میں پاکستانی فوج نے اپنی دہشتگردانہ کاروائیوں کے تسلسل کو شدت کے ساتھ جاری رکھا ہوا ہے مختلف علاقوں کو محاصرے میں لیکر قابض فوج گھروں پر حملہ کررہی ہے اور زلزلے سے متاثرہ مصیبت زدہ بلوچوں کو تشدد کا نشانہ بنا کر اور ان کی عزت نفس کو مجروع کر کے انہیں اس مصیبت کی عالمی میں علاقہ بدر ہونے پر مجبور کررہا ہے پاکستانی دہشتگردانہ کاروائیوں کے اسی تسلسل میں کوہستان مری اور گردونوں کے علاقوں میں عید کے روز سے تاحال پاکستانی فوج کی بمباری کا تسلسل جاری ہے گزشتہ روز کوہستان مری کے گردونواح میں قابض فوج نے آبادی پر بمباری کی جس کے نتیجے میں شدید جانی و مالی نقصانات کا خدشہ ہے جبکہ چندروز قبل دہشتگردانہ کاروائیوں کے اسی تسلسل میں پنجگور کے علاقے غریب آباد میں کیئے گئے دہشتگردانہ کاروائی میں 80 سالہ بزرگ سے لیکر 10 سالہ کمسن بچے تک کو نہیں بخشا گیا جنہیں پاکستانی درندہ صفت فوج نے تشدد کا نشانہ بنایا ترجمان نے مزید کہا کہ پاکستان اپنے کثیر الجہتی کاونٹر انسرجنسی پالیسی پر عمل پیرا ہو کر بلوچستان کے مختلف علاقوں میں پہلے سے جاری دہشتگردانہ کاروائیوں کو مزید تیز کررہا ہے اسی اثناء میں مختلف علاقوں میں دہشتگردانہ کاروائیوں کا نیا سلسلہ شروع کردیا گیا ہے مشکے اور آواران کے علاقوں میں زلزلہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے پاکستانی فوج کی کاروائیاں اسی پالیسی کا حصہ ہیں ان کاروائیوں کو پہلانے کیلئے زلزلے سے متاثرہ علاقوں میں دیگر اداروں کی پہنچ روکھ کر وہاں صرف اپنے گماشتوں اور ایجنسیوں کے آلہ کار و مذہبی گروہوں کو کھلی چھوٹ دی گئی ہے جس کے ساتھ ساتھ اپنی دہشتگردانہ کاروائیوں کو جواز فراہم کرنے اور انہیں مزید

وسعت دے کر بلوچ نسل کشی کو تیز کرنے کیلئے اے پی سی اور مزاکرات کے حربوں کو استعمال کیا جارہا ہے بلوچ قوم نے اپنے جدوجد کے تاریخ میں پاکستان کے ہر بدلتے ہوئے حربے کا سامنہ کیا ہے اور پاکستانی انسانیت سوز درندگی اور شاطر سامراجی حربوں کو شکست دیتے ہوئے تحریک آزادی کو اس مرحلے تک پہنچایا ہے جہاں پاکستان خود اپنے حربوں کی ناکامی کو چھپانے کیلئے انہیں مختلف رنگ دے رہا ہے پاکستان اپنے تمام تر وسائل اور گماشتوں کو استعمال کرنے کے باوجود بھی بلوچ قوم کی تحریک آزادی کے ساتھ وابستگی کو متزلزل نہیں کر پایا ہے۔

مرکزی ترجمان

بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن (آزاد)

بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن (آزاد)

تاریخ:24اکتوبر2013

کوئٹہ(پ ر) بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن آزاد کے مرکزی ترجمان نے اپنے جاری کردہ بیان میں کہا کہ بلوچ اور سندھی مشترکہ دشمن پاکستان کی ظلم جبر کا شکار ہیں گزشتہ روز بدین کے علاقے متلی سے پاکستانی ایجنسیوں کے اہلکار جیئے سندھ متحدہ محاذ کے رہنما روپلو سندھو کو اغواء کر کے اپنے ساتھ لے گئے پاکستانی فوج ہزاروں بلوچ فرزندوں کو اغواء کر کے انہیں اپنے اقوبت خانوں میں ازدیتیں دے رہے ہیں اور سینکڑوں کو شہید کر کے ان کی لاشیں پھینک چکے ہیں اور اب اپنی اسی دہشتگردانہ حربے کو سندھیوں کے خلاف استعمال کر رہے ہیں بلوچ اور سندھی اقوام کو پاکستان کے مشترکہ دہشتگردانہ پالیسیوں کا سامنا ہے پاکستان اپنے قبضہ گیریت کے خاتمہ کو روکنے کیلئے بلوچ اور سندھیوں کی جدوجہد آزادی کے خلاف اغواء اور مسخ شدہ لاشیں پھینکنے کی پالیسی پر عمل پیرا ہے بلوچستان میں ہزاروں بلوچ فرزندوں کو اغواء اور شہید کر کے ان کی مسخ شدہ لاشیں پھینکنے کے بعد اپنے اسی حربے کو وسعت دیتے ہوئے اسے سندیوں کے خلاف استعمال کر رہا ہے لیکن روزانہ بلوچ فرزندوں کو اغواء اور شہید کر کے ان کی لاشیں پھینکنے کے بعد بھی پاکستان بلوچ قومی تحریک آزادی کی شدت کو کم کرنے میں ناکام ہو چکا ہے اسی طرح پاکستانی دہشتگرد فوج سندھیوں کے خلاف بھی اپنی ان انسانیت سوز پالیسیوں میں ناکامی کا شکار ہو جائیگی مظلوم اقوام کی اپنی آزادی اور خوشحالی کیلئے شعوری جدوجہد کو ظلم و جبر کبھی ختم نہیں کر پایا ہے مظلوم بلوچ اور سندھی مشترکہ دشمن کے خلاف اپنے شعوری جدوجہد آزادی میں مزید قربت پیدا کرتے ہوئے ظلم وستم کے اس باب کا مشترکہ جدوجہد سے خاتمہ کر دیں پاکستان کی انسانیت سوز بربریت سے نجات کا واحد زریعہ پاکستانی استحصالی ریاست کے قبضہ سے اپنے سرزمین کی آزادی ہے۔

مرکزی ترجمان

بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن (آزاد)

بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن (آزاد)

تاریخ:25اکتوبر2013

کوئٹہ(پ ر) بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن آزاد کے مرکزی ترجمان نے اپنے جاری کردہ بیان میں کہا کہ قابض فوج نے حب چوکی میں مولا بخش بلوچ کے گھر پر حملہ کر کے عورتوں اور بچوں سمیت گھر میں موجود افراد کو شدید تشدد کا نشانہ بنایا اور مولا بخش کے بھائی سفر بلوچ اور 14 سالہ بالاچ کو رشتہ داروں الہی بخش، امین بلوچ اور عظیم بلوچ کے ساتھ اغواء کر لیا اور گھر میں لوٹ مار کر کے قیمتی اشیاء اور ایک گاڑی کو اپنے ساتھ لے گئے مولا بخش بلوچ زلزلہ سے متاثرہ آواران کے علاقے لباچ کے رہائشی ہیں جہاں 21 اکتوبر کو قابض فوج نے مولا بخش اور محمد جان کے گھر پر حملہ کر کے انہیں اہل خانہ کے ساتھ نقل مکانی پر مجبور کر دیا تھا لباچ میں ان کے گھر پر حملہ کے دوران قابض فوج نے کمسن بالاچ کو اغواء کرنے کی کوشش کی جسے عورتوں نے ناکام بنا دیا فوج نے عورتوں بچوں پر تشدد کر کے امدادی سامان کو لوٹ لیا اور کئی گھنٹوں تک علاقے کو گھیرے میں رکھ کر آمد رفت کیلئے بند کر دیا بلوچ فرزندوں کے اغواء کے اسی تسلسل میں قابض فوج نے سوئی بگٹی کالونی سے نواب دین بگٹی کو اغواء کر لیا ترجمان نے مزید

کہا کہ پاکستان بلوچ نسل کشی کی کاروائیوں اور بلوچستان میں عالمی انسانی حقوق اور جنگی قوانین کی سنگین پامالیوں کے خلاف پیدا ہونے والے عالمی دباؤ کو کم کرنے کیلئے دہشتگردانہ کاروائیوں کو اپنے قبضہ گیر قوانین کے پیچھے چھپانے کی کوشش کر رہا ہے جس کیلئے پاکستان اپنے عدلیہ اور پارلیمنٹ سمیت تمام قبضہ گیر اداروں کو استعمال کر رہا ہے تاکہ پاکستانی فوج عالمی اداروں اور پاکستان کی امداد کرنے والے عالمی ممالک کی نظروں سے اپنے دہشتگردانہ کاروائیوں کو چھپاتے ہوئے اپنے امداد کو جاری رکھ سکے امریکہ اور اقوام متحدہ سمیت عالمی ادارے پاکستان کی دوغلے کردار اور پاکستان کی جانب سے عالمی قوانین کی پامالیوں کو نظرانداز کرتے ہوئے پاکستان سے تعاون اور امداد کر رہے ہیں جو کہ تشویش ناک ہے پاکستان ہمیشہ سے ہی عالمی طاقتوں کی گماشتگی کر کے اپنے استحصالی عزائم کیلئے امداد حاصل کرتا رہا ہے اور اپنے اسی پالیسی پر قائم رہتے ہوئے اب دہشتگردی کے خلاف جنگ کے نام پر عالمی اداروں سے امداد اور تعاون حاصل کر رہا ہے جنہیں پاکستان برائے راست بلوچ نسل کشی پر صرف کر رہا ہے جس کی واضع مثال امریکی امداد کی بحالی کے ساتھ ہی پاکستانی دہشتگردانہ کاروائیوں میں اضافہ ہے عالمی ادارے پاکستان کے ہاتھوں جاری مظالم اور عالمی قوانین کی پامالی سے پھیلنے والے سنگین صورتحال کا ادراک کرتے ہوئے پاکستان کی امداد اور تعاون منقطع کر دیں۔

بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن (آزاد)

تاریخ:27اکتوبر2013

کوئٹہ (پ ر) بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن آزاد کے مرکزی ترجمان نے اپنے جاری کردہ بیان میں کہا کہ قابض ایرانی ریاست کا بلوچ اسیران کو سلسلہ وار اجتماعی پھانسیاں دینا دہشتگردی کی بدترین مثال ہے گزشتہ روز ایک مرتبہ پھر ایرانی دہشتگرد ریاست نے مقبوضہ بلوچستان کے شہر زاہدان کی جیل میں جبری حراست میں رکھے ہوئے 16 بلوچ فرزندوں کو تختہ دار پر بے دردی سے لٹکا دیا ایران نے بلوچ اسیران کو اجتماعی پھانسی دینے کی وحشیانہ پالیسی میں شدت لاتے ہوئے گزشتہ 5 ہفتوں میں 2 خواتین سمیت 36 بلوچ فرزندوں کو دزآپ زاہدان کے سینٹرل جیل میں اجتماعی پھانسی دی ہے ایرانی دہشتگرد ریاست اپنے فورسز پر ہونے والے حملوں کو جواز بنا کر جبری حراست میں رکھے گئے بلوچوں کو تسلسل کے ساتھ اجتماعی پھانسی دے رہی ہے اور ان سفاکانہ کارائیوں کا میڈیا میں برملا اعتراف کر کے اقوام متحدہ اور امریکہ سمیت عالمی دنیا کے انسانی حقوق اور عالمی قوانین کی پاسداری کے دعوؤں کا تمسخر اڑا رہا ہے عالمی دنیا ایرانی ایٹمی پروگرام کو بنیاد بنا کر ہر پلیٹ فارم پر اس کی سرزنش کرتی ہے اور عالمی امن کو لاحق خطرات کو جواز بنا کر پہلے ہی ایران کو زیر اعتاب لا چکے ہیں لیکن دوسری جانب ایران کے ہاتھوں بلوچ قوم کے خلاف جاری اس درندگی پر مجرمانہ خاموشی اختیار کی گئی ہے جو کہ انتہائی تشویش ناک ہے ایران بلوچ قوم کو زیردست اور بلوچ سرزمین پر قبضے کو برقرار رکھنے کیلئے حق اور آزادی کی ہر آواز کو وحشت سے دبا تا رہا ہے ایرانی جبر کا تسلسل صرف بلوچ فرزندوں کی پھانسیوں تک محدود نہیں ایران نے بلوچ سرزمین کے مغربی حصے پر قبضہ کے ساتھ ہی بلوچ قوم کی مزاحمت اور حق و آزادی کی ہر آواز کو دبانے کیلئے ظلم و جبر کی مثالیں قائم کی ہیں ایرانی ایٹمی پروگرام سے زیادہ تشویش ناک امر اس کی دہشتگردی پر مبنی توسیع پسندانہ اور سامراجی پالیسیاں ہیں عالمی دنیا ایٹمی پروگرام کے ساتھ ساتھ ایران کی جانب سے بلوچوں کو سرعام پھانسی دینے جیسے عالمی قوانین کی شرمناک پامالیوں کا بھی نوٹس لیں اور بلوچ سمیت دیگر کمزور اقوام کے خلاف جاری ایرانی اور پاکستانی جبر اور استبدادیت کے روک تھام کیلئے عملی اقدامات اٹھائیں ایران اور پاکستان کی اس خطے میں توسیع پسندانہ اور سامراجی پالیسیاں انسانیت کے خلاف اور عالمی امن کیلئے شدید خطرات کا باعث ہیں ترجمان نے مزید کہا کہ پاکستانی قابض فوج نے مشکے اور آواران کے زلزلے سے تباہ حال علاقوں میں جاری اپنے دہشتگردانہ کاروائیوں کے تسلسل کو شدت کے ساتھ جاری رکھا ہوا ہے مشکے کے کئی علاقوں سے زلزلہ متاثرین کو علاقہ بدر کر دیا گیا ہے مشکے کے علاقوں گجر، کچ، قلات چیر، باندیل، کرکی، سورکو، حافظ آباد، رحیم آباد، شریکی، نوکجو میں قابض فوج نے علاقہ مکینوں کو بے دخل کر دیا ہے تمام مکین علاقہ چھوڑ کر دیگر علاقوں کی جانب نقل مکانی کر چکے ہیں اس کے ساتھ ساتھ زلزلہ سے متاثرہ بلوچوں کے اغواء کا سلسلہ بھی جاری ہے جس میں گزشتہ روز آواران سے 20 اور مشکے سے 7 بلوچوں کو فوج اغواء کر کے اپنے ساتھ لے گئے۔

بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن (آزاد)

تاریخ:29اکتوبر2013

پاکستانی فورسز کا وقار نصیر کو دن دھاڑے گولیاں مار کر شہید کرنا ننگی جارحیت ہے۔بی ایس او(آزاد)

وائس فار بلوچ مسنگ پرسنز کی جانب سے لانگ مارچ ایک تاریخی احتجاج ہے

کوئٹہ(پ ر)بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن آزاد کے مرکزی ترجمان نے اپنے جاری کردہ بیان میں کہا کہ پاکستانی فورسز کا وقار نصیر کو دن دھاڑے گولیاں مار کر شہید کرنا ننگی جارحیت ہے گزشتہ روز وڈھ کے قریب ایف سی چیک پوسٹ پر قابض ایف سی نے مسافر وین کو روک کر تلاشی کے بہانے مسافروں کے شناختی کارڈ چیک کیئے اور وقار نصیر کو شناخت کر کے سر عام تشدد کا نشانہ بنانے کے بعد گولیاں مار کر شہید کر دیا وقار نصیر بی آر پی جنوبی کوریا کے صدر نصیر احمد بلوچ کے فرزند تھے پاکستان تسلسل کے ساتھ بلوچ فرزندوں کو جبری اغواہ اور مسخ شدہ لاشیں پھینکنے کے بعد اپنی جارحیت میں مزید شدت لاتے ہوئے سر عام بلوچ فرزندوں کو شہید کر رہا ہے ترجمان نے مزید کہا کہ وائس فار بلوچ مسنگ پرسنز کی جانب سے لانگ مارچ ایک تاریخی احتجاج ہے جبری اغواء کیئے گئے بلوچوں کے اہلخانہ کے کاروان میں بلوچ عوام کی قدم قدم شرکت پاکستانی قبضہ گیر ریاست کے شکست کی علامت ہے جبری اغواء کیئے گئے بلوچوں کے اہلخانہ نے بھوک ہڑتالی کیمپ،احتجاجی مظاہرے،ریلیوں سمیت پرامن سیاسی احتجاج کے تمام طریقے آزمائے اور اپنے جہد مسلسل سے بلوچ قوم کے خلاف جاری پاکستانی جبر کو عالمی ایوانوں تک پہنچایا لیکن اقوام متحدہ کے ورکنگ گروپ کی بلوچستان آمد، لاپتہ بلوچوں کے حوالے سے تشویش کا اظہار اور عالمی انسانی حقوق کے اداروں کی جانب سے متعدد رپورٹوں کے شائع ہونے بین الاقوامی فورمز میں بلوچستان کی صورتحال اور پاکستان کی ننگی جارحیت زیر بحث آنے کے باوجود اقوام متحدہ سمیت کسی بھی عالمی ادارے کی جانب سے تا حال کوئی خاطر خواہ اقدام سامنے نہیں آیا ہے عالمی اداروں کی اسی خاموشی سے شہ پاتے پاکستان نے بلوچ نسل کشی کو مزید شدید کر دیا ہے حتیٰ کہ زلزلہ جیسے قدرتی آفت سے متاثرہ بلوچوں کو بھی سنگینیوں کا نشانہ بنایا گیا ہے۔

بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن (آزاد)

تاریخ:30اکتوبر2013

قابض فوج کے ہاتھوں شہید، بی آر پی کے عہدیداروں سفر خان، واحد بخش کی لاشیں ڈیرہ بگٹی سے برآمد۔بی ایس او(آزاد)

بلوچستان کو عالمی قوانین سے مستثناء خطے میں تبدیل کر دیا گیا ہے

کوئٹہ(پ ر)بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن آزاد کے مرکزی ترجمان نے اپنے جارکردہ بیان میں کہا کہ قابض فورسز نے بلوچ ریپبلکن پارٹی ٹو بوزون کے آرگنائزر سفر خان اور ڈپٹی آرگنائزر واحد بخش کو شہید کر کے ان کی لاشوں کو ویرانوں میں پھینک دیا جنہیں 5روز بعد برآمد کر لیا گیا دونوں کو جیکب آباد سے اغوا کیا گیا تھا طویل عرصے تک عقوبت خانوں میں تشدد کا نشانہ بنانے کے بعد شہید کر کے ان کی لاشیں 5روز قبل ڈیرہ بگٹی کے علاقے زینکو میں پھینک دی گئیں دونوں کو سر پر گولیاں مار کر شہید کیا گیا تھا ترجمان نے مزید کہا کہ گزشتہ روز مشکے نوکجو میں قابض فوج نے کھلے آسمان تلے لوگوں پر فائرنگ کر دی جس کے زد میں آکر علی پل ولد فدا زخمی ہو گئے قابض فوج نے تا حال زلزلے سے متاثرہ مشکے کا محاصرہ جاری رکھا ہوا ہے اور وقفے وقفے سے آبادی پر شیلنگ اور مارٹر گولے فائر کر رہی ہے جس سے کھلے آسمان تلے شب و روز گزارنے پر مجبور زلزلہ متاثرین شدید خوف و ہراس کا شکار ہیں مشکے کے متعدد علاقوں سے پاکستانی دہشتگردی سے تنگ آکر علاقہ مکین پہلے ہی نقل مکانی کر چکے ہیں جبکہ دیگر علاقے میں موجود لوگ مسلسل پاکستانی فوج کی فائرنگ اور گولہ باری کی زد میں ہیں پاکستانی جارحیت اپنی تمام تر حدوں کو پار کر چکی ہے اور اپنے قبضہ گیر ریاستی اداروں کو استعمال کرتے ہوئے سپریم کورٹ میں جبری اغواء کیئے گئے بلوچوں کے مقدموں کے ڈرامے کے پیچھے جبر و بربریت کو چھپا رہا ہے بلوچستان کو عالمی قوانین سے مستثناء خطے میں تبدیل کر دیا گیا ہے جہاں پاکستان تمام تر عالمی انسانی حقوق و جنگی قوانین کی پامالیوں کی مثالیں قائم کر رہا ہے اور اقوام متحدہ سمیت تمام عالمی ادارے اس صورتحال میں خاموش ہو کر پاکستانی جبر میں معاون بن رہے ہیں۔

تاریخ:31اکتوبر2013

نیوکاہان پرلشکرکشی شکست خوردہ فوج علاقہ خالی کرانے کیلئے درندگی پراتر آیاہے۔بی ایس او(آزاد)

ڈیتھ اسکواڈ کی فائرنگ سے سوراب میں کمسن رفیق اور نثار شہید، مشکے میں فضل محمد حسنی اور محمد طارق کوفوج نے اغواء کرلیا۔

کوئٹہ(پ ر)بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن آزاد کے مرکزی ترجمان نے اپنے جاری کردہ بیان میں کہا کہ بلوچستان کے مختلف علاقوں میں قابض فوج اور ڈیتھ اسکواڈ کے زرخرید کارندوں کی بربریت جاری ہے گزشتہ روز سوراب بازار میں ڈیتھ اسکواڈ کے کارندوں نے فائرنگ کرکے انجیرہ کے رہائشی 12 سالہ رفیق بلوچ اور 15 سالہ نثار احمد کوشہید کردیا رفیق بلوچ بی ایس او آزاد کے ممبر شہید زکریا زہری کے بھتیجے تھے جنہیں 2 سال قبل 15 جنوری 2011 کوشہید کرکے لاش سوراب میں پھینک دی گئی تھی ترجمان نے مزید کہا کہ شکست خوردہ پاکستانی فوج نیوکاہان کا علاقہ خالی کرانے کیلئے درندگی پراتر آیاہے نیوکاہان کی آبادی پرحملوں کے تسلسل میں گزشتہ روز صبح 5 بجے ایک مرتبہ پھر نیوکاہان پاکستانی قابض فورسز کے فائرنگ سے گونج اٹھا پاکستانی فوج ایجنسی اہلکاروں ایف سی اور پولیس کی 120 گاڑیوں پر مشتمل لشکر نے نیوکاہان کی آبادی پرچاروں اطراف سے حملہ بول دیا فوج کی وحشت کا کئی مرتبہ سامنہ کرنے والے نیوکاہان کے باسی قابض لشکر کو چاروں اطرف سے حملہ آور دیکھ کر گھروں سے نکل آئے جن پر فورسز نے اندھادھند فائرنگ شروع کردی ایک گھنٹے تک پورا علاقہ پاکستانی فورسز کے فائرنگ سے گونجتا رہا 5 گھنٹوں تک جاری رہنے والی دہشتگردانہ کاروائی میں نیوکاہان کے تمام گھروں کی تلاشی لی گئی اور موبائل فونز نقدی سمیت لاکھوں روپے کی قیمتی اشیاء اور گھریلو سامان کولوٹ لیا گیا متعدد افراد کوفورسز اپنے ساتھ لے گئے جبکہ خواتین اور بچوں سمیت کئی افرادفورسز کی فائرنگ سے زخمی ہوگئے قابض فوج نے علاقہ مکینوں کوزدوکوپ کرکے علاقہ چھوڑنے کا کہا اور نیوکاہان کے آبادی کے قتل عام کی دھمکیاں دی 1992 کو آباد ہونے والے نیوکاہان کی تاریخی آبادی تسلسل کے ساتھ قابض فوج کے حملوں کا شکار رہا ہے اس وقت بھی نیوکاہان سے 500 سے زائد بلوچ پاکستانی عقوبت خانوں میں بند ہیں جن میں سے درجنوں کی مسخ لاشیں پھینکی جاچکی ہیں لیکن نیوکاہان کے غیور بلوچوں نے ہمیشہ کی طرح اس مرتبہ بھی قابض کی بربریت کا سامنہ کرتے ہوئے ان کے گھناونی عزائم کوناکام کردیا ترجمان نے مزید کہا کہ نیوکاہان کی طرح مشکے میں بھی پاکستانی جارحیت کا تسلسل جاری ہے گزشتہ روز مشکے کے علاقے خالدآباد میں قابض فوج نے یلغار کرکے لوگوں کوتشدد کا نشانہ بنایا اور فضل محمد حسنی اور اس کے بیٹے محمد طارق کواغواء کرکے اپنے ساتھ لے گئے

بلوچ نیشنل فرنٹ کے مرکزی ترجمان نے بلوچ وائس فار مسنگ کی جانب سے مغوی بلوچ رہنماؤں کی بازیابی کیلئے منعقدہ کی گئی کوئٹہ تو کراچی لانگ مارچ کی حمایت کرتے ہیں ہوئے بھرپور شرکت کا اعلان کیا۔ترجمان نے کہا کہ اس وقت ریاستی عقوبت خانوں میں 15 ہزار سے زیادہ بلوچ قید ہیں جنہیں خدشہ ہے کہ ”قتل کرواور پھینک دو“ کی پالیسی کے تحت شدید تشدد کے بعد ایک ایک کرکے قتل کیا جائے گا۔جولائی 2010 کو پاکستانی خفیہ ایجنسیوں کی جانب سے اپنائی گئی اس پالیسی کے تحت اب تک 710 بلوچ سیاسی کارکنان اغواء اور تشدد کے بعد قتل کئے گئے ہیں۔خفیہ ایجنسیوں کی جانب سے اغواء کاری کا سلسلہ تاحال جاری ہے روزانہ کی بنیاد پر چار یا پانچ بے گناہ بلوچوں کواغواء کرکے غائب کیا جاتا ہے۔ترجمان نے کہا کہ ان ریاستی اغواء کاریوں کیخلاف وائس فار بلوچ مسنگ پرسن کی جانب سے لگائی کیمپ نے علاقائی و عالمی سطح پراس مسلئے کواجاگر کرنے میں انتہائی مخلصانہ کردار ادا کیا ہے۔اس سلسلے میں وائس فار بلوچ مسنگ پرسنز کے سربراہ ماماقدیر کی گران قدر خدمات تاریخ کا حصہ ہیں ۔جس کیمپ کی بنیاد ماماقدیر واجہ نصراللہ اور دیگر نے رکھی آج اس نے علامتی حیثیت حاصل کرلی ہے۔چار سالوں سے جاری اس احتجاجی کیمپ میں ہماری ماؤں اور بہنوں کی سسکیاں دفن ہیں۔کئی کئی سال تک احتجاج کے باوجود بھی انکے لخت جگر رہا نہ ہوسکے اور بعد میں انکی مسخ شدہ لاشیں ویرانے میں پھینک دی گئیں۔اسی احتجاج کے دوران ریاست نے وائس فار بلوچ مسنگ پرسن کی احتجاج کوختم کرنے کے لئے ماما کے بیٹے اور بی آر پی کے رہنماء جلیل ریکی کوقتل کرکے اسکی لاش ویرانے میں پھینک دی مگر ماما نے گمشدہ بلوچوں، سیاسی ورکرو رہنماؤں کی بازیابی کے لئے ہمت نہیں ہاری اور خلوص نیت سے اپنا احتجاج جاری رکھا۔انہیں کئی دفع سنگین قتل کی دھمکیاں بھی ملیں، پاکستانی ایجنٹ ڈاکٹر مالک نے انہیں کیمپ بند کرنے کی صورت میں زرءمال کالالچ دے کر خاموش کرنا چاہا، حتا کہ کیمپ کوآگ لگا کر خاکستر کردیا گیا مگر ماماسمیت

وی بی ایم پی کے دیگر قائدین نے بلاخوف کوخطر جرأت کا مظاہرہ کر کے اپنا احتجاج جاری رکھا۔ ترجمان نے کہا کوئٹہ ٹو کراچی لانگ مارچ ریاستی جبر واستبداد کو بے نقاب کرنے میں اہم کردار کریگا۔ انہوں نے کہا کہ تمام مکتبہ فکر کے لوگوں کو چاہیئے کہ وہ اس تاریخی احتجاجی عمل میں ماما کا ساتھ دیکر بلوچ پر ہونے والی انسانیت سوز بربریت کے خلاف اپنا فرض نبائیں بلوچ عوام سے اپیل کرتے ہیں کہ سالوں سے ریاستی عقوبت خانوں میں بند اپنے عظیم اور بہادر بھائیوں کی آواز بن کر ماما قدیر سے ہمقدم ہو کر دنیا کو پیغام دیں کہ یہ جدوجہد نہ صرف ماما قدیر بلکہ پوری بلوچ قوم کی ہے جس میں ماما قدیر اور اس کے ساتھی تنہا نہیں ہیں۔ آج اگر ہم نے اپنے اوپر جاری قتل عام کے خلاف علم بغاوت بلند نہ کیا تو شاید تاریخ ہمیں کبھی معاف نہیں کریگی۔

بعض اوقات آگے بڑھنے کیلئے ہمیں خود اپنے خلاف جانا پڑتا ہے، ہر چیز کی قربانی دینے کیلئے تیار رہنا پڑتا ہے، اپنے پورے دل تک کی قربانی دینی ہوتی ہے، اپنے مقصد کیلئے جان آسان ہے لیکن کچھ اس سے بھی زیادہ قربانی دینی ہوتی ہے۔ اس چیز کی جو اپنی زندگی سے بھی زیادہ عزیز ہو اور ایسی قربانی دے کر ہم اس صداقت کو اور زیادہ مستحکم کرتے ہیں جس کیلئے ہم لڑ رہے ہیں وہ صداقت جو دنیا میں ہمیں سب سے زیادہ عزیز ہے!..

☆☆☆(((میکسم گورکی)))☆☆☆